

DATA ENTERED

تفظ کن تاریخ را پائستدہ شو

از نفسہائے ہمیدہ زندہ شو

اقبال ۲۵

# اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ

جلد دوم

خلفائے ثلاثہ

شیعہ نقطہ نظر سے

۱۳۶۶ھ / ۱۹۵۶ء

تالیف

پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری

ناشر

رضا کاربک ڈپو لاہور

۲۹۷۹۱

۱۵۳۱۲

~~۱۵۳۱۲~~

۲۰۲

۷۰۰۴۲

اول

ایک ہزار

کو اپرٹیو پریس لاہور

شیخ محمد صدیق بی نائے

ابو ایاز اصغر قریشی

رضا کاربک پو

تین روپے

بار

تعداد

مطبع

طالع

کتابت

ناشر

قیمت

# ضروری گزارش

مسلمانوں کے کسی فرد یا جماعت کے عمل کی ذمہ داری اسلام پر نہیں عائد ہوتی۔ اسلامی تعلیم کا نمونہ صرف سرکار رسالت محمد مصطفیٰ ارواحنا لہ الفدا کا عمل ہے۔ یا ایسے رہنمایان اسلام کی سیرت جو مذہبی طور پر معصوم مانے جاتے ہوں اور منشوس من اللہ ہوں۔ سرکار رسالت کے بعد عموماً جو مسلمان سلطنتیں قائم ہوئیں ان کے کارپردازہ بالاتفاق معصوم نہیں تھے۔ اس لیے ان کے عمل سے اسلامی تعلیم کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا زیادتی ہے نیز ایسی سلطنتوں کی تاریخ کو ہم اسلام کی تاریخ نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس طرز کی تاریخ دراصل مسلمانوں کی تاریخ ہے۔

محمد لطیف انصاری



# عرضِ ناشر

دعا کار بک ڈپو کے مطبوعات کی پیشکش اس لیے قابلِ فخر ہے، کہ  
ملت کے صاحبانِ فکر و نظر نے قدر افزائی کی۔  
ہم نے ہر کتاب کی طباعت سے پہلے اس کے مواد و ندرت اسلوب  
اور قابلِ توجہ موضوع پو کا فی خور کیا، پھر کتابت و طباعت و قیمت  
میں اپنے پڑھنے والوں کا احترام ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے انتہائی موزونیت  
کو پیش نظر رکھا۔

اس سے پہلے ترجمہ "اصل و اصول شیعہ" پھر "اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ"  
جلد اول نامی کتابیں شائع کر کے آپ کی بہت افزائی سے متاثر ہو کر اب  
پھر اپنے سابقہ اہتمام کے ساتھ جناب پروفیسر خواجہ محمد لطیف صاحب قبلہ  
انصاری مدظلہ کی دوسری تالیف "اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ" جلد دوم آپ کی  
نذر کر رہے ہیں۔ یقین ہے کہ خواجہ صاحب قبلہ کی یہ تالیف اور ہماری خدمت  
اربابِ ملت قدر کی نظر سے دیکھیں گے۔

اگر خدا نے مدد کی تو انشاء اللہ ہم قوم و ملت کی عملی خدمت میں چند  
بیش بہا علمی تخلیقات پیش کرنے میں کامیابی حاصل کریں گے۔

محمد صدیق



# مسلمانوں کی تاریخ

(شیعہ نقطہ نظر سے)

دورِ خلفائے ثلاثہ

(۱)

حضرت ابوبکر

ربیع الاول ۱ھ سے جمادی الثانی ۳۱ھ تک

اگست ۶۳۲ء

جون ۶۳۲ء

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين

والصلاة والسلام على من لا نبي بعده

وبعد فقد حضر

الحضور

الشيخ

المفتي

# تعارف

اس سے پیشتر "اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ" جلد اول زیر نظر سلسلہ کی پہلی کڑی شائع ہو چکی ہے جس میں ملک عرب کے دورِ جاہلیت کی تاریخ اور عہدِ رسالت کے تمام و کمال حالات و رج کیے گئے ہیں۔

"اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ" جلد دوم اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے جس میں وفاتِ رسولؐ کے بعد کے حالات، خلافت کی ابتدا، خلیفہٴ اول حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب اور ان کے عہد کے حالات — خلیفہٴ ثانی حضرت عمرؓ اور خلیفہٴ ثالث حضرت عثمانؓ کی تقرری کے واقعات اور ان کے عہد کی فتوحات اور دیگر تمام حالات کی مکمل سرگزشت بیان کی گئی ہے اور کوئی قابل ذکر واقعہ ترک نہیں کیا گیا۔

رسولِ اسلامؐ کی وفات کے بعد مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ایک گروہ کا عقیدہ یہ تھا کہ خلیفہٴ رسولؐ کی تقرری خدا کی جانب سے — ہوئی ہے دوسرے گروہ کا نظریہ یہ تھا کہ خلیفہٴ رسولؐ کی تقرری کا اختیار امت کو دیا گیا ہے۔ فاضل مولف نے ہر دو نظریوں پر صیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے اور اس ذیل میں شیعہ سنی نظریات کا تقابل بھی کیا ہے نیز شیعہ نقطہٴ نظر کی وضاحت فرماتے ہوئے ان تمام غلط فہمیوں کا بھی ازالہ فرمایا ہے جو اس ذیل میں شیعوں کے متعلق پھیلائی گئی ہیں۔ اسلامی نظریہٴ خلافت کیا ہے؟ اور اسلام کس طرزِ حکومت کا مؤید ہے۔ اس کی بھی فاضل مولف نے پوری وضاحت فرمائی ہے اور اس کی تائید میں



آیات قرآنی اور احادیث نبوی ہر بی فرائی ہیں۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام  
کا نظریہ حکومت جمہوری نہیں ہے۔ جمہوریت اور اسلام دو متضاد چیزیں ہیں اور

آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ :-

"شعبہ نظریہ حکومت ہی صحیح اسلامی نظریہ حکومت ہے"۔ اور  
پھر ان تمام خرابیوں کو انمایا ہے جو اس صحیح اسلامی نظریہ حکومت کو ترک  
کرنے کے باعث مصروف وجود میں آئیں اور جس کے نتیجے میں ملکیت کی فرائض ملی ثری  
اور پھر سلاخوں میں ملکیت رائج ہو جانے کی وجہ سے جمعیۃً تمام ممالک اسلام کو  
کن مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور اسلام کی صورت کو بکرا کر سنا ہوئی ہو۔  
غرضیکہ ذیل نظر دوسری جلد کے مطالعہ سے آپ پر یہ تمام حقائق آشکار ہو  
جائیں گے۔ یقین ہے کہ یہ پیش کش شیعہ طلباء و طالبات کے لیے سودمند  
ثابت ہوگی۔ اس طرح تا رہنما سے دیکھنی چاہئے عام حلقوں کو بھی فائدہ  
پہنچائے گی۔

(صدیقی)

# فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر	
۱	پہلا باب - مسلمانوں کے دوفکری حلقے، الہی حاکمیت اور انسانی حاکمیت	۱۱
۲	دوسرا باب - جمہوریت اور اسلام	۲۲
۳	تیسرا باب - جمہوریت عقل و تدبیر کی روشنی میں	۳۶
۴	چوتھا باب - مفہوم خلافت	۴۶
۵	پانچواں باب - حضرت ابوبکر خلیفۃ المسلمین کا دور سلطنت	۵۵
۶	چھٹا باب - قضیۃ بیعت حضرت ابی بکر	۸۷
۷	ساتواں باب - سلطنت اور حضرت علیؑ کے اقتیازی حقوق	۹۷
۸	آٹھواں باب - حضرت سعد بن عبادہ، انصار کے نمائندہ کی خصوصیات	۱۱۰
۹	نواں باب - حضرت ابوبکرؓ حذب اقتدار کے نمائندہ کی خصوصیات	۱۲۳
۱۰	دسواں باب - ارتدادی زلزلہ	۱۲۹
۱۱	گیارہواں باب - خاندان رسالت اور دور سلطنت حضرت ابی بکر	۱۵۳
۱۲	بارہواں باب - جناب امیر علیہ السلام (قائد حذب اختلاف کا بہترین نمونہ عمل)	۱۷۵
۱۳	تیرہواں باب - حضرت ابوبکرؓ کی خارجہ حکمت عملی	۱۸۸
۱۴	چودھواں باب - حضرت ابوبکرؓ کی آخری حالات اور آپ کی وفات	۲۰۳
۱۵	پندرہواں باب - حضرت ابوبکرؓ کی سلطنت کی نوعیت	۲۰۹



صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۲۱	خلیفۃ المسلمین حضرت عمر	
۲۲۲	سوال باب جہاد بڑے قرآن و سنت اور ملکی فتوحات	۱۶
۲۳۸	سوال باب حضرت عمرؓ حذب اقتدار کے نمائندہ کی خصوصیات	۱۷
۲۵۳	اٹھارہ سوال باب حضرت عمرؓ کا ابتدائی دور سلطنت	۱۸
۲۶۵	انیسواں باب حضرت عمرؓ کے زمانہ کے ملکی فتوحات	۱۹
۲۸۲	بیسواں باب تسخیر ایران	۲۰
۲۹۱	اکیسواں باب فتوحات شام و فلسطین	۲۱
۲۹۹	بائیسواں باب فتح مصر	۲۲
۳۰۴	تیسواں باب حضرت عمرؓ کے عہد کے اہم واقعات و ملکی انتظامات	۲۳
۳۱۸	چوبیسواں باب حضرت عمرؓ کی وفات	۲۴
۳۲۶	خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان	
۳۲۸	پچیسواں باب اسلام مذہب مساوات	۲۵
۳۴۵	چھبیسواں باب عہد حضرت عثمان	۲۶
۳۵۷	ستیسواں باب حضرت عثمانؓ حذب اقتدار کے نمائندہ کی خصوصیات	۲۷
۳۶۳	اٹھائیسواں باب فتوحات حضرت عثمان	۲۸
۳۶۹	تیسواں باب حضرت عثمانؓ کی اپنے خاندان کے ساتھ مراعات	۲۹
۴۰۱	تیسواں باب حضرت عثمانؓ کے دور سلطنت کے اہم واقعات و رعایا کی شدید محنت	۳۰
۴۲۵	اکیسواں باب حضرت عثمانؓ اور ان کے قتل کے اسباب	۳۱







# پہلا باب

## مسلمانوں کے دو فکری حلقے

### الہی حاکمیت اور انسانی حاکمیت

سرکار رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارتحال پر ممالک کے بعد مسلمان دو فکری حلقوں میں تقسیم ہو گئے۔ آل محمد کا نظریہ ”الہی حاکمیت“ تھا اور صحابہ کی ایک جماعت کا نظریہ انسانی حاکمیت۔ پہلے نظریہ کو اختیار کرنے والے شیعہ کہلاتے ہیں اور دوسرے نظریہ کو اپنانے والے اہلسنت والجماعت کے نام سے مشہور ہیں۔

شیعہ کے معنی عربی زبان میں تابعین اور پیروں کی جماعت ہے۔ جو جماعت نظریات اسلامیہ میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام بالخصوص خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ارواحنا الفدا اور ان کی آل اطہار کی پیروی کرتی ہے شیعہ کہلاتی ہے۔ الہی حاکمیت کا نظریہ یہ ہے کہ نظریہ ہے جس کی تمام انبیاء و مرسلین نے دعوت دی اور سرکار رسالت



نے اپنے زمانہ میں اسے عملاً پیش کیا۔ یہی نظریہ آل محمد کا نظریہ ہے۔ اس لیے وہ جماعت جو اس نظریہ پر برقرار رہے شیعہ آل محمد "یا شیعہ علی" کہلاتی ہے۔

## اہل السنّت والجماعت | اہل السنّت والجماعت کے معنی ہیں

انہوں نے سنت کے علاوہ جماعتی فیصلوں کو بھی مذہب میں داخل کر لیا ہے اور انسانی حکومت کا نظریہ مذہب کا نہیں بلکہ جماعت کا فیصلہ ہے۔ مسلمانوں کی جماعت نے بعد سرکار رسالت اقتدار اعلیٰ کے مختلف طریقے اختیار کر لیے۔ کبھی انتخاب کے ذریعہ تقرر ہوا۔ کبھی سابق حاکم نے اپنا جانشین نامزد کیا۔ کبھی ایک کمیٹی کے مشورہ سے اقتدار اعلیٰ کا فیصلہ ہوا اور کبھی اقتدار اعلیٰ بزورِ شمشیر حاصل کیا گیا۔ جس سے "انسانی حاکمیت" کے لیے چار اصول بن گئے۔ اجماع، اختلاف، شوریٰ اور قہر و غلبہ ان چاروں طریقوں کی طرف نہ قرآن رہنمائی کر رہا ہے اور نہ سنت رسولؐ۔ بلکہ یہ مسلمانوں کے جماعتی فیصلے ہیں۔ اس لیے ان فیصلوں پر عمل کرنے والے اہل جماعت کہلاتے ہیں۔ ان میں سے ہر طریق کار کو ہم اس کے موقع اور محل پر بیان کریں گے۔

لفظ اسلام سے نظریہ حکومت کی توضیح | لغت کے لحاظ سے اسلام کے دو معنی ہیں۔

ایک طاعت میں سر رکھنا یا گردن جھکا دینا، یعنی اللہ کی طاعت میں تسلیم خم کرنا اسلام ہے اور دوسرے سپردن "یعنی اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دینا" قرآن حکیم نے لفظ اسلام میں ایک لطیف معنی بھی پیدا کیے ہیں۔ اس نے سر و گردن کی بجائے لفظ "وجہ" اختیار کیا ہے۔ یعنی اللہ کی اطاعت میں اپنے چہرہ کو جھکانا، چہرے کو عزوبی زبان میں "وجہ" اس لیے کہتے ہیں کہ چہرہ توجہ کا ذریعہ ہے۔ توجہ پر جب ہم نفسیاتی طور پر توجہ کرتے ہیں تو "انسانی نفس کا اپنی تمام طاقتوں، قوتوں، صلاحیتوں اور اہلیتوں کو ایک مرکز پر لے آنا توجہ کہلاتا ہے۔" اس توضیح کے لحاظ سے اسلام کے معنی اپنی تمام طاقتوں، صلاحیتوں، قوتوں اور اہلیتوں کو ایک مرکز پر لا کر اللہ کی طاعت میں جھکا دینا یا اللہ کے سپرد کر دینا اسلام ہے۔ اس اصول کو قرآنی الفاظ من اسلم وجہہ للہ (النساء آیت ۱۲۵ پ ۱۵) میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے لفظ اسلام کی رد سے اللہ کی مرضی کے مقابلہ میں انسان کا حق خود ارادی۔ *Self determine* nation خواہ شخصی ہو یا جمہوری کوئی چیز نہیں ہے۔ اقتدار اعلیٰ کا مالک اور حاکم مطلق صرف اللہ ہے اور جسے وہ اپنا نائب بنائے۔ اس لیے جب اللہ کا نامزد نمائندہ اقتدار اعلیٰ کا مالک ہو تو وہ اسلامی حکومت کہلائے گی اور جب مسلمانوں کا نمائندہ حاکم ہو تو وہ مسلمانوں کی حکومت کہلائے گی اسلام کے نمائندہ کی تاریخ اسلام کی تاریخ اور مسلمانوں کے نمائندہ کی تاریخ مسلمانوں کی تاریخ کہلائے گی۔

# لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے نظریہ حکومت کی توضیح

وہ کلمہ توحید ہے

جو اسلام کی بنیاد ہے۔ وہ حکومت الہیہ کا اقرار ہے۔ سرکار رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "لا الہ الا اللہ" کا نعرہ بلند کر کے نہ صرف بت پرستی، عناسر پرستی، اشجار پرستی اور حیوان پرستی کا خاتمہ کر دیا بلکہ اس سے انسان پرستی کو بھی ختم کر دیا ہے جو انسانی حاکمیت کے زوہد میں انسانوں سے پرستش کراتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انسانوں پر حکومت کے غلط اصول کو پاش پاش کر دیا۔ انسان کو انسانی حکومت سے آزادی دی۔ خواہ وہ حکومت ملوکیت ہو یا آمریت (Dictatorship)۔ سردار قبائل کی حکومت ہو یا اشرافیت و عیانتیت، جمہوریت ہو یا قہر و غلبہ کی حکومت۔ ان اقسام کی حکومتوں کو مذہبی حکومت سمجھا۔ کلمہ لا الہ الا اللہ کے منافی ہے اس قسم کی حکومتیں مادی اور دنیادی حکومتیں ہوتی ہیں۔ رفع شر اور رفع فتنہ و فساد اور قیام امن کے لیے ان سے تعاون کرنا، انہیں نیک مشورے دینا، اور ان میں حصہ لینا دعایا کا فرض ہے۔

## نظریہ حکومت کی قرآنی توضیح

ان الحکم الا اللہ۔ قرآن صاف الفاظ میں اعلان کر رہا ہے کہ حکومت

صرف اللہ کے لیے ہے۔ پھر فرمایا لا یشراک فی حکمہ احد۔

مے اشرافیت، اشراف یا اعیان مملکت کی حکومت اشرافیت یا اعیانتیت کہلاتی اور مہبت افراد کی حکومت جمہوریت کہلاتی ہے۔ ایک شخص کی حکومت کو ملوکیت کہتے ہیں۔



اللہ کی حکومت میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔ نہ ایک فرد کو اور نہ چند افراد انسانیہ کی  
 کیٹیج کو اور نہ ہی جمہور کو۔ پھر ارشاد ہوا لیسریکن لہ شیری لیک فی الملک  
 ملک اسی اللہ کا ہے اور اس ملک کی حکومت میں کوئی اس کا شریک نہیں  
 حکومت کا نہ ملک کو حق ہے نہ امور میں کو، نہ اثرات و اعیان کو حق ہے نہ  
 جمہور کو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ جن امور کو اپنی طرف نسبت دیتا ہے ان کا انصرام  
 اس کے نمائندوں کے ذریعہ ہوتا ہے اس لیے حکومت جو امر الہی ہے کس کا  
 ظما یہ بھی اس کے نمائندوں کے ذریعہ ہوگا۔ اور اس کا نمائندہ وہ ہے جسے  
 وہ خود مقرر کرے نہ کہ جمہور اور جسے وہ خود مقرر کرے وہ معصوم ہوتا ہے۔ اور  
 وہ علیم لہ فی ملک ہوتا ہے۔ اس اصول کی مثال قصہ بنی اسرائیل میں موجود ہے  
 جبکہ بنی اسرائیل نے اپنے نبی کے ذریعہ اپنے بادشاہ کا تقرر چاہا تو اللہ نے  
 طاوت کو مقرر فرمایا۔ ظاہر بین نگاہوں نے اس پر اعتراض کیا کہ اسے تو ہم پر  
 الی فوقیت نہیں حاصل ہے۔ اس کے جواب میں اللہ نے صاف ارشاد فرمایا  
 ”ان الله اصطفیہ و زادہ بسطة فی العلم و الجسم“ اللہ نے اسے  
 پاکیزگی میں چننا ہے اور اسے علم اور جسم یعنی علم و شجاعت میں فوقیت دی ہے  
 صاف ظاہر ہے کہ اس مثال میں نمائندہ الہی کے تقرر کے لیے نص و عنایت  
 علم اور شجاعت ہی شرائط ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ  
 نے نظریہ حکومت کی وساحت نہیں فرمائی مگر اور نہ رسول اللہ نے اس کے  
 متعلق کچھ ارشاد فرمایا تھا۔ اس لیے سرکار رسالت کے بعد مسلمانوں کو کم و زیادہ  
 نہ مانر عاہلیت کی طرف پلٹنا پڑا۔

شیعوں کا نظریہ حکومت قرآن و سنت کے مطابق ہے

شیعوں نے قرآنی نظریہ حکومت کو ہی اختیار کیا ہے۔ جس کی عملی وضاحت رسول اللہ نے میدان خم غدیر میں فرما دی تھی۔ جب عام مسلمانوں نے انسانی حاکمیت کے نظریہ کو عملاً اپنایا، تو یہ

گروہ حزب اختلاف (Opposition Party) میں تبدیل ہو گیا اور ہم اس وقت تک اصولاً حزب اختلاف میں رہیں گے۔ جب تک حکومت

الہی حاکمیت کے محور پر گردش نہیں کرے گی۔ ہاں مگر ہمارے پیشواؤں نے حزب اختلاف میں رہ کر ہمیشہ تعمیری کام کیا ہے اور تخریبی پروگرام کو کبھی اختیار نہیں کیا۔ حزب اقتدار کو نیک مشورے دیے اور ایک صالح سیاست کے منصب کو تا امکان نبھایا۔ اگر کبھی کسی حکومت سے چپقلش ہوئی۔ تو

اس وقت جب ارباب اقتدار نے ہمارا پیغام صبر بردہ کر دیا۔ اور ہمیں حفاظت خود اختیاری کے لیے کوئی اقدام کرنا پڑا۔ جس کا ہر ذی حیات کو فطرثاً حق ہے۔

حزب اقتدار کے مورخین کا ایک مغالطہ اور اسکی تردید

مورخین عامہ عوام کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لیے شیعہ کے نظریہ حکومت الشیعہ کی غلط ترجمانی اس طرح کرتے ہیں:

"شیعہ ایک خاص خاندان یعنی اہل بیت کو حکومت کا حقدار سمجھتے ہیں۔ انھوں نے یہ تخیل ایران سے لیا تھا۔ ایران میں

شاہی خاندان کے افراد کے سوا کوئی دوسرا بادشاہ بننے کا اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔"

(تاریخ خلافت اسلامیہ)

حالانکہ شیعوں کا یہ نظریہ ہرگز نہیں ہے۔ شیعوں کے ہاں خلافت الہیہ کے لیے نماذان کی شرط ہرگز نہیں ہے۔ شیعہ — مذہب میں الہی نمائندہ کے شرائط نقص، عظمت اور علم ہیں۔ خاندان اہلبیت کے جن افراد میں یہ شرائط موجود ہیں ان کو ہی ہم الہی نمائندہ اور اقتدار اصلی کا مستحق سمجھتے ہیں۔ اگر خلافت کو شیعہ وراثت پر مبنی سمجھتے تو مذہبی قیادت کا حقدار امام حسن علیہ السلام کے بعد ان کی اولاد کو سمجھتے۔ شیعوں کا امام حسین علیہ السلام کو اور ان کے بعد ان کے نو معصوم فرزندان کو امام سمجھنا اس غلط فہمی کی تردید ہے۔ شیعوں کا عمل تو سنت الہیہ پر ہے۔ اللہ بھی صفات کی بنا پر خاندان ابراہیم کو مورد الطاف و عنایات قرار دیتا ہے۔ اگر اس لطف و کرم پر لوگ حسد کریں تو یہ ان کا اپنا فعل ہے۔ چنانچہ خاندان ابراہیم کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

أَمْ يَحْسَدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ قَدْ أَنشَأَ آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مِّلْكًا عَظِيمًا  
(سورۃ النسا رایت ۴۵ پ ۵ ع ۴)

کیا لوگ اس چیز پر جو ہم نے آل ابراہیم کو عطا کی حسد کرتے ہیں۔ ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں عظیم سلطنت عطا کی۔

”وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ“ اور ہم نے اس کی ذریت میں نبوت اور کتاب کو رکھا۔

المختصر شیعہ نفس، عظمت اور علم کو محل اعتقاد سمجھتے ہیں۔

شیعوں کا نظریہ حکومت الہیہ قرآن اور سنت کا نظریہ ہے۔ اور عقل بھی اس کی تائید کر رہی ہے۔

اللہ نے انسان کو آزاد و خود مختار پیدا کیا ہے۔ پھر وہ اللہ کے سوا کسی اور کے سامنے اپنا سر کیوں جھکائے۔ آخر وہ کون سی خصوصیت ہے جس کی وجہ سے وہ دوسرے انسانوں پر اقتدار حاصل کر کے انہیں اپنی اغراض کا تختہ مشق بنائے۔ اشرافیت پر بھی یہی اعتراض ہوتا۔ جسے جمہوریت کہتے ہیں وہ بھی ایک پارٹی کی حکومت ہوتی ہے۔ آخر اس پارٹی کو حکومت کا حق کیوں ہے۔ اگر جمہوریت میں کل قوم حاکم ہے اور خود ہی محکوم تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مفاد حکومت ختم۔

الہی حاکمیت کے نظریہ کو انگریزی علم سیاست (Politics) میں مقبوری آف ڈیوائن اورجن (Theory of Divine origin) کہتے ہیں۔

یورپ کے مفکر پروفسر گلکرائیٹ (Gillchrist) اس نظریہ کے متعلق اس طرح اظہار خیال فرماتے ہیں :-

The idea of Divine origin was a factor in preserving order and preventing anarchy. It emphasises the moral end of the state. To regard the state as work of God is to give it a moral high status to make it something



with the citizen may rever and support something which he may regard as the perfection of human life.

(Introduction to politics)

نظریہ حکومت الہیہ نظام کے قائم رکھنے اور طوائف الملوکی کو روکنے کا ذریعہ تھا۔ یہ ریاست کے اخلاقی انجام پر زور دیتا ہے۔ حکومت کو فعل خدا سمجھنا اس کے بلند اخلاقی معیار کا ضامن و کفیل ہے۔ اس حکومت کا قیام اسے قابل احترام و تعاون بناتا ہے۔ اس کا قیام انسانی زندگی کا کمال سمجھاتا ہے۔

اکثر مفکرین مغرب نے اس نظریہ کے تقدس کو اسی طرح بیان کیا ہے مگر انہیں اس پر اعتراض ہے کہ انسانی خواہشات نے کبھی اس کا ماحول پیدا ہونے نہ دیا۔ اور اس کا صحیح نمائندہ آگے نہ بڑھ سکا۔ اسی خیال کو مشرق کے شاعر علامہ اقبالؒ نے اپنے مفکرانہ انداز میں اس طرح پیش کیا ہے۔

کبھی جہان میں قائم ہوئی حکومت عشق  
سبب یہ ہے کہ محبت زمانہ ساز نہیں

بھلا محبت الہیہ انسانی خواہشات فحشانیہ کی تائید کس طرح کر سکتی ہے یہی تو اس کا امتیاز ہے کہ جمہوریت کی طرح زمانہ سازی کو اختیار نہیں کرتی اور جمہور کی خواہشات کے اشارہ پر سرگرم عمل نہیں ہوتی۔

اللہ نے اپنی حکومت کے دنیا میں جلوے دکھائے ہیں۔ اور مستقبل

میں قیام حکومت الہیہ کے اعلانات قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ آخر میں جب انسانی  
تجاربہ امن عالم میں ناکام ہو جائیں گی تو وہ اپنے نمائندہ کے ذریعہ سے اس  
عالم میں امن قائم کرنے کا۔ اور دنیا کو عادل والصفات سے معذور کرے گا۔ جبکہ  
وہ ظلم و جور سے پر ہو چکی ہوگی۔ انسانی سیاست لاکھ پلے لٹے۔ دنیا میں قیام  
امن انسانی حاکمیت کے پس کا روگ نہیں۔ عالمی مشکلات کو الہی حاکمیت ہی  
ختم کر سکتی ہے اور کہنے کی۔ ایک الہی نمائندہ نے اس کا اعلان ان الفاظ میں  
فرمایا ہے: *وَأَن تَقِمْ وَفِيهَا رَاحَةٌ لَّكُمْ وَلَسَوْفَ نَنصُرُكُمْ وَلَنَنصُرَنَّكُمْ لَكُم بِالنَّجْمِ*

اور کل انسان دولت یزقبون تھا، و دولتنا فی آخر الدھر بظہر  
میر قوم ایک سلطنت کی امید رکھتی ہے۔ مگر ہماری یعنی الہی نمائندہ کی  
سلطنت زمانہ کے آخر میں ظاہر ہوگی۔ *عجل الذر فرجہ*۔  
موجودہ زمانہ میں جس قدر مسلمانوں کی حکومتیں ہیں ان کی تعمیری اور پرہیزگاری  
میں اعانت کرنا حکومت الہیہ کے ملک فکر کے نمائندوں کا فرض ہے۔ اور  
غیر مسلم حکومتوں میں بھی امن کی زندگی بسر کرنا اس وقت تک ان کا فرض  
ہے جب تک کہ انہیں دینی آزادی حاصل نہ ہو۔

## سوالات

۱۔ سرکار رسالت کی ہدایت احسرت آیات کے بعد نظریہ حکومت  
میں متعلق مسلمانوں کے دو فکری حلقوں نے اختلاف کو بیان کر دیا۔

- ۳۔ لفظ شیعہ کی توضیح کرو اور بتلاؤ کہ شیعہ کسے کہتے ہیں؟ اور وہ نظریہ حکومت میں کس کی پیروی کرتے ہیں؟
- ۴۔ لفظ اہلسنت والجماعت کی توضیح کرو اور اس مرکب لفظ میں لفظ جماعت کی وضاحت کرو اور بتلاؤ کہ انسانی حاکمیت کا نظریہ اہل سنت والجماعت نے کس دلیل سے اختیار کیا؟
- ۵۔ لفظ اسلام سے نظریہ حکومت کی وضاحت کیجئے اور ثابت کیجئے کہ نظریہ حکومت الہیہ اسلامی نظریہ ہے؟
- ۶۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ سے نظریہ حکومت الہیہ کی وضاحت کیجئے اور ثابت کیجئے کہ ملکیت، اشرافیت، جمہوریت تمام رائج الوقت نظام ہائے حکومت منافی کلمہ لا الہ الا اللہ ہیں۔
- ۷۔ ثابت کرو کہ نظریہ حکومت الہیہ قرآنی نظریہ ہے۔ یہ بھی لکھیے کہ نظام حکومت الہیہ کا قیام کس طرح ہوتا ہے۔ اور اس الہی نمائندہ کے لیے کیا شرائط ہیں؟
- ۸۔ شیعہوں کے نظریہ حکومت الہیہ کو قرآن اور سنت کی روشنی میں بیان کیجئے۔
- ۹۔ حزب اقتدار کے مؤرخوں نے شیعہ نظریہ حکومت کی کس طرح غلط ترجمانی کی ہے۔
- ۱۰۔ حزب اقتدار کے مؤرخوں کے مغالطہ کی تردید کیجئے شیعہوں کے ہاں الہی نمائندہ کے لیے کیا شرائط ہیں؟

۱۰۔ شیعہ نظریہ حکومت کی عقل کس طرح تائید کر رہی ہے۔

۱۱۔ پروفیسر گلکرائسٹ نے نظریہ حکومت الہیہ کے تقدس کو کن الفاظ میں بیان کیا ہے؟

۱۲۔ مفکرین مغرب نے نظریہ حکومت الہیہ پر کیا اعتراض کیا ہے۔ اور نظریہ حکومت کے قیام کے متعلق اسلام کی پیشینگوئیوں کو بیان کیجئے۔

۱۳۔

۱۴۔

۱۵۔

۱۶۔

۱۷۔

۱۸۔

۱۹۔

۲۰۔

۲۱۔

۲۲۔

۲۳۔

۲۴۔

۷۰۵۶۲



# دوسرا باب

## جمہوریت اور اسلام

نظریہ جمہوریت اور اسلام | دورِ حاضر کے مسلمانوں میں یہ خیال عام ہو گیا ہے کہ اسلام کا نظریہ حکومت جمہوری ہے۔ حالانکہ جب اسلام کا قائمِ نظر سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام کو جمہوریت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ انیسویں صدی عیسوی کے آخر تک مسلمانوں میں شہنشاہی یا ملوکیت کا رواج تھا۔ جسے خلافت کے معزز نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ بیسویں صدی میں یورپ کے رنگ کو اختیار کر کے مسلمانوں نے جمہوریت اسلام ہے" کا نعرہ بلند کیا۔

جمہوریت کے حامیوں کے خیالات | جمہوریت کو اسلامی نظریہ حکومت کہنے والے عموماً

کہتے ہیں کہ سرکارِ رسالت کے بعد صحابہ کرام نے جمہوری حکومت قائم کی۔ وہ صحابہ کرام جو سرکارِ رسالت کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہیں۔ اور خلافتِ راشدہ کے تین سال اسلامی جمہوریت کا بہترین نمونہ تھے۔

حالانکہ دو سال کے بعد ہی اس نظام کو جسے جمہوریت کہا جاتا ہے مسلمانوں نے نہ صرف بدل دیا بلکہ جمہوریت کو بدستے کارلانے والے نے بیعت حضرت ابی بکر کو غلطی (امیر نامہ) کر کے اس نظام سے برائت کا اعلان کیا اور اسے آئندہ اختیار کرنے پر تنبیہ بھی فرمائی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد جمہوریت کی جگہ ملوکیت اور شہنشاہیت نے لے لی اور یہی شہنشاہی بلقیہ تیرہ صدیوں میں مسلمانوں کی تباہی، شکست اور زوال کا باعث ہوئی۔ گویا جس نظام حکومت کو اسلامی کہا جاتا ہے وہ بیس برس کی قلیل مدت میں ختم ہو گیا۔ اور مسلمانوں نے اپنے اپنے کردار سے ناقابل عمل بنا دیا۔ آخر یہ اسلامی نظریہ حکومت کن ہاتھوں سے ختم ہوا۔ کیا وہی افراد مسلمانوں کی تباہی، شکست اور زوال کا باعث نہیں ہوئے؟

**جمہوریت اور صحابہ** اگر وہ صحابہ کرام کے بلند مرتبہ گروہ سے تھے تو کیا صحابہ ہی اسلام کے موجودہ زوال کے باعث ہوئے؟ اگر جمہوریت کا قیام اسلام کی غرض و غایت ہے تو اسلامی اغراض و مقاصد مٹانے والوں کی اسلام میں کیا پوزیشن ہے؟ کیا اس پر تاریخ کا ایک طالب علم کہہ سکتا ہے کہ جمہوریت کا قیام بھی صحابہ کرام کی جماعت سے ہوا اور اسے ختم بھی صحابہ کرام کی جماعت نے کیا۔ کیا صحابہ کی جس جماعت نے اسلامی اغراض و مقاصد کو اس طرح خاک میں ملے دیکھا اور وہ صرف خاموش ہی نہیں رہے بلکہ انہوں نے ایسے خلاف اسلام

نظریہ ملکیت کی تائید کی۔ ان کے دینی جذبات، مذہبی وجدانات اور اسلامی فہم و فراست اور روحانی افکار کے متعلق آپ یہ نہ کہیں گے کہ یہ

من از بیگانگان ہرگز نہ ناالم  
کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

آخر اس انقلاب کے بعد علمائے ملت اسلامیہ مشہور حدیث "الصحابہ کلہم عدول الخ" کے متعلق کیا کہیں گے کہ صحابہ تمام عدول ہیں جس کسی کی بھی پروی کر لی جائے باعث ہدایت ہے۔ کیا وہ ملکیت جو مسلمانوں کی تباہی اور زوال کا باعث ہوئی اس حدیث کے مطابق ہدایت تھی؟

حضرت ابو بکر اور حضرت معاویہ | ایک صحابی حضرت ابو بکر میں جو بقول اکثر ترقی فرقہ جمہوریت کے قیام کا باعث

ہوئے۔ اور دوسرے صحابی حضرت معاویہ ہیں جو جمہوریت کو مٹا کر ملکیت کے بانی ہیں۔ کیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جمہوریت بھی اسلام اور ہدایت ہے۔ اور ملکیت بھی اسلام اور ہدایت ہے۔ چونکہ دونوں کے قیام کا سہرا ہدایت ڈالنے والے ستاروں کے سر ہے۔

پہلے تیس برس کے بعد تقریباً تیرہ سو مسلمانوں کا ملکیت پر اجماع | برس مسلمانوں کا اجماع ملکیت پر رہا جس

میں تابعین بھی شامل تبع تابعین بھی، علمائے کرام بھی اور اولیائے کرام بھی اور پھر یہ بھی مسلمات میں شمار کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت باطل پر جمع نہیں



ہو سکتی۔ اس لحاظ سے جمہوریت بھی حق اور ملکیت بھی حق، وہ ملکیت جو مسلمانوں کی تباہی اور زوال کا باعث ہوئی۔ تعجب ہے کہ ملکیت کو غیر اسلامی اور مشرکانہ نظام حکومت کہا جاتا ہے اور پھر صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین اسلام علمائے اسلام و اولیائے ذوی الاحترام سب ہی دینی بصیرت اور شعور اسلامی کو پس پشت ڈال کر غیر اسلامی نظریہ حکومت پر ہر توشیح ثبت فرماتے رہے۔

**اہل بیت اطہار اور ان کے شیعہ** | البتہ اہل بیت اطہار اور وابستگان اہل بیت نام نہاد جمہوریت اور باعث

زوال اسلام ملکیت کے مذہباً خلاف رہے اور ان دونوں نظریوں کے خلاف ان کی پوزیشن حزب اختلاف کی تھی اور وہ اس وقت تک ان دونوں نظریوں کی مذہباً مخالفت کریں گے جب تک صحیح اسلامی نظریہ الہی حاکمیت ان غیر اسلامی نظریوں کو مٹا کر دنیا کو عدل و انصاف سے نہ بھر دے۔ البتہ وہ اس وقت تک اختلال تمدن کا باعث نہیں ہوئے جب تک ملکیت نے انہیں کسی اقدام پر مجبور نہیں کر دیا۔

**نظریات اہلیت کو ترک کر کے** | ان الہی نظریات کو جنہیں محمد و آل محمد نے پیش کیا تھا ترک کر کے مسلمانوں کی یہ حالت ہو گئی کہ وہ ہر ایسے

**مسلمانوں کی حالت**

نظریہ کی جو ادباً اقتدار نے پیش کیا تائید کرنے لگے۔ جو حالات پیش آئے اسی کو عین اسلام ثابت کرنے کے لیے مصروف جہد نظر آئے۔ تفسیر بالاسے سے قرآن کو بدل کر ہر زمانہ کی ضروریات کے مطابق کر دیا۔ اور اس

زمانہ کے انسانوں کی خواہشات کا ہر طرح لحاظ کیا اور زمانہ باقوت سازد و تو  
 با زمانہ ساز کی پالیسی پر عمل کیا۔ کبھی فلسفہ یونان کو اپنایا تو اسے اسلامیات  
 کا جڑ بن دیا۔ کبھی مزدکیت اور اشتراکیت کو اپنایا اور اسلام کا مزاد بنادیا  
 نوکیت کے زمانہ میں امپریٹل و شاہ پسند ہو گئے۔ آج یورپ میں جمہوریت  
 کا ہنگامہ ہے تو جمہوریت کو نظریہ اسلام کہ دیا۔ البتہ اہل بیت کے دامن سے  
 وابستہ اپنی جگہ پر قائم رہے۔

خیر نہ مجھ کو کر سکا جلوہ دانش فرنگ  
 سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

تعلیمات قرآنیہ اور نظریہ جمہوریت | جمہوریت کی بنیاد اکثریت پر  
 ہے اور اکثریت کے فیصلوں کو

اپنے کلمے اسلام نے ہمیشہ منع فرمایا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان کر دی ہے  
 ارشاد ہوتا ہے۔ وان تطیع اکثر من فی الارض یضلک عن سبیل  
 اللہ ان یتبعون الا الظن و الانعام آیت ۱۱۶ اگر تم ان لوگوں میں سے  
 جو زمین میں ہیں اکثر کا کتا مانو گے تو وہ تمہیں راہِ خدا سے بھٹکا دیں گے۔ کیونکہ  
 وہ ظن کی پیروی کرتے ہیں۔

یجئے قرآن حکیم نے ایک ہی آئیہ مبارکہ کے تیشہ سے شجر جمہوریت کو خاک  
 میں ملا دیا۔ اور وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ اکثریت کا اتباع گمراہی اور ضلال کا  
 سبب ہے۔ یہ انسان کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیتا ہے۔ اس سے بڑھکر جمہوریت  
 کے خلاف اسلام کی کیا وضاحت ہوگی۔ پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اکثریت ظن

کی پیروی کرتی ہے۔ یہی ہر ہے کہ ظن معاملات کی صحت کا کفیل نہیں ہے۔

(۱) ارشاد ہوتا ہے۔ قَلِيلًا مَّا أَتَشْكُرُونَ (الاعراف آیت ۱۷) ع ۱۸  
شکر گزار بہت تھوڑے ہیں، یعنی اکثریت ناشکر گزار ہوا کرتی ہے۔

(۲) وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (یوسف آیت ۲۰) ع ۱۲ لیکن  
اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اکثریت کی جہالت کو بھی بیان کر دیا۔ تو ان جاہلوں  
کے فیصلے کس طرح دنیا میں قیام امن کا باعث ہو سکتے ہیں۔

(۳) وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ (الرعد آیت ۲) ع ۶ لیکن اکثر لوگ  
ایمان نہیں لاتے۔ لیجئے اکثریت کے عدم ایمان کی بھی تصدیق ہو گئی۔

(۴) وَكَثَرَهُمُ الْبَطْحُ كَارْهُونَ بِوَاقِعِ الْحَقِّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَوَاتُ  
وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ (المومنون آیت ۱) ع ۱۱ ان میں اکثر حق بات سے  
نفرت کرنے والے ہیں اگر حق ان کی خواہشات کی پیروی کر لیتا تو آسمانوں میں  
اور زمین میں فساد برپا ہو جاتا اور جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں وہ فساد میں مبتلا  
ہو جاتے۔ لیجئے اکثریت کی خواہشات کی پیروی فساد کا سبب ہے۔

(۵) وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ (الشعرا آیت ۱۵۹) ع ۱۲ اور ان  
میں سے اکثر مومن نہیں تھے۔ لیجئے اکثریت کا عدم ایمان پر اجماع ہے۔

(۶) وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَشْكُرُونَ (النمل آیت ۲۲) ع ۱۱ لیکن ان  
میں سے اکثر شکر نہیں کرتے۔

(۷) وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (القصص آیت ۲۴) ع ۲۴ لیکن ان میں  
سے اکثر نہیں جانتے۔

یہاں تک کہ ان کے لیے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ ان کے لیے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ ان کے لیے یہ بات بیان کی گئی ہے۔



(۸) رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ رَأَيْتَ  
آيَةَ ۸ (پ ۱ ع ۹) تیرا رب جو چیز چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے  
چھینتا ہے۔ لوگوں کو چناؤ کا حق نہیں۔ انسان کے حق خود ارادیت کا وہ انفرادی  
ہو یا اجتماعی یہ آیت انکار کر رہی ہے۔

(۹) وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (الروم آیت ۳۱ پ ۲ ع ۶) لیکن اکثر  
لوگ نہیں جانتے۔

(۱۰) وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرِينَ (الباق آیت ۴ پ ۲ ع ۷)۔ اور  
سیرے شکر گزار بندے قوتورے ہیں۔

(۱۱) وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (الباق آیت ۹ پ ۲ ع ۸) لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔  
۱۲ پھر نہ جاننے والے یعنی جاہلوں کے متعلق حکم ہے۔ لا تتبع اھواء الذین  
لا یعلمون (جاثیہ آیت ۹ پ ۲ ع ۱۰) لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ان لوگوں کی نہ اہمیت کی پیروی نہ کرو جو نہیں جانتے۔  
(۱۳) وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (جاثیہ آیت ۱۶ پ ۲ ع ۱۸) لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

→ جمہوریت کا بنیادی اصول (Basic Principle) بلا امتیاز  
مساوات ہے یعنی مجبوراً ایک دہرا عالم و جاہل کو نظام حکومت و معاشرت  
میں مساوی حقوق دیئے گئے ہیں۔ ایک ہو یا فاسق و فاجر، بھادر ہو یا بزدل، سخی ہو  
یا کجوس، مومن ہو یا منافق، انجیر ہو یا غنیمت، ڈاکٹر ہو یا وکیل، زمیندار ہو یا  
کسان سب کے حقوق کی ایک ہی قیمت ہے۔ اس کے برخلاف قرآن  
مجید علم و عمل کی بنیاد پر فرق مراتب کا علمبردار ہے جیسا نوحہ ارشاد ہوتا ہے۔

۱۔ امر نجعل الذین امنوا و عملوا الصالحات کامعبدین فی

الارض امر نجعل المتقین کالفجار (ص آیت ۲۸ پ ۱۱ ع ۱۱)

کیا ہم ایسا نڈاروں اور اعمال صالحہ بجالانے والوں کو ان جیسا قرار دیں۔

زمین میں فساد کرنے والے ہیں۔ کیا ہم پرہیزگاروں کو بہت بدکاری کرنے

والوں کی طرح سمجھیں (ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا)

۲۔ افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون (اعظم آیت ۲)

پ ۱۹ ع ۳) کیا ہم اس پرست انسانوں اور مجرموں کو مساوی حقوق دیں۔ تمہیں

کیا ہو گیا ہے۔ تم کیا فیصلہ کرتے ہو۔

۳۔ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا۔ کیا ایک مومن اور بدکار

برابر ہے؟

۴۔ هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون کیا علم

رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے مساوی ہیں؟

۵۔ افمن کان علی بینة من ربہ ویتلو شہادۃ منہ

(ہود آیت ۱، پ ۱ ع ۱) کیا کوئی قرآن جیسی سکت ختم دلیل لانے والے

(محمد مصطفیٰ ارواحہ الفدا) اور اس کی پیروی کرنے والے، اس کی

صداقت کی گواہیاں دینے والے اور اس کے نور کے حصہ (علی مرتضیٰ

ارواحہ الفدا) کے برابر ہو سکتا ہے؟

قرآن حکیم تو نظریہ حکومت کو ان الفاظ میں واضح کر رہا ہے۔

۱۔ ان الارض یقہا عبادی الصالحون۔ ہمارے صالح بندے زمین

کے وارث ہوں گے۔

۲۔ وعدہ اللہ الذین امتوا منکم و عملوا الصالحات یتخلفنہم فی الارض۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح بھی کرتے ہیں ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ (ایک نہ ایک دن) ان کو زمین کی خلافت (سلطنت) عطا کرے گا۔

جمہوریت میں تو ہر شخص کو نظم حکومت میں حصہ ملنا چاہیے۔ مگر اللہ کے مال ایمان اور اعمال صالح کی قیود و شرائط موجود ہیں۔ اللہ کے مال گنتی کے لحاظ سے انتخاب (Election) نہیں۔ بلکہ صفات کے لحاظ سے انتخاب (Selection) ہے، جسے وہ کبھی اصطفا کے لفظ سے یاد کرتا ہے اور چنا ہوا مصطفیٰ ہوتا ہے، کبھی اختیار کے لفظ سے ممتاز فرماتا ہے اور چنا ہوا مختار ہوتا ہے۔ کبھی ارتضیٰ کے لفظ سے اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتا ہے اور چنا ہوا مرتضیٰ ہوتا ہے۔ کبھی اجتبا کے لفظ سے اپنے چناؤ کا اعلان فرماتا ہے اور چنا ہوا مجتبیٰ ہوتا ہے۔

اصول جمہوریت امتیاز نسل و نسب و خاندان کو کتنا ہی ناقابل التفات سمجھے مگر جب کسی خاندان میں وہ بلند صفات جمع ہو جائیں جو مقصود اسلام ہیں تو اللہ کے عدل کا تقاضا ان خاندانوں کو چن کر تختِ قیادت پر جگہ دیتا ہے۔ ان اللہ اصطقی آدم و نوحا وال ابراہیم وال عمران علی العالمین ذریۃ بعضہا من بعض واللہ صمیم علیہم (ال عمران آیت ۳۳) بیشک اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں میں برگزیدہ



قرار دیا۔ یہ بعض بعض کی اولاد ہیں۔ اللہ سمیع اور علیم ہے۔ راجعہ

۱۔ **یوہ رسول اور جمہوریت** ۱۵۹

کرتے تھے اس سے ظاہر ہے کہ آپ کی حکومت جمہوری تھی۔ لیکن ذرا اس

مشورہ والی آیت پر غور فرمائیں۔ اس دلیل کی حقیقت خود بخود نمایاں ہو جائیگی۔

لِیَآرْحَمَہُ مِنَ اللّٰہِ لَئِنْ لَمْ یَدْرِ کُنْتَ قَطًّا عَلَیْطَ الْقَلْبِ لَا

الْفُضُولِ مِنْ مَوْلَاکَ فَاعْفُ عَنْہُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَہُمْ وَشَاوْہُمْ فَاِلَآ

قَادَا عَنِ مَتِّ فَبِیْوَاعِلْ عَلٰی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ رَاۤیَ

عمران آیت ۱۵۹۔ یاریم ع ۷)

پھر (اے رسول) خدا ہی کی رحمت کے سبب تم نے ان سے نرمی برتی اور

اگر تم درشت مزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ تمہارے پاس سے متفرق ہو جاتے

پس اب تم بھی ان سے درگزر کرو اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرو اور

ان سے معاملات میں مشورہ کر لیا کرو۔ اور جب تم کسی بات کا پختہ ارادہ کرو

تو اس وقت اللہ پر غور کرو یقیناً اللہ بھر و سر کرنے والوں کو دوست رکھتا

ہے۔ سو اچھے کہ اس آیت مبارکہ سے حکومت کے امور میں مشورہ کا کہاں پہلو نکلا

جائے۔ یہ بھی کسی بات سے کہ تمہاری نرمی اور اخلاق کی وجہ سے یہ لوگ تمہارے

گرو جمع ہیں اور یہ اللہ کی رحمت ہے اگر تم تند مزاج اور سخت دل ہوتے

تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے۔ اب انہیں اپنے ساتھ لانا ہے

کے لیے ان کی باقی قلب کیا کرو۔ ان کی خطاؤں سے درگزر کیا کرو۔



ان کی خامیوں کے لیے دعائے مغفرت کیا کرو۔ اور ان کی حوصلہ افزائی کے لیے ان سے مشورہ کر لیا کرو (مگر تم ان کے مشورہ کے پابند نہیں ہو) جب تم بہ نفس نفیس کسی چیز کا ارادہ کرو۔ (تو ان کے مشورہ پر نہیں) بلکہ اللہ پر بھروسہ کیا کرو۔ اللہ بھروسہ کرنے والوں کو دوست مکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ ان کے رائے اور مشورہ پر حکومت نہیں کر رہے تھے بلکہ اللہ کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے حکمرانی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ آپ نے قانون سازی یا نظام حکومت میں صحابہ سے کبھی مشورہ نہیں کیا۔ جمہوریت کا رئیس مجلس قانون ساز کا تابع ہوتا ہے اور عدلیہ کے قوانین کا پابند، حضور مثلے الہی و وحی ربانی سے قانون ساز بھی تھے اور نافذ قانون بھی اور قانون کی شرح کرنے والے بھی کسی جمہوریت میں یہ تمام اختیارات ایک فرد کے سپرد نہیں ہوتے۔ نہ عوام نے سرکار رسالت کی حکومت کو تشکیل دیا تھا نہ آئین حکومت میں انہیں اختیارات عوام سے حاصل ہوئے تھے۔ اور نہ عوام کے نمائندوں کی رائے ماننے پر مجبور تھے۔ اور نہ عوام کو ان کی مرضی کے خلاف اقدام کا حق تھا۔

ان امور سے صاف طور پر واضح ہو گیا، سرکار رسالت کی حکومت میں جمہوریت کا کوئی امکان نہیں۔ صرف اس لیے کہ حضور بعض امور میں سائل میں صحابہ سے مشورہ کر لیا کرتے تھے۔ ان کی حکومت کو جمہوریت کہنا منطقی نہیں ہے۔

حنید کی حکومت اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنا۔ اللہ کی

شرعیات کو نافذ کرنا ہے۔ اس حکومت کی توضیح ان قرآنی الفاظ میں کی گئی ہے۔  
 اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَرِیْوَتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ  
 - بے شک مسلمانوں کا حاکم اللہ ہے اور اس کا رسول ہے دینامند (اللہ کی حیثیت سے) اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، نماز کو قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں (دینامند کی حیثیت سے) اس آیت میں نہ عوام کے حق خود ارادیت کا ذکر ہے اور نہ جمہوریت کا اشارہ ہے۔ بلکہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ایسے حاکم کا تقرر خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور سنت اللہ یہی ہے کہ جب کبھی حکومت اللہ کی طرف سے عطا ہوئی تو معصوم دینامند کو ہی ہوئی۔ خواہ وہ داؤد ہوں یا سلیمان ہوں یا طاوت۔ اللہ کے دینامند سے اپنے لیے زکوٰۃ لے کر نہیں بلکہ زکوٰۃ دے کر حاکم ہوتے ہیں۔

## سوالات

۱۔ مسلمانوں نے جمہوریت کا نعرہ کب اور کن اثرات کے تحت بلند کیا؟

۲۔ جمہوریت کے حامیوں کے خیالات بیان کر کے ان کا تجزیہ کیجئے۔

۳۔ مسلمانوں میں نظریہ جمہوریت کن ماعتوں سے ختم ہوتا ہے۔

اگر جمہوریت اسلام ہے تو جمہوریت کو ختم کرنے والوں کی

نظام اسلام میں کیا پوزیشن ہوگی؟

۴۔ اگر حضرت ابوبکر جمہوریت کے بانی تھے اور حضرت معاویہ

ملوکیت کے مؤسس تھے اور دونوں صحابی - تو پھر صحابہ تمام

عدول کی بنا پر کس کی پیروی کی جائے۔ اور کس کی

مخالفت، اس عمل سے اس حدیث کی پوزیشن کیا رہے گی؟

۵۔ تیرہ سو برس تک مسلمانوں کا اجماع ملوکیت پر رہا۔ اگر

ملوکیت غیر اسلامی اور مشرکانه نظام ہے تو پھر اجماع میں شریک

صحابہ، تابعین، تبع تابعین، علمائے کرام کی پوزیشن کیا ہے؟

۶۔ اہل بیت اطہار اور ان کے شیعوں کا جمہوریت اور ملوکیت

کے متعلق کیا رویہ تھا؟

۷۔ نظریہ اہلبیت کو ترک کرنے سے مسلمانوں پر کیا اثرات پڑے؟

۸۔ نظریہ جمہوریت کے خلاف تعلیمات قرآنیہ کو پیش

کے کے ثابت کیجئے کہ یہ نظریہ قرآن سے متصادم

ہوتا ہے۔

۹۔ ثابت کیجئے کہ جمہوریت میں بلا امتیاز مساوات ہے

اور اسلام و قرآن حفظ مراتب کے علمبردار ہیں۔ اس

یہ جمہوریت کا اسلام میں کوئی مقام نہیں۔

۱۰۔ قرآن نے رکن الفاظ میں اسلامی نظام حکومت کا بیان کیا ہے۔

۱۱۔ کیا سرکارِ رسالت کا صحابہ کرام سے مشورہ فرمانا ان کی سلطنت کے جمہوری ہونے کی دلیل ہے؟

۱۲۔ الہی نظام حکومت کی آئینہ انداز و لیکر اللہ سے وضاحت کیجئے۔





# تیسرا باب

## جمہوریت عقل و تدبیر کی روشنی میں

جمہوریت کا قیام | انسانیت جب شخصی حکومت اور ملکیت سے تنگ آگئی، تو انسانی تدبیر نے اس کا حل تلاش کیا۔ کہ ایک شخص بادشاہ نہ ہو بلکہ ایک نظام جمہوری ہو، اور اسی کے زیر اثر حکومت کے فرائض کو انجام دیا جائے۔ کیونکہ حکومت کے نمائندے جمہور کے چنے ہوئے ہوں گے، اس لیے انہیں رعیت کے دھم دود کا احساس ہوگا اور وہ منتخب کرنے والوں کی ضروریات اور ان کے مسائل کا خیال رکھیں گے۔

مگر کیا یہ نظام حکومت کامیاب ہوا؟ کیا شخصی حکومت کے شدید سے بنی نوع انسان کو نجات مل گئی۔ کیا جمہوری حکومت کبھی صحیح معنوں میں قائم ہوئی؟ کیا جن ملکوں میں جمہوریت پر فخر کیا جا رہا ہے وہاں انسانی مسائل حل ہو گئے؟

جمہوریت پر مفکرین مغرب کی آراء | آئیے دیکھیں ان لوگوں کی عینے جو جمہوریت کے علمبردار ہیں اور

جن کی تقلید میں جمہوریت کو اپنا کر اسلام کی آغوش میں بٹھایا جا رہا ہے۔

جمہوریت پر مسٹر منکن اپنی ایک جدید تصنیف (Notes on

Democracy) (نوٹس آن ڈیموکریسی) میں لکھتے ہیں:-

انیسویں صدی میں جمہوریت (Democracy) ایک آ

والی بہترین حکومت خیال کی باقی مٹی۔ مگر اب یہ خیال تبدیل ہو رہا ہے اور

Today Democracy is everywhere attacked,

scorned and ridiculed and nowhere more

than in the United States of America.

آج کل جمہوریت پر ہر جگہ حملے کیے جا رہے ہیں، جمہوریت سے نفرت

کی جا رہی ہے اور اسپر پھبتیاں کسی جا رہی ہیں اور یہ سب سے زیادہ امریکا

متحدہ امریکہ میں ہو رہا ہے۔

یہ اس جگہ کی حالت ہے جو جمہوریت کا گڑھ تصور کیا جاتا ہے

بے جمہوریت کا صحیح نمونہ خیال کیا جاتا ہے۔

پھر مسٹر منکن (Mr. Menken) لکھتے ہیں:-

The Democratic idea is incomparably

idiotic and hence incomparably amusing

جمہوری خیال بلا مقابلہ احمقانہ بھی ہے اور بے مقابلہ ہیرت انگیز

بھی ہے۔

دیکھو نہ برائیں نے جمہوریت کے متعلق اس طرح اظہار خیال

فرمایا ہے۔

”ایک پارٹی کی تنظیم (Party Organisation) حکومت پر قابض ہو جاتی ہے اور وہ پارٹی اپنی مکاریوں سے کسی طرح ہر چیز پر تسلط جمالییتی ہے۔“

یورپ کے ایک اور مفکر نے جمہوریت (Democracy) پر اس انداز سے روشنی ڈالی ہے :-

*The Perfection of Democracy depends upon the Complete Civil and Political Liberty by the citizens but the existence of a state in which all people enjoy civil liberty and all Equally share in exercising such authority as exists is in practice an impossibility.*

”جمہوریت کی تکمیل کا انحصار تمام شہریوں کی کامل شہری اور سیاسی آزادی پر ہے مگر ایسی ریاست کا وجود جس میں تمام لوگ شہری آزادی سے لطف اندوز ہوں اور ایسے اختیارات کو عمل میں لانے میں مساویانہ طور پر برہور ہو سکیں۔ عملی طور پر بالکل غیر ممکن ہے۔“

جمہوریت کا مفاد خواص کو بنے عوام کو نہیں | یہ ایک حقیقت ہے کہ جس سے

کسی شخص کو بھی انکار کی مجال نہیں کہ جمہوریت کے قیام سے کمزور اور  
 پر ظلم و جور اور تشدد کا خاتمہ نہیں ہوا۔ صاحبان اقتدار تو اپنی وجاہت اور  
 کی وجہ سے لوکیت کے زمانہ میں بھی تشدد سے محفوظ تھے اور جمہوریت میں  
 ہیں۔ صاحبان جاہ و ثروت پہلے بھی زندگیوں سے لطف اندوز تھے۔ اور اب  
 جمہوریت میں بھی ہیں۔ سوال تو ان عوام کا ہے جو اس جمہوریت کی تخلیق کا سبب  
 ہیں۔ جن کی تعداد اور قوت نے ارباب اقتدار کے ہاتھ میں اقتدار دیا ہے اور  
 لوکیت میں بھی نظر انداز ہوتے تھے اور اب بھی ہوتے ہیں۔ بہر حال جمہوریت  
 ایک "دل خوش کن نظریہ" ہے اور ایک "دلچسپ مفہوم" ہے۔ المختصر نظام  
 جمہوریت نے ان اغراض و مقاصد کو پورا نہیں کیا۔ جو اس کے متعلق عالم  
 خیال میں فرض کیے گئے تھے۔

**کیا صاحبان اقتدار صحیح معنوں میں  
 جمہور کے نمائندے ہوتے ہیں**

تمام افراد جمہور اہل رائے نہیں ہوتے  
 ان میں یہ سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں  
 ہوتی کہ کونسا امیدوار ہمارے لیے

مفید ہے اور کونسا مضر، کونسا مخلص ہے اور کونسا خود غرض۔ کونسا امیدوار اپنے  
 وعدوں کو جو اس نے انتخاب کے وقت کیے ہیں پورا کرے گا۔ اور کون ابن الوقت  
 بلکہ ہماری ضروریات کو قابل اعتنا بھی نہیں سمجھے گا۔ کس قدر افراد جمہور ایسے ہیں  
 جن میں اپنی قوت ارادی کو صرف کرنے کی اہلیت ہے اور اس قدر اخلاقی جرات  
 ہے کہ صحیح نمائندہ کو ہی رائے دیں۔ عام طور پر افراد جمہور خارجی اثرات کا شکار ہو  
 جاتے ہیں اور بڑی شخصیتوں سے مرعوب ہو کر اپنی رائے کو استعمال کرتے ہیں



بہت سے وقتی خوشامد اور چالو سپوں کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔ جب یہ حالات ہوں تو ارباب اقتدار کو ہم جمہور کا صحیح نمائندہ کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ یہی علامہ اقبال نے کہا ہے۔

گریزا از طرز جمہوری غلامِ پختہ کارے شو  
کہ از مغزِ دوسدِ خرد فکرِ انسانی نئی آید  
”اس طریق جمہوری سے دور بھاگو اور کسی پختہ کار کے غلام بنو۔ کہ دوسو  
گدھوں کے مغز سے ایک انسانی فکر پیدا نہیں ہو سکتا۔“  
علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

اس راز کو اک مردِ فرنگی نے کیا فاش  
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے  
جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں  
ہندوں کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں کرتے

جمہوریت تعداد پر قائم ہوتی ہے اور اوصاف پر نہیں۔ اس لیے ایسا نظریہ  
قیام امن کا کس طرح کفیل ہو سکتا ہے جس میں عالم و جاہل، نیک و بد کا امتیاز نہ ہو۔  
۱۔ کسی امیر کبیر صاحب اقتدار کو  
جمہوریت میں کامیابی کے راز | اپنا بنا لیجئے۔ پھر اس کے دامن سے

وابستہ لوگ آپ کے ہیں۔ کیا ممکن ہے کہ ایک راتے بھی آپ کے خلاف جائے۔  
۲۔ جھوٹ پر کمر بستہ ہوئیے، لوگوں کو دل خوش کن، عدول سے نوازیئے، خوب  
بہز باغ دکھلائیے، ایسے وعدوں سے بھی دریغ نہ کیجئے جن کا ایسا آپ کے

۳۔ امکان میں بھی نہ ہو۔ پھر دیکھئے کہ کتنے سادہ لوح انسان آپ کے  
 خیال میں پھنس کر آپ کو اپنا نمائندہ بنانے کے لیے آمادہ ہیں۔  
 ۴۔ چند اخلاق سے گرے ہوئے نڈر اور بے باک انسانوں کی حمایت کا  
 ثروت حاصل کیجئے۔ ان کی اخلاق سے گری ہوئی باتوں کی حوصلہ افزائی  
 کیجئے۔ پھر ان کے دوٹ بھی آپ کی جیب میں ہیں اور ان مظلوم انسانوں  
 کے دوٹ بھی جو ان کے مظالم کا تختہ مشق رہے ہیں۔ کیونکہ ایسے کمزور انسانوں  
 کو ان کی رائے کے حکام دوٹ استعمال کرنے کا حق نہیں ہے۔

۴۔ چور بازاری میں روپیہ کمائے، رشوت ستانی سے دولت جمع کیجئے  
 لوگوں کو ہر ناجائز طریق سے لوٹے اور جیب الیکشن کا وقت آئے تو  
 اس طرح کمائی ہوئی دولت کی تجویروں کے منہ کھول دیجئے۔ پھر دیکھئے  
 کہ آپ کس طرح کامیاب نہیں ہوتے۔

۵۔ بوڑھوں کی پالیسی میں حصول اقتدار کا راز مضمر ہے۔ تقسیم کر کے  
 حکومت کرو (Divide and Rule) حصول اقتدار کا  
 بہت بڑا گرہ ہے۔

**جمہوریت میں اختلال نظم حکومت** | انتخاب کے وقت جو لوگ ارباب

اقتدار کو زیرِ مرقع قرار لاتے ہیں  
 وہ اربابِ اقتدار کے محسن ہوتے ہیں اور وہ ہمیشہ اربابِ اقتدار سے احسان کا  
 بدلہ احسان کے متمنی ہوتے ہیں، اور اربابِ اقتدار کے بل بوتے پر ارتکاب  
 جرائم بھی کرتے ہیں۔ اربابِ اقتدار ان کی مدد کو اس لیے بھی اپنا منصبی فریضہ

سمجھتے ہیں کہ وہ آئندہ انتخاب کے موقع پر بھی اپنے احسانات کا اعادہ کریں گے  
اس لیے ہر جرم پر ان کو قانون کی زد سے بچانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں  
اس لیے جمہوریت کی بدولت ملک کا نظم و نسق تباہ ہو جاتا ہے۔  
ان بیانات کا نتیجہ یہ ہے کہ جمہوریت ایک جماعتی استبداد ہے جن میں  
ایک پارٹی سازش کر کے شریک ہوتی ہے اور تمام افراد جمہور کو اپنے ملک و  
قریب سے قبضہ میں لا کر اقتدار پر قابض ہو جاتی ہے۔ اس لیے امن و امان  
جو جمہوریت کا مقصود ہے حاصل نہیں ہوتا۔ ملکیت کے زمانہ میں بھی فتنہ و  
فساد موجود تھا اور جمہوریت کے زمانہ میں بھی موجود ہے۔

## جمہوریت کی بعض خامیاں | ۱۔ جمہوریت میں ایک جماعت محض

اس لیے با اقتدار بنا دی جاتی ہے، کہ  
■ دوسری سے تعداد میں زیادہ ہے۔ صرف تعداد کی اکثریت حکمرانی  
کا حق پیدا کر دیتی ہے۔ کیا یہ نظریہ عدل و انصاف کے منافی نہیں؟  
۲۔ حزب اقتدار حزب اختلاف کو کچلنے کے ہمیشہ درپے رہتا ہے۔ اور  
اس میں پوری کوشش صرف کرتا ہے اس لیے جمہوریتوں میں ہمیشہ اختلاف و  
افتراق کی آگ سلگتی رہتی ہے۔ اور آخر خانہ جنگی کے شعبے بلند ہو کر  
ملک ملت کو تباہ کر دیتے ہیں۔

۳۔ جمہوریت میں پارٹی بازی اور عصبیت نہایت ضروری ہے۔ اس لیے  
حق پسندی اور حق گوئی کا وصف لوگوں میں معدوم ہو جاتا ہے۔  
۴۔ اگرچہ کہا جاتا ہے کہ جمہوری ملک کی تمام جماعتیں قانون بنانے میں

حتمہ لیتی ہیں مگر قانون سازی کے اختیارات صرف برسرِ اقتدار پارٹی کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔

۵۔ جمہوریت دنیا کے سیاسی نظریوں میں سب سے زیادہ دل فریب نظریہ ہے۔ اس میں شخصی آزادی کے سبز باغ موجود ہیں۔ ناداری اور سرمایہ داری کا بظاہر سوال موجود نہیں، انسان فی قدر و قیمت کا غلبہ دار ہے مگر حقائق نے واضح کر دیا ہے کہ اصلیت اس کے برعکس ہے۔ اسلام جیسا حقائق پر مبنی مذہب اس قسم کے دلفریب، منور رسالہ نظریہ کو اپنانے کے موقف میں نہیں۔

## سوالات

۱۔ دنیا میں جمہوریت کا قیام کن حالات میں ہوا، دیوہ قیام جمہوریت پر کون سے سوالات قابلِ غور ہیں؟

۲۔ سٹر منکن (Menckin) نے اضلاع متحدہ امریکہ میں جمہوریت کی کیا حالت بیان کی ہے اور انہوں نے جمہوریت کے متعلق اپنے کیا تاثرات بیان کیے ہیں؟

۳۔ ویکونٹ برائٹ نے جمہوریت پر اپنا کیا خیال ظاہر کیا ہے؟

۴۔ یورپ کے ایک مفکر نے جمہوریت کے لیے کیا شرائط قرار دیے ہیں اور کیا جمہوریت کبھی ان شرائط کو بروئے کار



لا سکتی ہے۔

۵۔ ثابت کیجئے کہ جمہوریت کا فائدہ خواص کے لیے ہے

عوام اس سے محروم رہتے ہیں۔

۶۔ کیا صاحبان اقتدار صحیح معنوں میں جمہور کے نمائندے

ہوتے ہیں؟

۷۔ جمہوریت میں کامیابی کے کیا راز ہیں؟ انہیں بیان کرو

۸۔ ثابت کیجئے کہ جمہوریت اختلال نظم حکومت ہے۔

۹۔ جمہوریت کی دوسری خامیوں کو بھی بیان کیجئے۔



# بیرونی کتاب

## مفہوم خلافت

لفظ خلافت "خلف" سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی کی کسی کام میں جانشینی اور کسی کی جگہ کسی کو جانشین بنانا (مراح)۔ یہ فعل متعدی اور لازم دونوں طرح مستعمل ہے جیسے کسی کے پیچھے آنا باب ضرب سے ہے۔

استخلاف۔ کسی کو اپنی جگہ خلیفہ بنانا، یہ بھی محاورہ ہے کہ فلاں خلف فلاں۔ یعنی فلاں اس کی جگہ اس کے پیچھے بیٹھا۔ منتہی میں ہے، خلافت کسی کام میں وہ اس کی جگہ قائم ہوا، اور اس کے بعد وہ باقی رہا۔

خیات میں ہے۔ بہ کسر کسی کے بعد بجائے اس کے ہونا یہ معنی صاحب خیات نے صراح منتخب اور کشف سے لیے ہیں۔

خیات میں یہ بھی ہے کہ خلیفہ کسی کام میں کسی کے پیچھے آنے والا اور کسی کے قائم مقام ہونے والا، اور بادشاہ و ولی عہد۔

بہ طور خلافت عربی لفظ ہے۔ اس کا مادہ "خلف" ہے اس کا مطلب

نیابت اور قائم مقامی ہے۔

جو جسے اپنا نائب بنائے اور قائم مقام مقرر کرے وہ اس کا خلیفہ کہلائے گا  
جسے رسول اپنا نائب اور قائم مقام مقرر کرے وہ خلیفہ رسول کہلائے گا  
اور نائب رسول ہوگا۔ اور جسے مسلمانوں کی جماعت مقرر کرے وہ خلیفہ  
المسلمین یا مسلمانوں کا نمائندہ کہلائے گا۔

یہ ظاہر ہے کہ کسی کا نائب یا خلیفہ وہ ہوگا جو اس کا قائم مقام ہو۔ اس کے  
امور کو انجام دے جو امور الہیہ کو انجام دے وہ خلیفہ اللہ ہوگا۔ سرکار رسالت  
محمد مصطفیٰ اللہ کے خلیفہ تھے اس لیے ان کے بعد جو ان کے امور کو  
انجام دے وہ خلیفہ رسول بھی ہوگا اور خلیفہ اللہ بھی۔

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ سرکار رسالت کن امور الہیہ کے انصرام  
کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ  
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

(سورہ جمعہ آیت ۲)

وہ وہی خدا ہے جس نے امیّین میں ایک رسول ان ہی میں سے  
مبعوث فرمایا۔ جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے۔ ان کو  
پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب (قرآن حکیم) اور حکمت کی تعلیم دیتا  
ہے۔ گویا سرکار رسالت کی اغراض بعثت چار ہیں :-

۱۔ تلاوت آیات الہیہ۔

۱۔ تزکیہ

۲۔ تعلیم کتاب (قرآن حکیم)

۳۔ تعلیم حکمت

اب رسول کا خلیفہ وہ ہوگا۔ جو ان امور چارگانہ کو پورے طور پر انجام دے سکے۔ تلاوت آیات الہیہ کے منصب کو وہی نبی اس کے گا جو صحت سماعت صحت حافظہ رکھتا ہو اور سبقت لسانی سے محفوظ ہو۔

تزکیہ سے یہ مطلب ہے کہ وہ ظاہر و باطن کو پاک کرے۔ انسانی جسم، انسانی نفس اور انسانی روح کو پاک کرے اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ وہ اخلاق ہو یا معاشرت، تمدن ہو یا سیاست، طہارت پیدا کرے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ پاک ہی کر سکے گا جو خود پاک ہو۔ یعنی معصوم ہو۔

تعلیم کتاب وہی کر سکے گا جو خود عالم علم کتاب ہو۔ اور پھر قرآن حکیم جیسی کتاب کا عالم جس کی شان "تبیان لکل شیء" ہے۔ یعنی جس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔ وہ کتاب جس کا دعویٰ ہے کہ "ما فرطنا فی الكتاب من شیء" یعنی اس کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی۔ وہ جامع کتاب جو اعلان کر رہی ہے کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جو اس کتاب مبین میں نہ ہو اس لیے ایسی کتاب کی تعلیم وہی دے سکے گا۔ جو ہر چیز کا عالم ہو۔ جہالت سے بالا



اور تو خشک کی ماہیت کو جانتے والا ہو۔ اور وہی خلیفہ رسول ہوگا۔ ظاہر ہے کہ علم حاصل کر کے کوئی انسان اس درجہ پر فائز نہیں ہو سکتا۔ ایسا شخص وہی ہو سکتا ہے جس کا علم لدنی ہو اور وہ صوابہ میں حضرت علی علیہ السلام کے سوا کوئی اور نہیں ہے جو علی الاعلان دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ”مہ لوفی قبل ان تفقدنی“ مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ اور تعلیم حکمت دہی دے سکے گا جو خود حکیم ہو۔

بہر حال رسول کی خلافت کا مفہوم یہی ہے کہ رسول اللہ کا خلیفہ وہی ہے جو تمام فرائض رسول کو انجام دے سکے اور دے اگر رسول اللہ صرف بادشاہ ہوتے۔ تو تخت سلطنت کو حاصل کرنے والے کو ہم ان کا خلیفہ کہہ سکتے تھے اب تو صرف وہی شخص خلیفہ رسول کہلانے کا مستحق ہوگا جو صفات رسول سے متصف ہو۔ اس خصوصیت کا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لسان الفاظ میں اقراء کیا ہے۔

معلوم است کہ خلافت مشروطہ است لصفات کمال و احق بالخلافت الکمل مردم است دیکال صفات۔

معلوم ہے کہ خلافت صفات کمال سے مشروط ہے اور خلافت کا سب سے زیادہ حتم دار ان صفات میں سب سے کامل انسان ہے۔

علا اجماع النص غیر معصوم شوری یا تہر و غلبہ کا صفات کمال سے کیا تعلق۔ اسی لیے ان طریقوں سے تخت سلطنت پر آنے والوں نے نہ کبھی عصمت کا

لے قرۃ العینین ص ۲۹ مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ۱۸۹۳ء۔

دعویٰ کیا، نہ عالم علم کتاب ہونے کا اور نہ حکیم ہونے کا۔ بلکہ جب آپ ان کے اقوال ان کے خطبات کا مطالعہ کریں گے۔ تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے اپنی خامیوں کا خود اپنی زبان سے اعتراف کیا ہے۔ خلیفہ رسول وہی ہے جو صفات رسول کا مالک ہے۔ صفات کمال کا حامل ہے۔ اور ان صفات میں سب سے کامل انسان ہے خواہ وہ تخت سلطنت پر ہو یا گوشہ نشین، وہ گوشہ نشینی میں بھی ان فرائض کو انجام دے گا جو اغراض بعثت سرکار رسالت ہیں۔

ہاں سرکار رسالت کی بادشاہت بھی نہ مبنی براسماع مطلق نہ مبنی بہ شورش نہ قہر و غلبہ سے حاصل ہوئی تھی نہ نص غیر معصوم سے۔ بلکہ وہ ایک ایسی حکومت تھی جن کو انہوں نے خود اپنے عمل سے پیش کیا تھا اسے ایک نئی نامور مودخ مسٹر خدابخش اپنی کتاب *Politics in Islam* میں اس طرح بیان کرتا ہے:-

Muhammed, not only founded a new Religion but established a new Polity but converting his countrymen to the faith of one God, he destroyed the old constitution of the native town and in place of old Aristocratic Tribal constitution, which meant conduct of Public Affairs, by the

ruling families set up an out — an  
— out theocratic constitution at  
the head of which he stood as the  
representative of God on earth.  
(Politics in Islam Page 145)

حضرت محمدؐ نے ایک بنیاد مذہب ہی قائم نہیں کیا تھا۔ بلکہ ایک جدید  
است اور حکومت بھی قائم کی تھی۔ اپنے ہم وطنوں کو خدا سے واحد  
اعتقاد کی طرف لا کر انہوں نے اپنے شہر کی پرانی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔  
پرانی قبیلوں کی سرداری کی جگہ ہوا میر خاندانوں کی حکومت کے مراد تھی  
خود نے حکومت الہیہ قائم کی جس کے سردار وہ خود تھے۔ کیونکہ وہ زمین پر  
بیہ و نائب خدا یا نقیب خدا یا نمائندہ خدا تھے۔

اس لیے اس جدید سیاست یا نئی طرز حکومت میں خلافت کا مفہوم اللہ  
القابٹ، اللہ کی نیابت، اللہ کی نمائندگی ہی ہوگا۔ اس لیے ایسا خلیفہ علیہ  
صلیٰ ہوگا اور خلیفہ مسخدا بھی۔

مسلمانوں نے اس جدید سیاست کو ترک کر دیا اس نئی حکومت کو بدل کر  
بیت تمہری اختیار کی اور اپنی ایڑیوں پر لپٹ گئے جس کا موبود زمانہ کے متورخین  
خود اعتراف ہے۔

چنانچہ تاریخ خلافت اسلامیہ المعروف تاریخ اسلام کے تین یروفسیر ایم  
نیل ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ گورنمنٹ کالج راولپنڈی، ڈاکٹر پیر محمد حسن

ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی گورنمنٹ کالج راولپنڈی، اور ایم اکرام بٹ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی گورنمنٹ کالج لاہل پور لکھتے ہیں :-  
 قدیم عربی رسم کے مطابق قوم کا سرور قوم کے لوگ اکثریت رائے سے منتخب کرتے تھے چنانچہ یہی طریق حضرت ابوبکر کے انتخاب کے وقت استعمال کیا گیا۔

اس کے ساتھ ہی ان فاضل مورخین نے ہمارے مفہوم خلافت کو بھی زیر عنوان "خلافت کے معنی" تسلیم کر لیا ہے۔ لکھتے ہیں :- خلیفہ کے لفظی معنی ہیں پر خدا کا نائب ہیں۔ یعنی خلیفۃ اللہ (تاریخ خلافت اسلامیہ ص ۶۳)  
 العجب نائب خدا کا ہوگا اور اسے قدیم عربی رسم کے مطابق لوگ اکثریت رائے سے منتخب کریں گے۔

دور حاضر کے دو نامور مورخوں یعنی پروفیسر سید عبدالقادر مرحوم اور پروفیسر محمد شجاع الدین ایم۔ اے نے مفہوم خلافت کے زیر عنوان مولانا ابوالکلام آزاد کا نقل کیا ہے :-

فزع انسان کی ہدایت اور بہتری کے لیے ایک خاص ذمہ دار حکومت  
 قائم ہو جو دنیا کو جو روحانیت سے نجات دلائے اور امن و سکون کا ماحول پیدا کرے  
 تاکہ اللہ تعالیٰ کا قانون عدل جسے قرآنی اصطلاح میں صراط مستقیم کہتے  
 ہیں زمین کے گوشے گوشے میں جاری ہو کر کہ ارضی کو سعادت ماضی کی ایک بہشت قرار دے

۱۔ تاریخ خلافت اسلامیہ ص ۶۴

۲۔ تاریخ اسلام پروفیسر سید عبدالقادر و پروفیسر محمد شجاع الدین ص ۱۶۴



یہ مقصد تو خلافت کے اس نظریہ سے ہی پورا ہو سکتا ہے۔  
 "اللہ کی حکومت اللہ کے معصوم نمائندوں کے ذریعہ اللہ کی مخلوق پر" اور  
 قانون تبارن کی رو سے اللہ کا نمائندہ وہی ہو سکتا ہے جو عصمت اور علم  
 کے طبعی رجحانات (Natural Tendencies) سے پیدا ہو۔  
 اس لحاظ سے خلیفہ پیدا ہوتا ہے۔ لوگوں کی کثرت راستے سے بنایا نہیں جاتا۔ جو  
 لوگوں کی کثرت راستے سے بنایا جائے وہ نہ خلیفہ اللہ ہے نہ خلیفہ رسول  
 بلکہ خلیفہ المسلمین ہے۔

## سوالات

- ۱۔ خلافت کے مفہوم پر لغت اور اصطلاح کے لحاظ سے روشنی ڈالیے۔
- ۲۔ بتاؤ کہ سرکارِ رسالت کس اعتبار سے اللہ کے خلیفہ تھے اور اس لحاظ سے رسول اللہ کا خلیفہ کون ہوگا؟
- ۳۔ تزکیہ کے فریضہ کو کیا شخص انجام دے سکے گا، اور تلاوتِ کلام کے لیے کن صفات کی ضرورت ہے؟
- ۴۔ کتاب اللہ قرآن حکیم کی کیا شان ہے اور اس لحاظ سے معلم قرآن کے لیے کن شرائط کا ہونا ضروری ہے۔
- ۵۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک خلافت کس امر پر مشروط

ہے۔ کیا جو خلیفہ اجماع استخلاف، شوری یا قبیہ سے خلیفہ بنے۔ وہ اس شرط پر پورا اتر سکتا ہے ؟

۷۔ شرائط ہمارگانہ اختلافت سے خلیفہ ہونے والوں نے ایسی خلافت رسول کا دعویٰ کیا ہے۔ ان کے اقوال کے لئے ان کی پوزیشن کیا ہے ؟

۸۔ کیا سرکار رسالت کی سلطنت کو ان شرائط ہمارگانہ سے کوئی نسبت ہے ؟ آپ کی سلطنت کیسی تھی ؟

۹۔ دور حاضر کے موزغین کے آرا ان سلطنتوں کے متعلق کیسے ہیں۔ جو سرکار رسالت کے بعد قائم ہوئیں۔

۱۰۔ قانون تباہی کے لحاظ سے خلیفۃ اللہ و خلیفہ رسول کے لیے کن رجحانات طبعیہ کی ضرورت ہے ؟



# پانچواں باب

حضرت ابو بکر خلیفۃ المسیحین

کا

دور سلطنت

ربیع الاول ۱۱ھ تا جمادی الثانی ۱۳ھ

جون ۶۳۲ء تا اگست ۶۳۲ء

تقریباً دو سال دو ماہ

جذبہ حصول اقتدار | سرکارِ رسالت کا اپنی زندگی میں مدینہ سے  
 باہر تشریف لے جانے پر اپنی طرف سے  
 حاکم مقرر کرنا ہر شخص کے دل میں یہ خیال پیدا کر رہا تھا کہ  
 رسول اللہ کے بعد اس حکومت کا کوئی ضرور وارث ہوگا۔ اس  
 خیال نے ہی نشو و نما پا کر صحابہ کو دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا۔ سرکار  
 رسالت کے حضرت علی مرتضیٰ کے متعلق اعلانات ان کے فضائل

کو کثرت سے بیان کرتا اس امر پر روشنی ڈال رہا تھا کہ حضور اپنے بعد  
 حضرت علی مرتضیٰ کو ہی سلطنت کا حقدار سمجھتے ہیں۔ اور انہیں عنان  
 حکومت سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ اعلان خم غدیر کی وضاحت نے تو  
 لوگوں کو یقین دلادیا کہ نبوت اور حکومت خاندان بنی ہاشم میں جمع ہو  
 جائے گی۔ اور اس طرح یہ خاندان مستقل طور پر حکمران ہو جائے گا۔  
 وہ لوگ جو عادتِ شانِ نبوت چھوڑتے تھے وہ جانتے تھے کہ نبی کا مرتبہ  
 خواہشات اور خود غرضیوں سے بالا و برتر ہے۔ جو کچھ وہ فرما رہے ہیں  
 وہی منشاء الہی ہے اور یہ اعلانات خاندان کی محبت پر مبنی نہیں ہیں  
 بلکہ ان صفات پر ہیں جو حکومتِ الہیہ کے نمائندہ کے لیے ضروری ہیں۔  
 لیکن وہ لوگ جو نبی کو اپنے جیسا سمجھتے تھے اور انہیں انسانی کمزوریوں سے  
 بلند و برتر نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے ان ارشادات اور اعلانات کو قبیلہ  
 پروری پر محمول کیا۔ اور ان لوگوں میں حکومت پر قبضہ کرنے کے خیالات  
 نشوونما پانے لگے۔ انہوں نے اس خیال کی خوب نشر و اشاعت کی  
 کہ نبوت اور خلافت ایک ہی خاندان میں جمع نہیں ہونا چاہیئے چنانچہ  
 اس تختِ کا اس مکالمہ سے پتہ چلتا ہے جو حضرت عبداللہ ابن عباس اور  
 حضرت عمرؓ میں ہوا۔ ہم بقدر ضرورت اسے نقل کر رہے ہیں۔  
 "حضرت عمرؓ میں جانتا ہوں کہ تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہیں  
 کرتی تھی۔"

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ: "کیوں؟"



حضرت عمر - "وہ نہیں پسند کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں آجائیں۔"

**مہاجرین کی سکیم** | چنانچہ جن مہاجرین کے دل میں حصول اقتدار کا جذبہ موجزن تھا انہوں نے اس سلسلہ میں ایک سکیم بنالی تھی۔ اور اسے کر لیا تھا کہ رسول اللہ کے بعد حکومت کو کس ترتیب سے قائم کرنا ہے۔

حضرت عمر کے بیٹوں عبداللہ اند حبیب اللہ سے مروی ہے کہ زمانہ رسول اللہ میں ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ کے بعد سب سے افضل ابو بکرؓ و عمرؓ پھر عثمانؓ ہیں۔

خدیفہ بن یمان سے مروی ہے کہ لوگوں نے مدینہ میں حضرت عمر سے پوچھا کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ عثمان ابن عفانؓ۔  
مطرف کہتے ہیں کہ حضرت عمر کے زمانہ میں لوگوں کو مطلقاً اس میں شک نہیں تھا کہ عمر کے بعد عثمان خلیفہ ہوں گے۔

**اہم سیاسی اصول انھما** | دنیاوی سیاست کا یہ ماننا ہوا اصول ہے کہ اپنا اصلی بدعا اس وقت تک پوشیدہ رکھا جائے جب تک اس کی کامیابی کے امکانات پیدا نہ ہو جائیں۔ کیونکہ حقیقی

۱۔ الفاروق حصہ اول صفحہ ۲۰۵ بحوالہ تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۳۱۱ و ۳۲۰ تاریخ  
کامل جلد ۳ صفحہ ۲۰۵ - ۲۰۶ فتح البدی ابن حجر عسقلانی ج ۱ صفحہ ۱۴  
۲۔ کنز العمال علی متنی جلد ۳ صفحہ ۱۵۸ - ۱۵۹ کنز العمال ج ۳ صفحہ ۱۶

مدعا کے قبل از وقت اظہار سے لوگوں کو بہت کچھ سوچنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اور اسے ناکام بنانے کے لیے مختلف تحریکات وجود میں آ جاتی ہیں اور مخالفانہ جدوجہد شروع ہو جاتی ہے۔

**حضرت عمر کی سیاسی بصیرت** | جب ہم حضرت عمر کے اس اصول کو عملی جامہ پہنانے پر غور کرتے ہیں

تو حضرت عمر کو اس کے موجد تسلیم کرنے کو دل چاہتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر حضرت عمر اپنی جماعت میں اپنے سوچے سمجھے ہوئے خلیفہ کا نام دیتے تو بنی تیم اور بنی عدی کا سوال پیدا ہو جاتا۔ اور خلافت کبھی حضرت ابوبکر تک نہ پہنچتی اور ایسے لوگ اس پر قابض ہو جاتے جنہیں خلیفہ بنانا حضرت عمر کے مقاصد کے خلاف تھا۔ حضرت ابوبکر کے نام کو پوشیدہ رکھنے میں یہ سیاسی مصلحت تھی کہ پارٹی کا ہر فرد عہدہ خلافت کا امیدوار ہے اور اس امید میں وہ پارٹی کے مقاصد میں کوشاں رہے۔ حضرت عمر عربوں کو خوب جانتے تھے۔ اگر حضرت ابوبکر کو حضرت عمر نامزد فرما دیتے تو ان کی مخالفت اسی طرح شروع ہو جاتی جس طرح حضرت علی کی ہو رہی تھی۔ اور حصول اقتدار پر قبضہ کرنے کے متمنی صاف کہتے کہ جب ہم رسول اللہ کے نامزد کو نہیں مانتے تو حضرت عمر کے نامزد کو کیوں نہیں مانیں گے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر کو خلافت کے لیے اس وقت پیش کیا۔ جب پیش نہ کرنا مقصد کو ختم کر دیتا۔ فوری طور پر ان کا نام لینا اور پبلک کو سوچنے کا موقع نہ دینا حضرت عمر کی ڈپلومیسی کا بہتہ شاہکار ہے۔ حضرت ابوبکر



بھیڑوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ اور یہ آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ تانبوں میں کیا ہے۔

”آپ قبائل کی بکریوں اور بھیڑوں کا دودھ دوہا کرتے تھے جب آپ خلیفہ ہو گئے تو ایک بڑی نے آپ سے کہا۔ کیوں اب آپ ہماری بھیڑوں کا دودھ کاٹے کو وہیں گئے۔ آپ نے فرمایا، یقیناً میں ایسا کروں گا۔“

آپ رسول اللہ سے تقریباً دو ڈھائی سال چھوٹے تھے۔ آپ نے نبوت کے ابتدائی زمانہ میں اسلام اختیار کیا۔ اور ہجرت کرتے مدینہ میں آباد ہو گئے۔ آپ کی دختر حضرت عائشہ عقد سرکار رسالت میں آئیں۔ اس طرح آپ کو رسول اللہ کے خسر ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ جب سرکار رسالت نے رحلت فرمائی تو آپ اس وقت مدینہ طیبہ میں موجود نہیں تھے بلکہ موضع سبخ میں تشریف فرما تھے۔ آپ بعد وفات رسول حصول خلافت کے لئے جدوجہد فرما رہے تھے۔ اس لیے آپ کو سرکار رسالت کی تجہیز و تکفین میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔

## قصیدہ بیعت حضرت ابی بکر (سقیفہ بنی ساعدہ)

وفات سرکار رسالت کے وقت حضرت ابوبکر | وفات سرکار رسالت کے وقت حضرت ابوبکر | موضع سبخ میں تھے البتہ حضرت عمر موجود نہ تھے

سہ ماہی طبری جلد ۴۴ صفحہ ۵۳ مطبوعہ مصر، تاریخ کامل جلد ۱۲۳ طبع مصر



جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ منافقین کو گمان ہے کہ رسول اللہؐ فوت ہو گئے مگر بخدا حضرت فوت نہیں ہوئے۔

حضرت عمرؓ نے اس وقت یہ بھی فرمایا کہ جو یہ کہے گا کہ رسول اللہؐ کا انتقال ہو گیا۔ میں اس کو اپنی تلوار سے قتل کر دوں گا۔

حضرت عمرؓ کے اس قول کو سن کر لوگ شک میں پڑ گئے کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہوا ہے یا نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کو رسول اللہؐ کے انتقال کی خبر دی گئی اور فوراً سوار ہو کر دوڑتے ہوئے اودہ و امحمد آہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اور

مسجد نبویؐ میں پہنچ کر دیکھا کہ لوگ پریشان حال ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر آئیہ۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

وَأَفَانِ مَاتَ وَقُتِلَ الْقَلْبُ عَلَيْهِ عَلَى الْعَقَابِ كَمَ۔

پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں محمدؐ کے رسول، اگر مر جائیں

یا قتل ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر اسے پھر جاؤ گے۔ جس کو سن کر

لوگ متنبہ ہوئے اور ان کو رسول اللہؐ کی وفات کا یقین ہو گیا۔

ابواب سیاست کا طریق کار | پھر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ

ہوئے۔ عام طور پر رئیس مملکت یا بادشاہ کی موت کو اس وقت تک چھپانا

سہ تاریخ ابن جریر ذکر وفات رسولؐ کے کتاب الملل والنحل شہرستانی کے روضۃ الاحباب

ذکر وفات رسولؐ کے تاریخ ابوالفدا ذکر وفات رسولؐ۔

اور باب سیاست کا طریق کار ہے۔ جب تک حصول اقتدار کی جدوجہد کے لیے پارٹی کے اہم افراد جمع نہ ہو جائیں، سرکار رسالت کی وفات سے انکار میں ہی سیاسی مصلحت کار فرما تھی۔ کیا حضرت عمرؓ تلادت قرآن مجید نہیں فرماتے تھے؟ کیا انہوں نے اس آیت کو نہیں پڑھا تھا؟ کیا تاریخ انبیاء ان کے پیش نظر نہیں تھی؟ اس طرح حضرت عمرؓ کی پوزیشن کو کم کرنے کی بجائے ہی بہتر ہے کہ اس حقیقت کو تسلیم کر لیا جائے کہ ان کا انکار سیاسی مصالح کی بنا پر تھا۔ چنانچہ جب پانٹی کے اہم ارکان جمع ہو گئے تو وہ رسول اللہ کو بے گور و کفن چھوڑ کر اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہ حضرت عمرؓ کا ایک نمایاں سیاسی اقدام تھا۔ جس سے کوئی فرد بھی ان کے ڈپلومیٹ ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔ الغرض اس طرح حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی معیت میں سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار  
کا اجتماع اور اس کے اسباب

قبل قبول اسلام انصار اپنے علاقہ میں حکمران تھے۔ یثرب اپنی حکومت رکھتا تھا (Self Ruling)

جب یثرب سرکار رسالتؐ کے قدم کی برکت سے مدینۃ النبیؐ مدینہ طیبہ، مدینہ منورہ یا مدینہ مبارکہ بنا تو حضورؐ کی روحانی قیادت کے آگے انہوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ اور انہیں برضا و رغبت حکمران تسلیم کر لیا۔ انصار نے مہاجرین کو اپنے وطن میں آنے کی دعوت دی۔ انہیں

سرانگھوں پر بٹھلایا۔ اپنے گھروں میں عید دی، اپنا اور اپنے کتبہ کا پرٹ  
 اٹ کر انہیں کھلایا۔ اپنے لقمہ سے توڑ کر لقمہ ان کو دیا۔ پھر اسلامی  
 حکومت قائم ہوئی۔ رسول اللہؐ نے ربانی مصالح کے پیش نظر مہاجرین  
 و غنیمت کے مال سے انصار سے بڑھ کر حصہ دیا۔ انصار میں وقتی طور  
 پر بدلی پیدا ہوئی مگر رسول اللہؐ کے سمجھانے پر مطمئن ہو گئے۔ چونکہ  
 منور کے احکام کی اطاعت کو وہ اللہ کی اطاعت سمجھتے تھے، لیکن  
 ان جوں رسول اللہؐ کی سرکاری مستقل حکومت کی صورت اختیار کرتی  
 تھی انصار کے دلوں میں بھی اس خیال نے جگہ لینی شروع کی کہ آپ  
 نے بعد اس حکومت کو کون سنبھالے گا۔ کیا وہ ایسا شخص ہوگا جو  
 ان کے ساتھ عدل و مساوات سے ویسا ہی سلوک کر سکے جیسا رسول  
 اللہؐ کر رہے تھے۔ اگر ان کو یہ یقین ہو جاتا کہ رسول اللہؐ کے بعد ان کی  
 خواہش کے مطابق جامع جمیع شرائط خلافت حضرت علیؑ مسند حکومت  
 پر متمکن ہو سکیں گے تو وہ مطمئن ہو جاتے۔ مگر جب انہوں نے مہاجرین  
 کے بدلے ہوئے تیوروں کا مطالعہ کیا، انہیں فراست کی نگاہوں سے  
 چاہتا ان کے خفیہ مشوروں پر نظر کی، آنے والے واقعات سے  
 پریشان ہو گئے۔ اگر مہاجرین کو انصار مخالف علیؑ پر کمر بستہ نہ دیکھتے  
 اور ان کی طرف سے حصول اقتدار کی جدوجہد شروع نہ ہو جاتی تو انصار  
 ابھی اس کی استدانہ کرتے۔ یہ حضرت عمرؓ کی پارٹی کا طرز عمل تھا جس  
 نے انصار کو بنی سقیفہ میں جمع ہونے پر مجبور کیا۔

انصار کے اس فعل کو ہم نظرِ استحسان سے نہیں دیکھتے | مانا کہ انصار کا اس طرح

جمع ہونا کسی بدعتی پر مبنی نہیں تھا۔ حالات ہی ایسے پیدا ہو چکے تھے جس پردہ اس اقدام پر مجبور تھے۔ تاہم تقررِ خلیفہ کے لیے جلد بازی مانا کہ وہ پیش بندی اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے تھی۔ تاہم یہ جہد و جہد کسی طرح مستحسن خیال نہیں کی جاتی۔

بادجو دیکھ ہم اس جہد و جہد کو نظرِ استحسان سے نہیں دیکھتے مگر جن اسباب پر انصار یہ اجتماع کرنے پر مجبور ہوئے۔ ان سے چشم پوشی مورخانہ گناہ سمجھتے ہیں۔

اسباب اجتماع کی تفصیل | انصار نے اسلام کو اپنے ہاں پناہ دی۔ اسلام کی مخالفت طاقتوں سے

ٹکرائے۔ مجتمع عرب کا مقابلہ کیا۔ اور غزوات میں اپنی جان شامی اور فداکاری کا ثبوت دیا۔ ہر معرکہ میں اسلام کے علم کو بلند رکھا۔ پھر اگر مہاجرین خاندان رسالت کو اس منصب پر پہنچنے نہ دیں تو انصار سمجھتے تھے کہ خدمات کے لحاظ سے خاندان رسالت کے بعد ہمارا حق ہے کہ ہم اس منصب پر فائز ہوں۔

۱۔ ان کا یہ پختہ یقین تھا کہ مہاجرین سرکارِ رسالت کی مخالفت و بیابست کو مستحقِ ماعتوں تک پہنچنے ہی نہیں دیں گے۔ پھر انہیں اندیشہ تھا اور اسی اندیشہ سے کہ سب سے پہلے حکومت کی



ہاگ ڈورکیں ایسے ہاتھوں میں نہ پہنچ سہائے جن کے آبا و اجداد، اعزاء  
 اقارب کو اسلام کی حمایت میں موت کے گھاٹ اتارا ہے، اگر ایسے لوگ  
 بربر حکومت آگئے تو وہ ہم سے پورا پورا بدلہ لیں گے۔ ان کا یہ اندیشہ سولہ  
 آنے صحیح ثابت ہوا، بنی امیہ کے وہ لوگ فتح مکہ تک مخالفتِ اسلام میں میدان  
 میں ڈٹے رہے تھے اور آخر اسلام کو شکست خوردہ ذہنیت سے قبول  
 کیا ان کا اسلام، اسلامی غلبہ سے مجبور ہو کر جھکنا تھا۔ رسول اللہ جانتے  
 تھے کہ انہیں امور سلطنت میں شامل کرنا اور ان کو حکومت کی ذمہ داریاں  
 سپرد کرنا، اسلام کے لیے تباہی کے سامان مہیا کرنا ہے۔ اس لیے بھی انہیں  
 ذمہ دارانہ مناصب سپرد نہ کیے البتہ تالیفِ قلوب کے لیے انہیں کم و بیش  
 مالی مدد دیتے رہے تاکہ اگر ان پر نہیں تو ان کے ساتھ حسن سلوک کا اثر ان  
 کی آئندہ نسلوں پر پڑے حضرت ابوبکر کے زمانہ میں یہ لوگ فتوحات کے  
 دروازہ سے قصرِ اقتدار میں داخل ہوئے۔ ان کی فوجی خدمات کے معاوضہ  
 میں ان کو شام جیسے صوبہ کی گورنری الاٹ ہوئی۔ اور پھر استبدادی حکومت  
 کے درجہ تک پہنچی۔ وہ مسلمانوں کی ساری سلطنت کے نامزد مالک تھے  
 اور انہوں نے خاندانِ رسالت اور انصار پر وہ مظالم بپا کیے جو سلیم المصلح  
 انسانوں کو خواہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتے ہوں، خون کے  
 آنسو رلائیں گے۔ ان اسباب کے پیش نظر ہم وفاتِ رسول کے وقت  
 انصار کی نفسیاتی کیفیتوں کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ ان کی یہ جدوجہد  
 جارحانہ (offensive) حیثیت برعکس (defensive)

حیثیت کی تھی۔ مگر ان کی کمزوریوں نے ان کی باہمی بھڑپنے، ان کے باہمی حسد نے ان کے مقاصد کو پروان چڑھتے نہ دیا۔ ان کا یہ کہنا کہ ایک امیر قم میں سے ہو اور ایک ہم میں سے، یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ خلافت کو اس لیے نہیں چاہتے تھے کہ امت اسلامیہ کے مالک بن بیٹھیں۔ بلکہ ان کا انتہائی مدعا تھا کہ جن لوگوں سے ضرر پہنچنے کا امکان ہے ان کی ایذا رسانی کا امکان باقی نہ رہے۔ اس لیے وہ خلافت میں شرکت پر اتر آئے۔ انصار کو اندیشہ تھا کہ اگر مہاجرین اقتدار کی مسند پر پہنچ گئے تو وہ ہماری ذرین خدمات کے باوجود ہمیں ہمیشہ نظر انداز کیے رہیں گے۔ چنانچہ واقعات نے ان کے اس اندیشہ کو صحیح ثابت کیا۔

۱۔ جب حضرت عمر کی وفات کا وقت آپہنچا تو لوگوں نے انہیں اپنا جانشین مقرر کرنے کے لیے التجا کی۔ انھوں نے چند ایسے مرنے والوں کے نام لیے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلافت کے لیے نامزد کرتا۔ ان میں سے انصاری ایک بھی نہیں تھا۔ بلکہ صریحاً کہہ دیا کہ انصار کا خلافت میں حصہ نہیں۔

ب۔ شوری کے وقت آپ نے لوگوں کو یا معاشرۃ المہاجرین کہہ کر مخاطب کیا انصار کو مطلقاً نظر انداز کر دیا اور فرمایا احضر و امعکم من مشیوخ الا انصار لیس لہم من امرکم شیئاً۔ یعنی دوران مشاورت میں قم انصار کے چند بڑے آدمیوں کو بلا لیا مگر امر میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ خلافت کو آپ نے مہاجرین

امر یعنی مہاجرین کا معاملہ کیا۔

ج۔ الفاروق حصہ ۲ ص ۳۸ و ص ۳۹ پر حضرت عمر کے زمانہ کے عمال کی فہرست موجود ہے۔ ان میں بنو امیہ اور دشمنان علی کثرت سے موجود ہیں اور سوائے ایک کے کوئی انصاری نظر نہیں آتا۔

## سقیفہ بنی ساعدہ

حصول اقتدار کے لیے جدوجہد حضرت عمر کی پارٹی نے شروع کی تھی انصار نے ابتدا نہیں کی۔ جیسا کہ حضرت عمر کے اپنے بیان سے جسے صحیح بخاری نے درج کیا ہے۔ ظاہر ہے۔ فرماتے ہیں۔ حین تو فی اللہ ندیدہ ان الا انصار خالفونا واجتمعوا باسیرہم فی سقیفہ بنی ساعدہ وخالفت عنا علی والزبیر ومن معہما۔ جب خدا نے اپنے پیغمبر کو اٹھایا تو سب انصار نے ہماری مخالفت کی اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور علی اور زبیر اور دونوں کے ساتھیوں نے بھی مخالفت کی صحیح بخاری پ ۲ ص ۳۶۶ کتاب مجاہدین باب رحم الجہلی) لگے وفات رسول کے وقت حضرت عمر کی پارٹی کچھ کر نہیں رہی تھی تو پھر مخالفت کیسی؟

المختصر سرکار رسالت کے ارتحال پر طال کے بعد مہاجرین کے ان عزائم حصول اقتدار کے پیش نظر انصار سعد بن عبادہ کے گرد جمع ہوئے اور انہیں وفات سرکار رسالت کی خبر دی اور مہاجرین کے ارادوں سے آگاہ کیا۔ سعد بیمار تھے انہوں نے اپنے بیٹے قیس سے کہا کہ مجھ میں تو مرض کی وجہ سے اس مجمع کو

مخاطب کرنے کی طاقت نہیں۔ لیکن تو مجھ سے سنتا جا اور انہیں با آواز بلند پہنچائے  
جا، سعد اپنے بیٹے سے کہتا ہستہ کہ جلتے تھے اودان کا بیٹا  
تمام لوگوں کو اس قدر بلند آواز سے سنائے جا رہا تھا کہ تمام مجمع سن لے۔

**سعد بن حبادہ کی تقریر** | حمد وثنائے الہی کے بعد حضرت سعد نے  
انصار کو اس طرح مخاطب کیا۔

اے گروہ انصار! تم کو دین میں سبقت حاصل ہے اور اسلام میں  
ایسی فضیلت حاصل ہے جو عرب کے کسی اور قبیلہ کو نہیں ہے  
کیونکہ جناب رسالتؐ اپنی قوم میں بارہ سال تک تبلیغ فرماتے  
رہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دیتے  
رہے مگر ان کی قوم میں سے ٹھوسے سے لوگ ایمان لائے۔ بخدا  
عزوجل ان میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ سرکار رسالتؐ کی حمایت  
کرتے اور ان کو عزت کے ساتھ رکھتے۔ وہ آنحضرتؐ کے دین  
سے ناواقف تھے اور دشمنوں کو اپنے سے دور نہیں رکھ سکتے  
تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا تمہیں فضیلت و کرامت عطا فرمائے  
اور اپنی نعمت سے تمہیں مخصوص کیا اور تمہیں ایمان سے سعادت  
اندوز کیا۔ تمہیں آنحضرتؐ کو اور ان کے اصحاب کو عزت کے  
ساتھ رکھنے کی بزرگی عطا کی اور تمہیں ان کے دین کو قوی کرنے کی  
توفیق سے سرفراز فرمایا کہ تم ان کے دین کو قوی کرو اور ان کے  
مخالفوں سے جہاد کرو۔ پس تم رسول اللہؐ کے مخالفین پر سخت ترین



تھے۔ جو غیر لوگ بھی حضور کے دشمن تھے ان کے خلاف بھی تم نے  
آنحضرتؐ کی حمایت کی۔ یہاں تک کہ امرتسدا کو استقامت ہوئی  
اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد سے اپنے رسول کے لیے ملک کو مسخر  
کیا۔ اور عرب کے لوگ تمہاری تلواروں سے مغلوب ہوئے۔ اور  
پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو اپنے پاس بلایا۔ اور بوقت  
رحلت وہ تم سے راضی تھے، اس امر خلافت کے لیے اپنے  
ہاتھوں کو مضبوط کر لو۔ کیونکہ اس امر میں دوسرے لوگوں سے زیادہ  
تم خلافت کے مستحق ہو۔“

تمام انصار نے اس بات کو قبول کیا اور کہا کہ آپؐ کی رائے بہت صحاب  
ہے۔ اور اس امر خلافت کے لیے آپؐ نہایت موزوں ہیں۔ اور اس  
کے ہر طرح سے اہل ہیں۔

حضرت ابوبکر کا ورود | اسی عرصہ میں حضرت ابوبکر حضرت عمر اور  
ابوعبیدہ بن الجراح کو لیے ہوئے  
آپہنچے۔

انصار کے ایک خطیب کی تقریر | خدا کی حمد و ثناء کر کے  
کہنے لگا :-

ہم انصارِ خدا اور شکرِ اسلام ہیں۔ اور تم اے ہاجرین معذور  
چند۔ ہم میں سے تم نے باہتہ روی مشورہ کیا اور تمہارا امان  
ہے کہ ہم سب کو نکال کر باہر کر دو اور خلافت سے

ہمارا واسطہ ہی نہ رکھو۔

اس بیان سے بھی ظاہر ہے کہ مہاجرین حصول اقتدار کے لیے مشورے کر رہے تھے۔ ان مشوروں کی بنا پر انصارِ حقیقہ میں جمع ہوئے تھے۔ ابتداً انصار سے نہیں ہوئی بلکہ مہاجرین نے کی تھی۔ انصار کے اس خطیب کے اس بیان کی مہاجرین نے اپنی تقریروں میں تردید بھی نہیں کی۔

جب انصار کے خطیب کی تقریر ختم ہوئی تو حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول و حضرت ابوبکرؓ کو کچھ کہنا چاہا کیونکہ میں موقعہ کے لیے ایک عمدہ تقریر تیار کر کے لایا تھا اور میں بعض امور کی گوشمالیوں کو آپ سے دور کرنا چاہتا تھا۔ اس بیان سے بھی ثابت ہے کہ مہاجرین حصول اقتدار کے لیے باقاعدہ تیاریاں کر رہے تھے۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انصار کا اجتماع سن کر بلا سوچے سمجھے حقیقہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہو پڑے تھے جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو تقریر کرنے سے روک دیا اور خود کھڑے ہو گئے اور اس طرح تقریر فرمائی :-

**حضرت ابوبکرؓ کی تقریر** "بہ تحقیق کہ خدائے عزوجل نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

پس انہوں نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو اللہ تعالیٰ نے ہماری پیشانیوں اور دلوں کو ان کی طرف مائل کیا۔ پس ہم گروہ مہاجرین سب سے پہلے اسلام لائے جو اس کے بعد اسلام لائے انہوں نے ہماری

پیروی کی اور ہم رسول اللہ کے قرا بتدار ہیں اور نسب کے لحاظ سے  
 ہم اوسط العرب ہیں۔ عرب کا کوئی قبیلہ نہیں لیکن یہ کہ اس امر میں قریش  
 کیلئے اثر و رسوخ نہ ہو، یعنی ہر ایک قبیلہ میں قریش کا اثر اور ان کے آدمی موجود  
 ہیں اور تم بھی خدا کی قسم وہ جو جنہوں نے پناہ دی اور نصرت کی۔ اور تم  
 دین میں ہمارے وزیر ہو اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر  
 ہو، اور تم کتاب خدا کی رو سے ہمارے بھائی ہو اور دین خدا میں  
 ہمارے شریک ہو، اور ہمارے ساتھ سختی اور نرمی میں رہے ہو  
 خدا کی قسم کوئی چیز نہ تھی کہ جس میں تم ہمارے ساتھ نہ تھے۔ تمام لوگوں کی  
 نسبت تم ہمارے بہت زیادہ محبوب ہو۔ اور سب سے زیادہ مکرم  
 ہو۔ سب سے زیادہ رقبائے خدا میں راضی رہنے والے اور اس  
 کے حکم کی اطاعت کرنے والے تھے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو  
 تمہارے پاس بھیجا۔ پس تم مہاجرین پر حسد نہ کرو اور تم ان کی مدد  
 کرو اور تم ہمیشہ اپنے مہاجرین بھائیوں کی مدد کرتے رہے ہو۔ اور  
 سب لوگوں سے زیادہ تم اس بات کے مستحق ہو کہ اس امر میں تمہاری  
 طرف سے اختلاف نہ ہو اور تم اپنے بھائیوں پر اس خیر و برکت کی  
 دھیرے حسد نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہے۔ اور اب میں تم کو  
 بتاتا ہوں ابو جہشیدہ یا عمر کی اطاعت کی طرف۔ میں نے ان دونوں  
 کو تمہارے لیے اور اس امر غلاقت کے لیے پسند کیا ہے اور  
 دونوں اس کے لیے موزوں ہیں۔“

**حضرت عمر اور ابو عبیدہ کا انکسار** اے ابوبکر! لوگوں میں سے کسی

اوپر فوقیت رکھنے، تم صاحب غار ہو، دو میں کے ایک ہو، رسول اللہؐ نے تمہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا، سب لوگوں سے زیادہ تم خلافت کے مستحق ہو۔

**انصار کا جواب** خدا کی قسم ہم تم پر کسی نیکی کی وجہ سے حسد نہیں کرتے۔ جو ان

انصار نے تم کو پہنچائی ہو اور تمام خلق خدا میں تم سے زیادہ

ہمیں کوئی محبوب نہیں ہے اور نہ ہم کسی اور پر تم سے زیادہ خوش ہیں۔ لیکن ہم تم سے

ہیں کہ اس کے بعد اس امر خلافت کو کوئی ایسا شخص حاصل نہ کرے جو نہ ہم میں سے

ہو نہ تم میں سے (حضرت معاویہ حبیباً) اور اگر تم آج ایک حاکم ہم میں سے اور ایک

اپنے میں سے لے لو تو ہم بیعت کریں (انصار کی پہلی کمزوری) اور باطنی ہوجائیں

اس امر پر کہ اگر ایک انصار میں کا حاکم ہلاک ہو جائے تو دوسرا انصار میں سے

منتخب کر لیا جائے۔ اور اگر مہاجرین میں کا حاکم ہلاک ہو جائے تو دوسرا مہاجرین میں سے

منتخب کر لیا جائے۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ تک قائم رہے جب تک کہ یہ امت باقی ہے اور یہ مناسب

کہ امت محمدیہ میں اس طرح عدل کیا جائے برعکس اسکے کہ اگر قریشی کو حکومت مل گئی تو انصاری اس کی

مخالفت کریگا اور اگر انصاری کو حکومت مل گئی تو وہ دوسرے کا کہ قریشی اس کی مخالفت کریگا۔

**حضرت ابوبکر کی تقریر** حضرت ابوبکرؓ طرے ہوئے اور بعد محمدؐ ثنائے

الہی کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر محمد مصطفیٰؐ کو مبعوث فرمایا اور

ان کی امت پر ان کو گواہ مقرر کیا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔



وہ حالیکہ وہ اس زمانے میں مختلف خداؤں کی پرستش کرتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ وہ سب معبودان کی شفاعت کریں گے اور انہیں نفع پہنچائیں گے۔ حالانکہ وہ سب پتھر کے تراشے ہوئے اور لکڑیوں کے زندہ کیے ہوئے تھے۔ پس رجوع کرو تم آیت ”ما تعبدون من دون اللہ“ کی طرف۔ پس اہل عرب کو ہر معلوم ہوا کہ اپنے آبا و اجداد کے دین کو ترک کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو مخصوص کر لیا کہ ایسے وقت میں اس کے نبی کی تصدیق کریں۔ اس پر ایمان لائیں اور جو نذائیں ان کی قوم پہنچائے ان پر صبر کریں۔ تمام قوم ان کی تکذیب و تحقیر کرتی تھی۔ اور تمام لوگ ان کے مخالف ہو گئے تھے، لیکن وہ باوجود اپنی قلت تعداد کے اور قوم کے غلبہ کے گھبرائے نہیں۔ پس پہلے وہ لوگ ہیں جنہوں نے زمین پر خدا کی عبادت کی۔ اور پہلے وہ لوگ ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان لائے۔ اور وہ رسول خدا کے اولیا اور قرابتدار ہیں۔ اور اس امر خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی تنازعہ نہیں کرے گا لیکن وہ جو ظالم ہو گا۔ اور تم اسے معاشرۃ الانصار وہ جو جن کی فضیلت کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس نعمت کا جو تمہیں اسلام میں حاصل ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دین اور اپنے رسول کا انصار بنایا ہے۔ اور تمہاری طرف اپنے رسول کی ہجرت قرآنی ہے

پس ہماجرین اولین کے بعد منزلت میں ہمارے نزدیک تم سے زیادہ  
 اند کوئی نہیں ہے۔ پس ہم امیر میں اور تم وزیر ہو، ہم جو کام کریں گے  
 اور جو امور طے کریں گے وہ تمہاری صلاح و مشورہ سے ہونا کرے گا۔“

جواب بن مسد رانصاری کی تقریر | اس کے بعد جواب بن مسد  
 انصاری کھڑے ہوئے

اور کہا :-

”اے گروہ انصار! اپنے ہاتھوں پر قابو رکھو۔ یہ لوگ تمہاری حمایت  
 میں اور تمہارے سایہ کے نیچے ہیں۔ اور ان میں طاقت نہیں کہ  
 تمہاری مخالفت کریں۔ تم لوگ اہل عزت و ثروت ہو، تمہاری تعداد  
 زیادہ ہے۔ تم صاحب بزرگی ہو اور لوگوں کی نظر تم پر لگی ہوئی ہے کہ  
 تم کیا کرتے ہو۔ پس تم انہیں میں مخالفت نہ کرو کہ تمہارے مشورہ میں  
 فساد نہ پڑے اور تمہارے امور ناکام نہ ہو جائیں۔ تم پناہ دینے والے  
 ہو۔ تمہاری طرف رسول اللہ کی ہجرت ہوئی اور تم ہی سابقین میں سے  
 ہو، جیسا کہ ہماجرین ہیں۔ اور تم ان سے پہلے صاحب خانہ و صاحب  
 ایمان ہو، خدا کی قسم انہوں نے خدا کی عبادت علانیہ نہیں کی، لیکن  
 تمہارے شہر میں، اور نماز جامع کہیں نہیں ہوئی لیکن تمہاری مسجدوں  
 میں۔ عرب اسلام کے لیے مغلوب نہیں ہوئے مگر تمہاری تلواروں سے  
 پس تمہارا حصہ اس امر خلافت میں سب سے زیادہ ہے اور اگر یہ لوگ  
 انکار کریں تو ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر ان میں سے ہو۔“

## حضرت عمر کی تقریر | اس طرح تقریر فرمائی :-

افسوس ہے کہ دو تلواریں ایک تیار میں جمع نہیں ہو سکتیں اور عز  
اس کو گوارا نہیں کریں گے کہ تم ان پر حکومت کرو۔ حالانکہ ان کا نبی  
تم میں سے نہیں تھا۔ یہ ضروری ہے کہ اس امر خلافت کے  
لوگ والی و حاکم ہوں جن میں نبوت رہی ہے۔ ہم میں سے نبی کا  
ہونا ہمارے مخالفین کے اوپر حجت ظاہرہ اور دلیل باہرہ ہے۔ ہم  
سے محمد کی حکومت و میراث کے لیے کون تنازعہ کر سکتا ہے۔  
در حالیکہ ہم آنحضرت کے اولیا و قرابت دار ہیں جو ہم سے اس امر  
کا تنازعہ کرے گا وہ ظالم و گنہگار ہوگا اور دوطہ ہلاکت میں پڑے گا۔  
یہ ہے سیاست، کہیں کہا جا رہا ہے کہ عربوں کو یہ گوارا نہیں کہ نبوت و خلافت  
ایک خاندان میں جمع ہو اور کہیں یہ کہا جا رہا ہے کہ عرب کیسے گوارا کریں گے۔ کہ  
ایسا شخص خلیفہ ہو جو خاندان رسالت سے نہ ہو، کہیں کہا جا رہا ہے کہ نبی کا کوئی  
وارث نہیں ہوتا اور کہیں نبی کی میراث کے حق پر ان کے اولیا و قرابت دار بن کر  
خلافت پر قبضہ کرنے کی عودیں پیدا کی جا رہی ہیں۔ کہیں کتاب خدا کافی کہا جا رہا  
ہے اور کہیں رسول اللہ کی احادیث بیان کر کے اپنا استحقاق تبلا یا جا رہا ہے وقت  
وقت کی بات ہے۔ جیسا وقت ویسی بات۔ یہ تشنت فکر (Inconsistency  
of thought) کا سنگ بنیاد ہے جو مسلمانوں کی سیاست کے اولین شخص  
کے ہاتھ سے رکھا جا رہا ہے۔

جواب بن منذر کا جواب | اب پھر جناب بن منذر کھڑے ہوئے اور کہا:-

اے معشر انصار! اپنے پر قابو رکھو اور اس شخص اور اس کے ساتھیوں کی باتوں کو نہ سنو، ورنہ اس امر خلافت میں تمہارا حصہ جاتا رہے گا۔ اگر یہ اس سے انکار کریں جو تم چاہتے ہو تو تم ان کو اپنے شہر سے نکال باہر کرو۔ اور پھر اپنے اوپر اور ان لوگوں پر اس شخص کو حاکم بنا دو جس کو تم چاہتے ہو کیونکہ خدا کی قسم تم اس امر کے مستحق ہو۔ کیونکہ اس امر کو تم نے اپنی تلواروں سے حاصل کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر تم چاہو تو ہم اس کو پھر پہلے کی طرح کر دیں۔ میرے قول کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا جو کرے گا اس کو تلوار سے جواب دوں گا۔ اس پر حضرت عمر نے کہا کہ یہ جناب بن منذر ہیں جو میری بات کا جواب دے رہے ہیں۔

حضرت عمر کو اس موقع پر ایک حدیث یاد آگئی | میرے لیے ممکن نہیں کہ میں جناب بن منذر کی مخالفت کروں۔ کیونکہ ایک دفعہ رسول اللہ کی زندگی میں میرے اور ان کے درمیان جھگڑا ہو

گیا تھا۔ رسول اللہ نے مجھے منع فرمایا تھا اور میں نے اس دن سے قسم کھائی ہے کہ میں کبھی ایسی بات نہیں کہوں گا جو ان کو بُری لگے۔ پھر ابو عبیدہ بن الجراح کھڑے ہوئے اور کہا:-

ابو عبیدہ بن الجراح کی تقریر | اے گروہ انصار! آپ حضرات نے سب سے پہلے نصرت کی اور پناہ



ی ہے۔ اب آپ اس کو سب سے پہلے تبدیل کرنے والے اور بدلنے والے بنیں۔

بشیر بن سعد انصاری رحمتیں کتاب الامارت والسیاستہ میں غلطی سے قیس بن سعد لکھا گیا ہے۔ اس نے دیکھا کہ تمام قوم سعد بن عبادہ کو امیر بنانے پر متحد و متفق ہے تو وہ حسد کی وجہ سے سعد بن عبادہ کی مخالفت پر مکر سبتہ ہوئے۔ اور بشیر قبیلہ خزرج کے سرداروں میں سے تھے۔ اس لیے انھوں نے محبت حضرت ابوبکر میں ہمیں بلکہ سعد بن عبادہ کی مخالفت اور ان سے حسد کی وجہ سے کہا:-

**بشیر کی تقریر** | اے گروہ انصار! چونکہ جہاد میں ہم صاحبِ فضیلت ہیں اور دین میں سبقت رکھنے والے ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ

سوائے رضائے الہی اور طاعتِ رسول کے کسی خود غرضی سے کام نہ لیں یہ ہمارے لیے مناسب نہیں ہے۔ ہماری خدمات اسلام رضائے الہی اور طاعتِ نبی کے لیے تھی۔ اس کا اجر ہمیں اس کی بارگاہ سے ملے گا۔ ان خدمات کو جتنا حکومت کو حاصل کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ جناب رسالتِ مآب قریش سے تھے۔ اس لیے ان کی قوم ان کے وراثہ کی مستحق ہے اور ان کی بجائے حکومت کرنے کی زیادہ سزاوار ہے۔ ہمیں ان کی مخالفت کا حق نہیں ہے خدا سے ڈرو اور انہیں دھوکہ نہ دو۔

**بیعت حضرت ابی بکر** | پھر حضرت ابی بکر کھڑے ہوئے اور کلام

تفرقہ پیدا نہ کرو اور میری یہ نصیحت ہے کہ تم ان دونوں میں سے ایک کی

بیعت کر لو۔ ابو عبیدہ بن الجراح یا حضرت عمر کی۔

**حضرت عمر کا انکسار** | حضرت عمر نے کہا:-

"معاذ اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ

آپ ہمارے درمیان موجود ہوں اور لوگ ہماری بیعت کریں آپ  
اس امر کے ہم سے زیادہ مستحق ہیں ہم سے پہلے آپ کو صحبت رسول  
حاصل ہوئی اور مال میں ہم سب سے زیادہ ہو، مہاجرین میں سب  
سے بہتر ہو۔ آپ غار میں رسول اللہ کے ساتھ تھے اور دو میں  
کے ایک ہو۔ کس کے لیے جائز ہے کہ آپ سے آگے بڑھے اور  
خلافت حاصل کرے۔ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے میں بیعت کرتا  
ہوں، عمر اور ابو عبیدہ بیعت کرنے کے لیے بڑھے۔ ان  
دونوں سے پہلے بشیر بن سعد انصاری نے جھپٹ کر بیعت کر لی۔  
جناب نے باواؤ بلند کہا۔

**جناب بن منذر کی تقریر**

اے بشیر! چھوڑنے والے

نے تجھے چھوڑ دیا۔ یعنی قبیلہ نے تجھے عاق کر دیا۔ کس نے  
تجھے اس بات پر مجبور کیا کہ تودہ کرے جو تو نے کیا۔ تو نے اپنے  
ابن عم سعد بن عبادہ پر حسد کیا۔

اس پر بشیر نے کہا:-

خدا کی قسم میں نے اس امر کو مناسب نہ جانا کہ مہاجرین سے  
اس امر میں جھگڑا کروں جو اس امر کے مستحق ہیں۔

اوس و خزانہ کی پرانی عدوات | جب قیدی اوس کے لوگوں نے یہ دیکھا  
 نے حضرت ابوبکر کی مدد کی | کہ صاحبین اپنا آدمی مقرر کرنا چاہتے ہیں  
 اور خزانہ سعد بن عبادہ کو امیر بنانا چاہتے

ہیں تو ان میں سے چند لوگ آپس میں کہنے لگے (اور اسید بن حضیر ان میں سے  
 ایک تھا) کہ اگر تم ایک دفعہ سعد کو اپنا امیر بنا لو گے تو پھر ہمیشہ خزانہ کو یہ فضیلت تم  
 پر رہے گی کہ تم کو اس میں کبھی حصہ نہیں ملے گا۔ لہذا چلو کھڑے ہو جاؤ۔ اور  
 ابوبکر سے بیعت کرو۔ اس لیے موجودہ زمانے کے بالغ نظر مورخوں کا خیال ہے۔  
 کہ اگر اکس و خزانہ میں رقابت نہ ہوتی تو خلافت کبھی حضرت ابوبکر کو نہ ملتی۔  
 (تاریخ اسلام سید عبدالقادر ایم۔ اے) اس طرح حضرت ابوبکر کی اثر دہانی  
 ذہنیت (mass mentality) سے بیعت ہونے لگی۔

آپس میں منہ کا منہ آرائی | اس پر جناب ابن منذر کھڑا ہوا اور اپنی تلوار کو  
 بکڑ لیا۔ لوگ اس کی طرف دوڑے اور اس کی

تلوار چھین لی۔ وہ اپنی چادر لوگوں کے منہ پر مارتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ بیعت  
 سے فارغ ہوئے۔ اس پر جناب ابن منذر نے کہا اے گروہ انصاری گویا میں دیکھتا  
 ہوں کہ تمہاری اولاد ہاجرین کی اولاد کے دروازوں پر کھڑی ہے۔ بھیک مانگ  
 رہی ہے اور وہ پانی بھی نہیں دیتے۔

حضرت ابوبکر کا جواب | حضرت ابوبکر نے کہا کیا یہ ڈر تم کو ہم سے  
 ہے۔ جناب نے کہا، تم سے یہ ڈر نہیں ہے  
 بلکہ ان سے ہے جو تمہارے بعد آئیں گے۔ ابوبکر نے جواب دیا کہ اگر ایسا

ہوگا۔ تو پھر تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو اختیار ہوگا جو چاہو کرو۔ ہماری اطاعت تم پر نہیں رہے گی۔ جناب نے کہا کہ انہوں نے کہا ہے کہ جب میں اور آپ مر جائیں گے تو پھر وہ لوگ آئیں گے جو ہمارے لیے ہلائیں اور سختیاں اپنے ساتھ لائیں گے

**سعد بن عبادہ کا بیعت سے انکار** | سعد بن عبادہ نے کہا اے ابوبکر

خدا کی قسم اگر مجھ میں خیلنے کی طاقت ہوتی تو تو میری ایسی آواز سنتا جو تجھے اور تیرے اصحاب کو یہاں سے نکال دیتی اور تو اپنے ہی لوگوں میں جا ملتا۔ جو ہمیشہ خادم اور مطیع رہے، نہ کہ مخدوم مطاع۔ جو ہمیشہ گناہم رہے نہ کہ صاحب عزت۔

حضرت ابوبکر سے سب لوگوں نے بیعت کر لی۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ سعد بن عبادہ پیروں میں کچل جائے، سعد نے کہا کہ تم نے مجھ کو مار ڈالا۔ لوگوں نے شور مچایا، دیکھتا سعد کچلے نہ جا میں۔ حضرت عمر نے کہا اس کو خدا کچلے سعد اپنی ناکامی پر پہلے سے متاسف تھے، سخت بدتم ہوئے اور لوگوں سے کہا مجھے یہاں سے لے چلو۔

حضرت ابوبکر نے حضرت سعد سے کچھ دن بالکل تعرض نہ کیا۔ بعد میں آدمی کو بھیجا کہ یہاں آکر بیعت کریں۔ انہوں نے بیعت سے قطعاً انکار کیا۔ حضرت عمر نے کہا ان سے بیعت ضرور لیجئے۔ بشر بن سعد انصاری بیٹھے تھے، بولے کہ اب وہ انکار کر چکے ہیں۔ کسی طرح بیعت نہیں کریں گے۔ مجبور کیجئے گا



تو کشت و خون کی نوبت آئے گی۔ وہ اٹھیں گے تو ان کا گھر اور کنبہ بھی اسٹھٹے گا۔ جس سے ممکن ہے کہ تمام خنزرج اٹھ کھڑے ہوں اس لئے ایک سوئے فتنہ کو جگانا ٹھیک نہیں۔ میرے خیال میں ان کو یونہی چھوڑ دیجئے۔ ایک آدمی ہیں کیا کریں گے، اس راستے کو سب نے پسند کیا۔ حضرت سعد حضرت ابو بکر کی خلافت تک بدینہ منورہ میں مقیم رہے، بعد میں ترک وطن کر کے شام کی سکونت اختیار کی اور دمشق کے قریب حونان کا علاقہ نہایت سرسبز و شاداب تھا۔ اسی کو اپنے رہنے کے لیے پسند فرمایا۔

۵۱ھ میں انتقال ہوا، کسی نے مار کر غسل خانہ میں ڈال دیا تھا۔ گھر کے لوگوں نے دیکھا تو بالکل جان نہ مٹی تمام جسم نیلا پڑ گیا تھا۔ قاتل کی بہت تلاش ہوئی لیکن کچھ نہ چلا۔ ایک غیر معلوم سمیت سے آواز آئی: ”ہم نے خنزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کیا۔ ایک تیر مارا جو خالی نہیں گیا۔“ چونکہ قاتل نہیں ملا اور آواز سنی گئی، یعطوبہ کا خیال ہے کہ کسی جن نے قتل کیا ہے۔

سقیفہ بنی سعد کے الیکشن میں حضرت ابو بکر کے خلافت کھڑے ہونے والے انصار کے نمائندے کی زندگی کا اس طرح خاتمہ ہوا اور انہوں نے کسی سے بیعت نہیں کی۔ یہ ہے سقیفہ بنی ساعدہ کی کاروائی کا انٹرشہ۔ ابوقتیہ الذہیری کی کتاب الامۃ والسیاستہ سے نقل کیا گیا ہے۔

بعض دوسرے مورخین اہل سنت نے اس کے بعض جزئیات کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔

۱۔ سیر الانصار جلد ۲ ص ۲۹ و ص ۳۔ کتاب الامامۃ والسیاستہ ص ۱۱

حضرت عمرؓ نے اس معاملہ خلافت میں اپنی جدوجہد کو اپنی زبان سے اس طرح بیان کیا ہے:-

مقیفہ میں بیعت کا جھگڑا شروع ہوا۔ تو اذانیں بلند ہو گئیں اور شہر و  
فل ہونے لگا۔ مجھے اختلاف کا خوف ہوا۔ یہ خیال کر کے میں نے ابوبکر  
سے کہا ہاتھ بڑھاؤ۔ میں تمہاری بیعت کروں۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا دیا میں  
نے جھپٹ اس پر بیعت کر لی۔ پھر اور لوگوں نے بیعت کی۔ پھر عمرؓ سعد  
بن عبادہ پر ٹوٹ پڑے، اس پر کسی نے کہا، ہائے تم لوگوں نے سعد  
کو قتل کر دیا۔ میں نے کہا اللہ سعد کو قتل کرے۔  
علامہ طبری لکھتے ہیں:-

ہر طرف سے لوگ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنے لگے اور قریب تھا  
کہ سعد بن عبادہ کو روند ڈالیں۔ جس پر سعد کے ساتھیوں سے کچھ لوگوں  
نے کہا سعد کو چھوڑ دو۔ ان کو نہ روندو۔ اس کے جواب میں حضرت عمرؓ  
نے کہا سعد کو قتل کر ڈالو، خدا بھی اس کو قتل کر دے۔ پھر ان کے  
سر پر چڑھ کر کہتے لگے، میں نے ٹھان لیا ہے کہ تم کو کچل ڈالوں، کہ  
تمہارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اس پر سعد نے حضرت عمرؓ کی  
داڑھی پکڑ لی، اور کہا، خدا کی قسم اگر تم نے میرا ایک بال بھی اکھاڑا تو  
میں تمہارے کل دانت توڑ ڈالوں گا۔ اور تم اپنے گھر اس طرح واپس  
جاؤ گے کہ تمہارے منہ میں کوئی دانت نہیں ہوگا۔ تب حضرت ابوبکرؓ

سہ تاریخ کمال جلد ۲

نے کہا اے عمر اپنے آپ کو روکو۔ یہ موقعہ نرمی کا ہے۔ اسی سے کام  
 نکلے گا۔ اس پر حضرت سعد کے اوپر سے اتار سے تو سعد نے کہا  
 خدا کی قسم اگر میں بیمار نہ ہوتا اور مجھ میں اتنی قوت بھی ہوتی کہ خود سے  
 اٹھ سکتا تو تم مدینہ کی سڑکوں اور گلیوں میں میری وہ ہدایت ناک  
 آواز سنتے جس پر تم بھی اور تمہارے ساتھی بھی خودت سے زمین کے  
 سوراخوں میں گھس جاتے۔ خدا کی قسم اگر میری صحت درست رہتی  
 تو میں تم کو ان لوگوں میں ملا دیتا جن کے تم رعیت بن کر رہتے، اور  
 سردار نہیں بننے پاتے۔ مگر میرے مرض نے مجھے بے بس کر دیا ہے  
 پھر اپنے ساتھیوں سے کہا، مجھے اس جگہ سے اٹھا کر لے چلو۔ لوگ  
 ان کو اٹھا کر لے گئے اور ان کو گھر پہنچا دیا۔

اس کاروائی پر ہم دو غیر مسلم مفکرین کے افکار درج کرتے ہیں:۔  
 آریل ٹاٹیلر (Tattler) لکھتے ہیں:۔

”محمد نے خود ہی اپنے داماد علی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنا دیا تھا  
 لیکن آپ کے خسر ابو بکر نے لوگوں کو اپنی پارٹی میں لے کر خلافت پر  
 قبضہ کر لیا۔“

سٹرڈین پورٹ (Dewnport) اپنی کتاب خلافت میں  
 لکھتے ہیں:۔

ریخ بیری جلد ۳ ص ۱۱۰۔  
 ادیت تاسیخ (Elements of General History) ص ۲۲۹ مطبوعہ اشاعت از آریل  
 ٹاٹیلر۔

حضرت عمرؓ کے اس طرح بڑی بلکہ شہ محابا کردار کا باعث ہے کہ  
 یہ خیال ہوا کہ ابوبکرؓ جو تکہ من پسیدہ ہیں اس نسبت سے وہ رسولؐ کے  
 بعد غالباً بہت دن زندہ نہیں رہیں گے۔ انہوں نے امید کی کہ ٹھیک  
 اس ترکیب سے وہ خود ابوبکرؓ کے خلیفہ ہو سکتے ہیں بشرطیکہ علیؓ  
 خارج کر سکیں کہ وہی ایک مد مقابل تھے۔ جن سے ان کو کسی  
 سے خوف کرنا پڑتا تھا۔

## سوالات

- ۱۔ رسالت کے بعد حکومت کے متعلق کن خیالات نے
- کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر گروہ کے خیالات بیان
- ۲۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت عمرؓ کا مکالمہ کیا
- ۳۔ اس سے نتیجہ نکال کر پیش کیجئے۔
- ۴۔ مہاجرین نے حصول اقتدار کے لیے پہلے سے کیا سکیم بنائی
- وفات رسولؐ پر حضرت عمرؓ نے اس سیاسی سکیم کو برو
- ۵۔ لائے گئے۔ یہ کیا سیاسی رویہ اختیار کیا؟
- ۶۔ انصار کی غراست پر روشنی ڈالیں اور بتائیے کہ وہ
- منصب خلافت پر دیکھنا چاہتے تھے؟

سے خلافت (Khilafat by Deenport)



حضرت ابوبکر پر مختصر نوٹ لکھیے۔

وفات رسول کے اخفاء کے لیے حضرت عمر نے کیا صورت اختیار کی، اسے سیاسی نقطہ نگاہ سے بیان کیجیے۔  
سفینہ میں انصار کے اجتماع کے کیا اسباب تھے۔ ان اسباب کے باوجود کیا ان کا یہ اقدام مناسب تھا؟ انصار کی کامی کے کیا اسباب تھے؟

انصار کو جو اندیشہ تھا بعد کے واقعات نے اسے کس طرح صحیح ثابت کیا؟

ثابت کیجئے کہ حصول اقتدار کی جدوجہد انصار نے نہیں بلکہ حضرت عمر کی پاسی نے شروع کی تھی۔

حضرت سعد بن عبادہ کی تقریر لکھیے اور بتلائیے کہ یہ تقریر کن حالات میں اور کس طرح کی۔ اور اس تقریر کا انصار نے کیا جواب دیا؟

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے سفینہ میں پہنچنے پر انصار کے خطیب نے کیا تقریر کی اور اس تقریر پر حضرت عمر کیا کرنا چاہتے تھے۔ ان واقعات سے ثابت کیجئے کہ رسول پر اقتدار کی جدوجہد میں ابتدا مہاجرین سے ہوئی ہے انصار سے نہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکر کی تقریر اور تجویز کو بیان کیجئے اور اس پر

حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ کا منکسرانہ جواب لکھیے۔  
 ۱۳۔ اس تقریر کا انصار نے کیا جواب دیا۔ اس جواب میں ان کو  
 کمزوری کیا تھی؟ اس کمزوری کو انہوں نے کس اندیشہ کے پیش  
 اختیار کیا؟

۱۴۔ حضرت ابو بکر نے انصار کے جواب پر کیا تقریر کی اور جناب ابن  
 نے اس کا کیا جواب دیا؟

۱۵۔ حضرت عمر کی تقریر اور جناب ابن منذر کا جواب لکھ کر اور پھر ابو  
 کا قول لکھیے۔

۱۶۔ بشیر بن سعد انصاری نے کیوں اور کس طرح اپنے قبیلہ کے مخالفین  
 کی تائید کی۔

۱۷۔ حضرت ابو بکر کی کس طرح بیعت ہوئی۔ اس پر جناب ابن منذر نے کیا  
 ۱۸۔ اس اور خروج کی رقابت کو لکھ کر ثابت کیجیے کہ اگر اس  
 کی مخالفت نہ ہوتی تو حضرت ابو بکر کی بیعت نہ ہوتی۔ اس  
 جناب ابن منذر نے انصار کے مستقبل کے متعلق کیا کہا اور حضرت  
 ابو بکر نے اس کا کیا جواب دیا؟

۱۹۔ سعد بن عبادہ کے انکار بیعت پر منکامہ آرائی کو بیان کیجیے۔  
 ۲۰۔ اس نے اس سے کیا سلوک کیا اور اس کے انجام کو بیان کیا۔

۲۱۔ سقیفہ میں حضرت ابو بکر کی بیعت پر غیر مسلم مفکرین کے خلاف  
 کو بیان کیجیے۔

# چھٹا باب

تھنیہ بیعت حضرت ابی بکر (مدینہ طیبہ)

## دوسرا دن

بنو ہاشم کا حضرت علی کے گرد اجتماع | بنو ہاشم حضرت علی کے پاس جمع ہوئے۔ اور ان

میں زبیر بن العوام بھی تھے اور ان کی والدہ صفیہ بنت عبد المطلب تھیں۔ اور وہ اپنے آپ کو بنو ہاشم میں ہی شمار کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ حضرت ابوبکر کی سقیفہ میں جس طرح بھی ہوئی بیعت ہو چکی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر اور ابوعبیدہ بن الجراح ان کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں تم کو یہاں کیوں جمع دیکھتا ہوں، اٹھو اور حضرت ابوبکر کی بیعت کرو، میں نے اور انصار نے ان کی بیعت کر لی ہے۔

بنو امیہ اور حضرت عثمان وغیرہ کی بیعت | اس پر سعد بن عثمان اور تمام بنو امیہ نے حضرت

ابوبکر کی بیعت کر لی۔ پھر سعد اور عبدالرحمن اور ان کے تمام ساتھی اُٹھے۔ انھوں

نے بھی بیعت کر لی۔ حضرت علی علیہ السلام، حضرت عباس اور تمام بنو ہاشم جو ان کے ساتھ تھے بغیر بیعت کیے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اور ان ہی کے ساتھ زبیر بن العوام بھی تھے۔ انھوں نے انکار کیا اور تلوار لے کر نکلے۔

**حضرت عمر کی سختی اور بحیر بیعت** | حضرت عمر گھبرا کر لوگوں سے کہنے لگے۔ اس آدمی کو پکڑ لو۔ لوگوں نے

اس کو پکڑ لیا۔ مسلمہ ابن اشتم نے اچھل کر تلوار چھین لی اور زبیر کو دیوار سے مارا اور اسے پکڑ کر لے گئے۔ اس حالت میں اس نے بیعت کر لی اور اسی طرح بہ جبر و اکراہ بنی ہاشم نے بھی بیعت کر لی۔

**حضرت علی کا بیعت اپنی بکر سے انکار** | پھر حضرت علی کو پکڑ کر حضرت ابو بکر کے پاس

لائے۔ حضرت علی فرما رہے تھے کہ میں خدا کا بندہ اور رسول کا بھائی ہوں اللہ کا بندہ غیر اللہ کا بندہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تم نے رسول اللہ کے رشتے کی وجہ سے حکومت حاصل کی ہے تو میں رسول اللہ کا بھائی ہوں۔ مجھ سے بڑھ کر ان کا رشتہ دار کون ہو سکتا ہے؟ اس پر ان سے کہا گیا کہ حضرت ابو بکر کی بیعت کرو۔

**حضرت علی کی بحث** | حضرت علی نے فرمایا بیعت کا میں تم سے

زیادہ مستحق ہوں۔ میں تم سے ہرگز بیعت نہیں کروں گا۔ تم کو چاہیے کہ مجھ سے بیعت کرو۔ تم نے انصار سے یہ امر خلافت اس دلیل کے ساتھ لیا ہے کہ تم کہ رسول اللہ سے قرابت ہے



اُن کو حاصل نہیں تھی۔ اور اب ہم اہل بیت سے یہ امر خلافت تم چاہیں ہے۔ کیا تم نے انصار سے یہ بحث نہیں کی کہ تم اس امر خلافت کے ان سے ابدہ مستحق ہو کیونکہ محمد تم میں سے تھے۔ اس دلیل کو مان کر یہ امر انہوں نے مارے سپرد کر دیا ہے۔ اور حکومت تم کو دے دی۔ اب میں تم پر وہی حجت تم کرتا ہوں۔ جو تم نے انصار پر قائم کی تھی۔ ہم رسول اللہ کے انکی حیات و بیت میں ولی و وارث ہیں۔ پس اگر تم سرکار رسالت اور اسلام پر ایمان لائے تو ہمارے ساتھ انصاف کرو، ورنہ تم یہ ظلم جان بوجھ کر کر رہے ہو۔

حضرت عمر کا دھمکانا اور اس  
حضرت عمر نے اس دلیل سے لا جواب  
ہو کر اقتدار کے لب و لہجہ سے  
کہا۔ "اے علی بیعت کر لو۔ بغیر

بیعت کے چھٹکارا نہیں۔ ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے، جب تک تم بیعت میں نہ لو گے۔ اس پر جناب امیر نے فرمایا:-

"اے عمر تم یہ چاہتے ہو کہ ابو بکر خلافت کے اگلے تخت سے جی بھر کر دودھ دودھ لے۔ اس لیے تم آج اس کے لیے امر خلافت مضبوط کر رہے ہو اکل وہ تمہارے لیے مضبوط کر جائیں گے یعنی تم چاہتے ہو کہ وہ نفع تو حاصل کرے جس میں تمہارا ہی حصہ ہے اب ابو بکر کے لیے تم زور دے رہے ہو تا کہ کل وہ اسکو تمہاری طرف پلٹا دے۔ اے عمر قسم بخدا میں تیرا قول قبول نہیں کروں گا ابدہ

ابوبکر کی بیعت نہیں کروں گا۔

**حضرت ابوبکر کا جواب** | حضرت ابوبکر نے حضرت علی اور حضرت عمر کی یہ گفتگو سن کر کہا۔ یا علی اگر آپ میری بیعت نہیں کرتے تو میں آپ کو مجبور بھی نہیں کرتا۔

**حضرت ابوعلیہ بن الجراح کی چاچا پوسی** | حضرت ابوعلیہ نے جناب امیر علیہ السلام سے اس طرح خطاب کیا:۔

”اے ابن عم رسول! آپ عمر میں چھوٹے ہیں اور یہ لوگ آپ سے عمر میں بڑے ہیں۔ آپ کا تجربہ ان امور میں ان سے زیادہ نہیں اور امور سیاست کی واقفیت جو ان کو ہے وہ آپ کو نہیں ہے۔ اور میں ابوبکر کو اس امر کے لیے آپ سے قوی تر پاتا ہوں۔ لہذا آپ کو چاہیے کہ آپ ان کی بیعت کر لیں۔ اگر آپ کی زندگی باقی رہی تو پھر یہ آپ کے لیے ہے۔ کیونکہ آپ اس امر خلافت کے لیے اپنے فضل و قوت بتی اپنے علم و فہم اور اپنی سبقت علمی اور اپنی دامادی رسول کیلئے موزوں ہیں۔“

**حضرت علی کا جواب** | اس پر حضرت علی علیہ السلام نے کہا:۔  
”اے گروہ مہاجرین! سرکار رسالت محمد مصطفیٰ کی ریاست و سرکاری حکومت کو ان کے گھر سے

لے کتاب الامتہ ولسیاستہ ص ۱۱

نکال کر اپنے گھر دل میں نہ لے جاؤ اور آنحضرت کے اہل بیت کو ان کے مقام عزت سے نہ ہٹاؤ۔ قسم بخدا اسے گروہ ہاجرین! ہم تم سب سے امر خلافت کے زیادہ مستحق اور حقدار ہیں۔ کیونکہ ہم اہل بیت رسول ہیں، اگر کوئی قاری قرآن اور فقیر دین خدا، عالم سنت رسول اور صاحب اطلاع امور رعایا، رعایا میں عدل و انصاف کرنے والا اور ان کی تکالیف کے بعد کرنے والا ہے تو ہم میں۔ پس تم اپنی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ ورنہ رستے بٹک جاؤ گے اور حق سے دور ہو جاؤ گے۔“

**بشیر ابن سعد انصاری کا جواب** | اس پر بشیر ابن سعد انصاری نے کہا:-

”یا علی! اگر انصاری بیعت ابی بکر سے پہلے تم سے یہ کلام سننے تو کبھی تمہاری مخالفت نہ کرتے۔“

**حضرت علی کا جواب** | اس پر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا:-

”کیا میں رسول اللہ کو بے گور و کفن تھوڑا دیتا اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جا کر خلافت کے لیے تم سے نزاع کرتا یہ تو مجھ سے کبھی گوارا نہ ہوتا اور نہ مجھے زیبا تھا۔“

یہ فرما کر آپ دہاں سے چلے آئے۔

شہر مدینہ کے اکابر انصار اور معززین ہاجرین سے حصول بیعت کے لیے یہ

سے کتاب الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۷۷ تا ۱۷۸۔

۱۷۸ کتاب الامامة والسياسة

طریق کار اختیار کیا گیا۔ لیکن مدینہ سے باہر دوسرے مقامات پر اسنادی شہرلوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اس سے زیادہ سخت تھا۔

**حضرت ابوبکر کے خطبات** | مدینہ میں سلطنت پر اس طرح قبضہ کرنے کے بعد حضرت ابوبکر نے چند تقاریر

فرمائی ہیں، انہیں ہم یہاں نقل کرتے ہیں:۔  
**پہلا خطبہ**۔ بعد حمد و ثنائے الہی فرمایا:۔

”حاضرین مجھے آپ لوگوں نے اپنا امیر بنایا ہے، حالانکہ میں اس

قابل نہیں ہوں۔ اگر میں کوئی عیلامی کروں تو میری مدد کرو اور اگر کوئی بلخی

مجھ سے سرزد ہو تو میری سرزنش کرو۔ بے شک صدق امانت اور کذب

خیانت ہے۔ تم میں سے جو لوگ ضعیف ہیں وہ میری نظروں میں اس

وقت تک قوی ہیں جبکہ میں ان کا حق ان کو انشاء اللہ دلاؤں اور

جو لوگ قوی ہیں میرے نزدیک اس وقت تک ضعیف ہیں کہ میں

ان کا حق دے دوں۔ انشاء اللہ نہ لے دوں جس قوم نے جہاد

فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیا اس کو خدا نے ذلت میں ڈال دیا۔ اور جس قوم

میں بدکاری پھیلی اس کو خدا نے بلا میں مبتلا کر دیا۔ جب تک میں خدا

کی فرماں برداری کروں تم میری اطاعت کرو۔ اور جب تم دیکھو کہ میں

نافرمانی اللہ اور رسول کی کرتا ہوں تو میری اطاعت تم پر واجب نہیں

ہے۔ اپنی نماز کو پابندی سے ادا کرو خدا تم پر رحم کرے گا۔“

۱۔ اردو ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱ مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور۔



دوسرا خطبہ۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ امام حسن بصری کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر سے لوگ بیعت کر چکے تو آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا:

”میں نے خلافت کو قبول تو کر لیا ہے مگر میں اس کے ناقابل ہوں

اگر کوئی دوسرا شخص اسے سنبھال لے تو واللہ بہت ہی بہتر ہوگا لیکن

اگر تم نے یہ تکلیف مالاطلاق اس پر بنا دی ہے کہ میں تم پر مثل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم و عمل کروں سو یہ امر میری طاقت

سے باہر ہے۔ کیونکہ میں کسی طرح رسول اللہ کے برابر تو ہوں نہیں،

کیونکہ آپ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ اور آپ معصوم تھے، اور میں معمولی

آدمی ہوں، تم سے بہتر نہیں ہوں کہ تم پر خلیفہ بنوں۔ پس جب تک

تم مجھ میں استقامت پاؤ میری اطاعت کرو اور جہاں میرا قدم لگاتا

وکیجئے ملامت کرو۔ شیطان مجھ پر بھی غالب ہے۔ تب مجھے

کسی بات پر غصہ آجائے تو مجھ سے کنارہ کش ہو جاؤ، تمہاری خوش

خبریوں اور شعروں میں میری تعریف نہ کی جائے۔“

تیسرا خطبہ۔ عروہ کہتے ہیں کہ ابن سعد اور خطیب نے لکھا ہے کہ حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعد از بیعت خطبہ پڑھا۔ اور بعد حمد و ثنائے

الہی فرمایا:-

”میں نے تمہارا امیر ہونا تسلیم کیا۔ حالانکہ میں تم سے اچھا نہیں

ہوں۔ لیکن قرآن شریف نازل ہو چکا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

والہ وسلم نے طریق درویش عمل سلت دکھا کر راستہ بتلا دیا ہے اور ہم کو سکھلا دیا ہے، سب سے زیادہ عقلمند متقی ہے اور سب سے زیادہ عاجز فاسق و فاجر، تم میں سے قوی میری نظروں میں اس وقت تک ضعیف ہیں کہ جب تک ان سے دوسروں کا حق نہ دلوادوں اور ضعیف اس وقت تک میرے نزدیک قوی ہیں کہ جب تک میں ان کا حق دوسروں سے نہ دلوادوں۔ صاحبزادے میں اتباع کرنے والا ہوں۔ نئی نئی باتیں نکالنے والا نہیں ہوں۔ اگر میں بھلائی کروں تو میری مدد کرو اور اگر کہیں پھسل جاؤں تو مجھے سرزنش کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اور ہم کو بخش دے۔“

## سوالات

- ۱۔ بنو ہاشم کے اجتماع اور حضرت عمر کی دعوت بیعت ابی بکر کو بیان کیجیے۔
- ۲۔ مدینہ میں کن لوگوں نے بیعت کی اور کن لوگوں نے انکار کیا اور گھروں کو واپس چلے آئے۔
- ۳۔ لکھیے کہ زبیر نے حضرت ابوبکر کے داماد سے ان کی بیعت کس طرح کی؟

۱۔ حضرت علیؑ نے طلب بیعت پر کیا جواب دیا۔ اس جملہ کو بیان کر کے اس کی جامعیت پر روشنی ڈالیے۔

۲۔ حضرت علیؑ علیہ السلام کا اپنے حقوق پر احتجاج (دلیل) بیان کیجیے۔

۳۔ حضرت عمرؓ نے اس احتجاج پر حضرت علیؑ کو کس طرح دھکی دی۔ حضرت علیؑ نے اس کا کیا جواب دیا۔ اور اس گفتگو کو سن کر حضرت ابوبکرؓ نے کیا رویہ اختیار کیا؟  
۴۔ اس گفتگو کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ نے کیا خوشامدانہ رویہ اختیار کیا اور حضرت علیؑ نے اس کا کیا جواب دیا؟

۵۔ بشیر انصاریؓ نے اس جواب سے متاثر ہو کر کیا کہا اور جناب امیر علیہ السلام نے اس کا کیا جواب دیا؟  
۶۔ مدینہ کے واقعات کے زیر نظر لکھیے کہ حضرت ابوبکرؓ کی مدینہ میں بیعت کس طرح ہوئی؟  
۷۔ حضرت ابوبکرؓ کے پہلے خطبہ کو بیان کر کے لکھو کہ اس خطبہ سے ایک سلیم الطبع انسان پر ان کی شخصیت کے متعلق کیا اثر پڑتا ہے۔

۸۔ حضرت ابوبکرؓ کے دوسرے خطبہ کو لکھ کر ثابت کیجئے کہ حضرت ابوبکرؓ کو صحیح معنوں میں رسول اللہؐ کے

خليفة ہونے کا دعویٰ نہیں اور انہوں نے خود اظہار  
 دیا ہے کہ ■ معصوم نہیں ہیں ■

۱۲۔ حضرت ابو بکر کے تیسرے خطبہ کو لکھ کر جو نتیجہ آپ  
 سے نکالتے ہیں اسے بیان کیجئے۔

۱۳۔ حضرت ابو بکر کے ان خطبات سے ان کی صاف  
 کو ثابت کیجئے اور لکھیے کہ انہوں نے ان خطبات  
 پر یہ کن امور کا اعتراف فرمایا ہے۔

————— ❦ —————

پیش رو کا نام ہے یہ خطبہ

۱۔ یہ خطبہ آپ کی طرف سے ہے

۲۔ یہ خطبہ آپ کی طرف سے ہے

۳۔ یہ خطبہ آپ کی طرف سے ہے

۴۔ یہ خطبہ آپ کی طرف سے ہے

۵۔ یہ خطبہ آپ کی طرف سے ہے

۶۔ یہ خطبہ آپ کی طرف سے ہے

۷۔ یہ خطبہ آپ کی طرف سے ہے

۸۔ یہ خطبہ آپ کی طرف سے ہے

۹۔ یہ خطبہ آپ کی طرف سے ہے



# سوال باب

## سلطنت

### اور حضرت علی بن ابی طالب کے امتیازی حقوق

۱۔ خاندان بنی ہاشم میں سے تھے جس کی تفصیل تمام قریش میں مسلم تھی۔  
مرکار رسالت کا ارشاد ہے۔ میں ہوں محمد خدا کا بندہ بن عبد اللہ بن عبد المطلب  
بن ہاشم۔ خدا نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے بہترین مخلوق قرار دیا۔ مجھے اس بہترین  
مخلوق کے جس میں ہم ہیں دو حصے قرار دیے۔ دو حصے کیے اور محمد کو اس کے  
بہترین حصہ میں رکھا۔ پھر اس بہترین حصہ میں جس میں ہم شامل ہیں۔ قبیلے بنائے  
اور ہم کو ان قبائل کے بہترین قبیلہ میں قرار دیا۔ پھر ان قبائل کے گھر بنائے اور محمد کو  
تمام گھروں سے بہترین گھر میں رکھا۔ کتاب المحاسن والاضداد باب المغاخرات للبحر عثمانی  
اس گھرانے کا علامہ ابن خلدون مغربی نے اس طرح ذکر کیا ہے :-

کوئی آدمی نہ نکلے گا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت  
تک اس کے آبا و اجداد علی الاطلاق سب و شرافت کے صدر نشین  
رہے ہوں۔ اگر کوئی ہے تو جناب رسالت اب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آنحضرت کے تمام آبا و اجداد آدم علیہ السلام تک صاحبِ مجد و شرف ہوئے۔ ورنہ جو شرافت قائم ہوئی اس کو زوال ہوا۔ اور جب کسی خاندان میں عز و شرف کی بنیاد قائم ہوئی چار پشتوں سے زیادہ اسے ثبات و قرار نہ ہوا۔

علامہ ابن خلدون کی تحقیق ہے کہ ایک مورث کی شرافت و نجابت حسن کردار و سیرت چار پشتوں تک باقی رہتی ہے۔ اب ذرا سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰ اور سرکارِ ولایت علی مرتضیٰ کچے نسب پر غور کیجئے۔ نسب سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰ ارواحنا لہ الفداء۔

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم

نسب سرکارِ ولایت علی مرتضیٰ ارواحنا لہ الفداء باپ کی طرف سے

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم

نسب سرکارِ ولایت علی مرتضیٰ ارواحنا لہ الفداء ماں کی طرف سے

علی بن فاطمہ بنت اسد بن ہاشم

حضرت علی کے والد حضرت ابوطالب عمران اور رسول اللہ کے والد حضرت

عبد اللہ ماں اور باپ کی طرف سے حقیقی بھائی تھے۔ یہ شرف آنحضرت کے

کسی اور چچا کو نہ تھا۔ حضرت علی کی والدہ رسول اللہ سے دوسری پشت میں

ملتی تھیں۔ وہ حضرت ابوطالب کی حقیقی بہن تھیں یعنی چچا زاد تھیں۔ مورخین

اسلام نے حضرت فاطمہ بنت اسد کی فضیلت کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے

ابا اَوَّلُ هَاشِمِيَّةٌ زَوْجَتُ هَاشِمِيًّا وَاَوَّلُ  
هَاشِمِيَّةٌ وَلَدَتْ خَلِيفَةً فَاطِمَةَ بِنْتَ اَسَدٍ پُہلی ہاشمیہ عورت ہیں جن کا  
بھی خاندان بی ہاشم میں ہوا اور ہاشمی ہی فرزند آپ کے لہن سے پیدا  
اور آپ ہی وہ پہلی ہاشمی عورت ہیں جن کے لہن اقدس سے خلیفہ رسول  
لے ہوئے۔

بنی ہاشم کے متعلق جناب رسالت مآب نے فرمایا ہے کہ  
 قال جبرئیل قلبت مشارق الارض ومغاربہا فوجد احدا  
 جلا افضل من محمد وقلبت مشارق الارض ومغاربہا  
 فوجد ابی ابی افضل من بنی ہاشم۔  
 مجھ سے جبرئیل نے کہا کہ میں نے روئے زمین کے تمام مشارق و مغارب  
 ہا ان ڈالا۔ لیکن کسی شخص کو محمد سے اور کسی خاندان کو بنی ہاشم سے افضل  
 نہیں پایا۔

عن عائشة قالت قال رسول الله ان الله اصطفى من بني  
سالم قريشاً ثم اصطفى من قريش بني هاشم  
ام المؤمنين عائشة سے منقول ہے کہ میرا یہ رسالت نے فرمایا کہ اللہ  
نے بنی کنانہ میں سے قریش اور قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب کیا  
۱۔ حضرت علی عین خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے ۔

الاستیعاب (احصایہ استاد الغایہ) (تذکرہ فاطمہ بنت اسد) تاریخ الخلفاء  
کثیر العمال جلد ۱ ص ۱۰۶ ۳ بخاری، مسلم و ترمذی

تواترت الاخبار ان فاطمة بنت امیر ولدت امیر المومنین

علی ابن ابی طالب فی جوف الکعبة المستحقة

اس امر میں احادیث ورجح تواتر تک پہنچ چکی ہیں کہ جناب فاطمہ بنت

امیر صلوات اللہ علیہا نے حضرت علی کو وسط بیت النبی میں جنم دیا

کون امیر کرم اللہ وجہہ ولد فی البیت امر مشہور فی الد

ذکر فی کتب الفریقین السنة والشیعة

جناب امیر کی ولادت بیت اللہ شریف میں ہوئی دنیا بھر میں

ہے اور متنی شیعہ دونوں فرقوں نے اس کا ذکر اپنی کتابوں میں کیا ہے

۳۔ حضرت علی نے بعد ولادت رسول اللہ کی زیارت کی اور رسول

کے لعاب دہن کو نوش کیا

۴۔ آپ نے بچپن میں آنحضرت رسالت میں پرورش پائی اور

رسالت ہی ان کی تعلیم و تربیت کے کفیل رہے

۵۔ آپ نے چشم زدن کے لیے بھی بت پرستی نہیں کی۔ اسی لیے اللہ

انہیں کرم اللہ وجہہ کے لقب سے یاد کرتی ہے

۶۔ آپ نے مردوں میں سب سے پہلے سرکار رسالت کی تقدیر

کی اور اسلام کی پہلی نماز تمام لوگوں سے سات سال پہلے آنحضرت

۷۔ مستدرک، مہاکم جلد ۳ ص ۲۸۳۔ شرح عینیہ جس کے شارح علامہ اویسی مولف تفسیر

۸۔ سیرۃ العلویہ حصہ اول ص ۲۰۰ شرح المطلب ص ۴۴، ص ۴۴

۹۔ فتح الباری الجزء ۲ ص ۵۰۰



۸۔ آپ کے ساتھ پڑھی۔  
 ۹۔ آپ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ آپ کے ماں باپ نے رسول اللہ کو اپنی آخری رحمت میں اپنی اولاد سے بڑھ کر پرورش کیا۔  
 ۱۰۔ آپ کے والد حضرت ابوطالب نے زندگی بھر رسول اللہ کی حفاظت کی اور ان کی زندگی میں رسول اللہ کو ایسے شہداء و مصائب پیش نہیں آئے۔ جیسے ان کی وفات کے بعد پیش آئے۔  
 ۱۱۔ آپ کے والد نے جو ممالک خارجہ میں کاروبار رکھتے تھے، اپنی شاری دولت کو اسلام کے فروغ میں صرف کیا۔  
 ۱۲۔ آپ کے والد نے محاصرہ شعب ابی طالب میں جبکہ قریش نے حضور اور حضور کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کیا تھا، حضور کی کفالت فرمائی۔

۱۳۔ اسلام نے آپ کے والد کے وقار و اقتدار کے زیر سایہ اپنی ابتدائی منزلوں کو طے کیا۔  
 ۱۴۔ حضرت علی شب ہجرت کفار کے زخموں میں تلواروں کے سایہ تلے اطمینان سے سوئے رہے اور انتہائی مواسات اور جان نثاری کا مظاہرہ کیا جس کی مدح میں آیت قرآنی نازل ہوئی یہ  
 ۱۵۔ عقد موافقات کے موقع پر سرکار رسالت نے حضرت علی کو اپنا بھائی بنایا اور ان کی موت کا اس طرح اعلان کیا۔ امت اخی فی الدنیا

والآخرة۔ اسے علی تم دنیا میں بھی میرے بھائی ہو اور آخرت میں  
میرے بھائی ہو۔

۱۴۔ غزوہ بدر کی فتح آپ کی کوشش کا نتیجہ تھی۔ اس لڑائی میں ستر  
مارے گئے۔ بن میں سے ۳۵ یعنی نصف علی مرتضیٰ نے تہ تیغ  
کر دیے اور باقی ۳۵ سب مسلمانوں نے مل کر قتل کیے۔ اس لیے  
نے حضرت علی مرتضیٰ کو "بدر کا ہیرو" کہا ہے۔

۱۵۔ رسول اللہ نے اپنی بیٹی فاطمہ کا عقد آپ سے باہر الہی کیا۔  
سے نسل رسالت دنیا میں باقی رہی اور کثرت اولاد کا خداوندی  
پیدا ہوا۔

۱۶۔ غزوہ احد میں اکثر مسلمان سرکار رسالت کو تنہا چھوڑ کر خوف  
بھاگ گئے۔ لیکن حضرت علی بدستور ثابت قدم رہے۔

۱۷۔ حضرت علی کی صلاحیت، قابلیت، اہلیت اور قدتی رجحانات  
(Natural Tendencies) آپ کو منصب خلافت

کا اہل قرار دیتے ہیں۔

۱۸۔ غزوہ احزاب یا جنگ خندق میں حضرت علی نے عمرو بن عبدود  
کو قتل کر کے مسلمانوں کی جان بچائی اور مدینہ منورہ کو جو اس وقت  
محاصرہ میں تھا، تباہی سے بچا لیا۔ اس پر رسول اللہ نے فرمایا:

سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۲۳ و تاریخ الہافذ ج ۱ ص ۱۲۴ تاریخ ابن خلدون  
اردو ترجمہ ج ۳ ص ۴۲ سیرت النبی ص ۱۲۴ تاریخ خمیس ج ۱ ص ۱۲۴ و ص ۱۲۵

کی ایک ضرب میری امت کے قیامت تک کے اعمال سے بہتر ہے۔  
 شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ اس غزوہ میں خاص کر صید کآر  
 صاحب ذوالفقار علی مرتضیٰ سے وہ مبارزت و مقاتلت واقع ہوئی  
 کہ حد قیاس و احاطہ عقل سے باہر ہے۔

۱۹۔ جنگِ خیبر میں جب بڑے بڑے مشاہیر پٹپٹ ہوئے، تو جناب  
 رسالت مآب نے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علمِ دول گما جو کرا غیر فرا  
 ہے۔ خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو دوست  
 رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علی کو علم ملا۔ آپ نے مرحب و عنتر کو مارا  
 در خیبر اکھاڑا اور فتح کر کے واپس ہوئے۔

۲۰۔ غزوہ خیبر زمانہ رسالت کی تمام لڑائیوں میں ممتاز ہے۔ یہ پہلا غزوہ  
 ہے جس میں غیر مسلم رعایا بنائے گئے اور طرزِ حکومت کی بنیاد قائم ہوئی  
 گویا غزوہ خیبر اسلامی سلطنت کا سنگِ بنیاد ہے۔ اس لحاظ سے  
 فارغ خیبر علی مرتضیٰ اسلامی سلطنت کے معمار (Builder of  
 Islamic State) ہیں۔

۲۱۔ یہ غزوہ خیبر محض اسلامی سلطنت کے قیام کا ہی سبب نہیں ہوا  
 بلکہ توسیع سلطنت اسلامیہ کا باعث ہوا، فتح خیبر کے دبدبہ سے  
 جو علاقے تیار، وادی القرینے اور فاک مسلمانوں کے ہاتھ آئے وہ

۱۔ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۳ ۲۔ مختصر نسائی ص ۱۱

۳۔ شواہد النبوۃ ص ۸۷ و ۸۸ مطبوعہ لکھنؤ ۴۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۵۲

بھی نہایت زرخیز تھے، اس لحاظ سے علی بن موسیٰ سلطنت اسلامیہ کے علاوہ مومع سلطنت اسلامیہ ہیں۔ یعنی انہی کے ذریعہ سے سلطنت اسلامیہ کی توسیع ہوئی۔

۲۲۔ فتح خیبر سے پہلے مسلمان نہایت نازک معاشی دور سے گزر رہے تھے انہیں سیر ہو کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا کہنا ہے کہ ہم نے کبھی سیر ہو کر کھانا نہ کھایا مگر فتح خیبر کے بعد، ام المومنین نبی بی عائشہ فرماتی ہیں، جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا اب ہم سیر ہو کر کھجوریں کھائیں گے۔

مگر مسلمان اسی طرح مفلس و قلاش رہتے تو وہ روم اور ایران جیسی منظم سلطنتوں کو کس طرح فتح کر سکتے تھے۔ منظم سلطنتوں سے مقابلہ کے لیے معاشی ذرائع ضروری ہیں۔ اس لیے علیؓ ایسے معاشی انقلاب کے پیدا کرنے والے ہیں جس نے مسلمانوں کی معاشی مشکلات کو ختم کر دیا۔

۲۳۔ صلح حدیبیہ میں آپؐ نے صلح نامہ تحریر کر کے اپنے کامل الایمان ہونے کا ثبوت پیش کیا۔

۲۴۔ مکہ کی فتح میں آپؐ نے رسول اللہ کے کندھوں پر سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف تشریف لائے اور تھیں تو انہی نے بیت اللہ کی خدمت انجام دی۔

۱۔ سیرۃ النبی جلد ۱ ص ۳۶۸، ۲۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۰۹ طبع اصح المطابع

۳۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۰۹ طبع اصح المطابع دہلی۔

۴۔ مدارج النبوة محدث دہلی۔



۲۵۔ جنگ خین میں جب اکثر مسلمان رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے

تو حضرت علیؑ ثابت قدم رہے اور کافروں سے لڑتے رہے۔ اس

جنگ میں جو ستر کافر مارے گئے۔ ان میں سے چالیس حضرت علیؑ

کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اس جنگ میں صرف حضرت علیؑ، ابوسفیان

بن حارث، عباس اور عبد اللہ ابن مسعود ثابت قدم رہے۔

۲۶۔ غزوہ تبوک میں سرکار رسالتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ اور

جانشین مقرر فرمایا۔ اور اپنا قائم مقام بنا کر دارالسلطنت میں چھوڑا۔ یہ غزوہ

سیرت میں ہوا۔

۲۷۔ جب سورہ برأت نازل ہوئی تو سرکار رسالتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے

حوالہ کی کہ وہ اس کا اعلان کر دیں۔ وہ روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد

رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو روانہ کیا۔ کہ وہ ان سے سورہ برأت لے

کر خود اعلان فرمائیں۔ کیونکہ سورہ برأت وہی پہنچا سکتا تھا جو ہر ذرہ رسول

ہو اور ان کا اہل ہو، چنانچہ حضرت علیؑ نے سورہ برأت حضرت ابوبکرؓ سے

لے لیا اور خود اس کا اعلان کیا۔ یہ واقعہ بھی ذی الحجہ ۱۱ھ کا ہے۔

۲۸۔ حضرت علیؑ کے متعلق جناب رسالتؐ نے فرمایا۔ اقضاکم علی

تم سب میں سب سے زیادہ ماہر قانون اسلام، علیؑ ہیں۔

۲۹۔ رسول اللہؐ کی طرح حضرت علیؑ کو ہر حالت میں مسجد میں آنیکی اجازت

لے مواہب لدنیہ، تاریخ خمیس، فتح الباری

مشترک علیؑ، صحیحین ج ۲، ص ۱۱۵، ۱۲۵، ۱۳۲

تھی جن جن اصحاب کے دروازے مسجد کے اندر کھلتے تھے وہ سب  
کرا دیے گئے۔ حضرت علیؑ کا دروازہ کھلا رہا۔

۳۰۔ رسول اللہؐ نے ہمیشہ علم اسلام حضرت علیؑ کو دیا اور انہیں فوج میں  
کبھی کسی کے ماتحت نہیں رکھا۔

۳۱۔ حضرت علیؑ علم و عمل، حکمت و شریعت میں یگانہ تھے۔ اس لیے  
ارباب حکومت کو ہمیشہ مشکلات میں ان کی طرف رجوع کرنا پڑا۔

۳۲۔ اکثر جناب رسول خدا حضرت علیؑ سے راز کی باتیں کیا کرتے تھے  
اور لوگوں کو حسد ہوتا تھا۔

۳۳۔ آپ اصحاب کسا سے ہیں۔ رسالت آپ نے آپ کو آپ کی  
ذبحہ محترمہ اور آپ کے فرزندوں کو چادر کے نیچے لیا اور اس پر آیہ  
تطہیر نازل ہوئی۔ جو آپ کی عصمت کی دلیل ہے۔

۳۴۔ آپ ہم نفس رسول ہیں۔ اور مباہلہ میں آنحضرت کے ساتھ  
مع اپنی اہلیہ و فرزندان ذوی الاحترام شریک ہیں اور آیہ مباہلہ آپ  
کی عصمت کی دلیل ہے۔

۳۵۔ آپ کو رسول اللہؐ نے امرا الی کے مطابق خیم غدیر پر اپنا  
خلیفہ اور جانشین مقرر کیا۔ صحابہ نے آپ کی بیعت کی اور آپ کی  
خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کیا۔ اور شعرائے دربار رسالت نے  
قصائد پڑھے اور رسول اللہؐ نے رسم دستار بندی سے آپ کو سرفراز فرمایا۔

۵۔ ازج المطالب باب ۵

۳۶۔ وفات کے قریب آنحضرت نے حبش اسلام تیار کیا اور اسے فوراً روانہ ہونے کی ہدایت کی۔ اس لشکر میں حضرت علیؑ کے سوا اکثر مہاجرین انصار اسلام کے ماتحت رکھے گئے۔

۳۷۔ حضرت علیؑ رسول اللہؐ کی زندگی میں رسول اللہؐ کی نیابت فرماتے رہے اور حکومت کے مختلف شعبوں میں مختلف خدمات انجام دیتے رہے۔

۳۸۔ اسلام اور رسول اللہؐ کی حمایت میں علیؑ کے خاندان کی خدمات بہت زیادہ ہیں اور اس خاندان نے حضرت حمزہؓ اور حضرت جعفر طیارؓ جیسی قربانیاں پیش کی ہیں۔

۳۹۔ وقت وفات سرکار رسالت کا سر مبارک آپؐ کی آغوش میں تھا۔ اور آپؐ سے راز کی باتیں کرتے کرتے رحلت فرمائی۔

۴۰۔ آپؐ نے سرکار رسالت کے متعلق آخری فرائض تجنیز و تکفین کو انجام دیا۔ حضور کو غسل و کفن دیا۔ اور قبر مطہر میں اتارا اور ان فرائض کی انجام دہی کی وجہ سے حکومت کی پرواہ نہیں کی۔

امام سید کہ روز وفات پیغمبر

خلافت گزار دہانم نشیند

(فیضی)

# سوالات

۱۔ خاندان رسالت کے امتیاز کو بیان کیجئے۔ اور علامہ ابن خلدون کے نظریے کو بیان کر کے ثابت کیجئے کہ اس حقیقی شرف میں حضرت علیؑ ہرگز ملوث نہ تھے۔ اور کسی اور قریشی کو یہ امتیاز حاصل نہ تھا۔

۲۔ خاندان بنی ہاشم کی فضیلت میں جو احادیث ہیں انہیں لکھیے اور اس سے حضرت علیؑ کے اہتمام سلطنت ہونے کو ثابت کیجئے۔

۳۔ حضرت علیؑ علیہ السلام کی ولادت پرورش و تربیت و کفر و شرک سے ہریت سے ان کے حقوق سلطنت پر روشنی ڈالیں۔

۴۔ حضرت علیؑ کے والدین کی اسلامی خدمات اور ان کی تصدیق رسالت سے ان کے استحقاق سلطنت کو بیان کیجئے۔

۵۔ عقد مواعظ اور حضرت علیؑ کی شب ہجرت جان نثاری سے ان کا استحقاق سلطنت ثابت کیجئے۔

۶۔ غزوہ بدر کی فتح اور دامادی سرکار رسالت سے آپ کے حقوق سلطنت کو نمایاں کیجئے۔



۷۔ غزوہ احد اور حضرت علیؑ کی ذاتی صلاحیتوں سے آپ کے استحقاقِ سلطنت پر روشنی ڈالیے۔

۸۔ غزوہ احزاب یا جنگِ خندق سے حضرت کی امتیازی شان بیان کر کے ان کے حقِ خلافت پر استدلال کیجئے۔

۹۔ غزوہ خیبر کے واقعات بیان کر کے اس کی امتیازات کو بیان کیا جائے۔ اس غزوہ کا جو اسلامی سلطنت

کے قیام، توسیعِ سلطنت اور مسلمانوں کے معاشی انقلاب سے تعلق ہے، اسے نلکہ کر ثابت کیجیے کہ

سلطنتِ اسلامیہ پر حضرت علیؑ کا حق فائق تھا۔

۱۰۔ صلح حدیبیہ، فتح مکہ اور فتحِ حنین میں جناب امیرؑ کی امتیازی شان کو بیان کر کے ان کے استحقاقِ خلافت پر استدلال کیجئے۔

۱۱۔ جالفینی غزوہ تبوک اور سورہ برأت کے واقعہ سے سلطنت کے لیے حضرت علیؑ کے حقوق کی نوعیت

ثابت کیجئے۔

۱۲۔ آیہ مباہلہ اور آیہ تطہیر سے حضرت کے استحقاقِ سلطنت کو ثابت کیجئے۔

۱۳۔ حضرت علیؑ علیہ السلام کی اور کیا خصوصیات ہیں جن سے ان کا وارثِ سلطنت ہونا ثابت ہے۔

# انھوان باب

## حضرت سعد بن عبادہ الصمدیؓ کے نمائندہ کی خصوصیات

۱۔ نسب - سعد نام، ابو ثابت و ابو قیس کنیت، سید الخزرج لقب، آپ قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔

سعد بن عبادہ بن ولیم بن غارثہ ابن حزام بن خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف  
بن خزرج بن ساعدہ بن کعب ابن خزرج الاکبر۔

۲۔ خاندان کی خصوصیات - قدیم زمانے سے ان کے خاندان کی  
خاندان رسالت سے قرابت دریاں تھیں۔

۱۔ چنانچہ کنانہ بن خزیمہ کی شادی ہالہ بنت سوید سے ہوئی تھی جو عارثہ  
الغطفلیہ کی حقیقی پوتی تھی۔

۲۔ کنانہ کے بعد غالب بن فرس نے قبیلہ خزاعہ میں شادی کی۔

۳۔ مرہ بن کعب نے ام تیم بنت سریم سے نکاح کیا۔

۴۔ قصی بن کلاب نے بھی خزاعہ سے نکاح کیا جس سے رسول اللہ کے جد عبدمناف پیدا ہوئے۔

۱۔ تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۴۶ سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۵۶ سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۵۶  
۲۔ طبری جلد ۲ ص ۱۰۹

۵۔ حضرت ہاشم بن عبدمناف نے سلمیٰ بنت عمرو سے شادی کی۔  
حضرت عبدالمطلب رسول اللہ کے دادا اسی کے بطن سے  
پیدا ہوئے۔

۶۔ حضرت ہاشم نے خاندان ثعلبہ بن خزرج میں بھی شادی کی۔ اور  
ابو حنیفہ انہی سے پیدا ہوئے۔

۷۔ حضرت عبدالمطلب نے قبیلہ خزاعہ میں دو شادیاں کی تھیں۔

۸۔ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے مقوم نے انصار میں شادی کی۔

۹۔ حضرت حمزہ کی دو شادیاں ہوئیں اور دونوں انصار میں ہوئیں۔ ایک

بیوی بنو نجار سے تھیں اور دوسری تبیلہ اس سے کہو بنو نجار سے

تھیں ان کا نام خولہ بنت قیس تھا۔

۱۰۔ انصار کے متعدد اشخاص نے بھی قریش میں نکاح کیے تھے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ انصار قریش کے کفو تھے۔ کیونکہ یہ مستم

ہے کہ عرب میں خاندان اور کفو کا بہت لحاظ کیا جاتا تھا۔

خاندان انصار کی مندرجہ ذیل خصوصیات کا خود حضرت ابوبکر نے

سفینہ بنی ساعدہ کی معرکہ الآرا تقریر میں اعتراف فرمایا ہے۔

۱۔ انصار نے رسول کو اپنے ہاں پناہ دی۔

۲۔ سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۶۱ ، ۲۔ سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۶۱

۳۔ سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۶۱ ، ۴۔ تاریخ یعقوبی جلد ۱ ص ۶۱

۵۔ رقائق جلد ۳ ص ۱۵۱ ، ۶۔ مسند جلد ۱ ص ۱۵۱ ، ۷۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۵۸۴

۲۔ انصار رسول اللہ کی حمایت میں سینہ سپر رہے۔

۳۔ انصار کی عادت ہمیشہ ایثار کی رہی انہوں نے ہمیشہ اپنے بھائیوں  
 و مہاجرین کے ساتھ ایثار سے کام لیا۔

اس کے علاوہ انصار کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ عہد نبوت میں  
 جو غزوات پیش آئے اس میں انصار نے مجتمع عرب کا مقابلہ کیا اور سب  
 سے زیادہ انہی لوگوں نے جانبازی اور فدائیت کا ثبوت پیش کیا  
 حضرت قتادہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قبائل عرب میں کوئی قبیلہ انصار  
 سے زیادہ شہداء نہ لاسکے گا۔ میں نے حضرت انس سے سنا کہ احد  
 میں ۷۰، بدر معونہ میں ۷۰، اور یمامہ میں ۷۰، انصاری شہید ہوئے  
 قرآن و حدیث میں مخلص انصار کے فضائل کثرت سے بیان کیے  
 گئے ہیں۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جناب رسالت  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے متعلق یہ وصیت فرمائی کہ ان کے  
 ساتھ خاص رعایت کی جائے۔ ان کے اچھوں سے سلوک اور برے  
 درگزر کا برتاؤ کیا جائے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے جس نے اہل مدینہ  
 کو ڈرایا گویا مجھے ڈرایا۔

قریش نے انصار کے اسلام کو نہایت نفرت اور دہشت کی نگاہ سے  
 دیکھا تھا۔ چونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ انصار ایک جنگجو قوم ہے۔ اور وہ انھیں

۱۔ سیر الانصار حصہ اول ص ۱۲۹۔ ۲۔ مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۴۔ ۳۔ سیر الانصار حصہ اول ص ۳۰۴۔



صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کی پوری طرح حفاظت کرے گی اور مسلمان ضرور مدینہ ہجرت کریں گے۔

مدینہ کا علاقہ انصار کی قدیم ملکیت تھا۔ اس کے ماسوا آغا اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی مدد انصار نے کی تھی۔ جس زمانہ میں کہ اسلام بے خانماں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام قبائل عرب پر اپنے آپ کو پیش کرتے تھے۔ کہ مجھ کو مکہ سے اپنے وطن لے چلو۔ لیکن قریش کے دبدبہ و رعرب کی وجہ سے کوئی حامی نہیں بھرتا تھا۔ انصار کے ایک مختصر قافلہ نے جو صورت۔ ۱۷ اشخاص پر مشتمل تھا عرب و عجم کی جنگ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکہ آکر بیعت کی اور آپ کو اپنے وطن مدینہ میں مدعو کیا۔

۱۸۔ حضرت سعد بن عبادہ اپنے نسبیلہ کے سردار تھے۔ سید الخزرج کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ ان کے دادا ولیم قبیلہ خزرج کے سردار اعظم تھے۔ اور مدینہ کے مشہور مخیر تھے۔ خاندان ساعد کی عظمت و جلالت کا سکہ انہی نے بٹھایا۔ حضرت سعد کے والد عبادہ ۱۹ باب کے خلف الرشید تھے۔ اسی شان سے اپنی زندگی بسر کی اور اپنے بیٹے کے لیے سند امارت و ریاست چھوڑ گئے۔

۲۰۔ انہیں عرب کے قاعدہ کے مطابق تیر اندازی و تیراکی سکھائی گئی۔

۱۔ سیر الانصار جلد ۱ صفحہ ۹۔ ۲۔ سیر الانصار جلد ۲ صفحہ ۲۷ و ۲۸۔ ۳۔ سیر الانصار جلد ۲ صفحہ ۵۲۔

۴۔ طبقات ابن سعد جلد ۱ معاذی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۹۱۔

۵۔ اگرچہ انصار میں ایک آدمی بھی لکھنا نہیں جانتا تھا لیکن حضرت سعد بن عبادہ کی تعلیم میں جو اہتمام ہوا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ جاہلیت میں ہی نہایت عمدہ عربی لکھ لیتے تھے یہ

۶۔ ان تینوں چیزوں میں اس درجہ کمال ہم پہنچایا کہ استاد ہو گئے۔ اس بنا پر لوگوں نے "کامل" کا لقب دیا ہے

۷۔ عقبہ ثانیہ میں اسلام قبول کیا۔ اور ان کا شمار بلند پایہ صحابہ میں کیا گیا چنانچہ بخاری میں ہے۔ "وکان ذا قدم فی الاسلام" یعنی بڑے پایہ کے مسلمان تھے یہ

۸۔ بیعت عقبہ جس شان سے ہوئی انصار کے جس قدر آدمی اس میں شامل ہوئے ہیں اہم شرائط پر بیعت کا انعقاد ہوا یہ کام اگرچہ خضیہ اور نہایت خضیہ تھا لیکن پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ قریش کو ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فکر لاحق رہتی تھی۔ چنانچہ جس وقت رات کے وقت آپ مکہ سے باہر انصار سے بیعت نے رہے تھے جبل ابوقریس پر کوئی شخص چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "سعد مسلمان ہوئے تو محمد بالکل بڈر ہو جائے گا۔" قریش کے کان میں اگرچہ یہ آواز پہنچ گئی تاہم ان کا خیال ادھر منتقل نہ ہوا۔ وہ قضاہ اور یتیم کے سعد نامی اشخاص کو سمجھے۔ اس وجہ سے بیعت میں مزاحمت نہ کی۔

۱۔ تہذیب التہذیب جلد ۳ صفحہ ۴۵۰۔ ۲۔ سیر الانصار حصہ ۲ ص ۱۹ و ص ۲۰  
۳۔ سیر الانصار حصہ ۲ ص ۲۰۔

دوسری رات کو پھر اسی پہاڑ سے چند اشعار سنے گئے۔ جن میں صاف صاف  
 صاف ان کا نام و نشان موجود تھا۔ قریش کو سخت سیرت ہوئی۔  
 تحقیق واقعہ کے لیے قریش کی فرودگاہ میں آئے۔ عبداللہ بن ابی  
 بن سلول سے جو قبیلہ خزرج کا رئیس تھا گفتگو ہوئی۔ اس نے اس  
 واقعہ سے بالکل لاعلمی ظاہر کی۔ یہ لوگ چلے گئے تو مسلمانوں نے یانج  
 کا راستہ لیا۔ قریش نے ہر طرف سے ناکہ بندی کرادی تھی۔ سعد بن  
 عبادہ اتفاق سے ہاتھ لگ گئے۔ کافروں نے ان کو پکڑ کر ہاتھ گردن  
 سے باندھ دیے اور بال کھینچ کھینچ کر زود کو پکڑتے ہوئے مکہ لائے  
 مکہ میں مطعم بن عدی نہایت شریف انسان تھا۔ ابتدائے اسلام  
 میں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت خدمت کی تھی  
 اس نے عدت بن امیہ بن عبد شمس کو ساتھ لیا۔ اور ان کو پہچان کر قریش  
 کے بچہ ظلم و ستم سے نجات دلانی لے۔  
 ادھر انصار میں بڑی کھلی پڑی تھی۔ مجلس شوریٰ قائم ہوئی جس میں سب  
 پایا کہ چاہے جانیں خطرہ میں کیوں نہ پڑ جائیں مگر مکہ واپس چل کر سعد کا  
 پتہ لگانا چاہیے۔ ان کا یہ ارادہ ابھی قوت سے فعل میں نہ آیا تھا  
 کہ سعد آتے ہوئے نظر آئے۔ اور وہ ان کو لے کر میدان  
 مدینہ روانہ ہو گئے۔

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۱۱، ص ۱۵۱، سیر الانصار حصہ دوم ص ۲۱۱

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۱۱، ص ۱۵۱، سیر الانصار حصہ دوم ص ۲۱۱

۹۔ سیرۃ میں سرکار رسالت ادا تشریف لے گئے۔ یہ بستی مکہ کی طرف واقعہ ہے۔ قریش کی ٹکر میں تشریف لے گئے تھے۔ اس لشکر میں کوئی انصاری نہ تھا۔ حضرت سعد کو مدینہ میں اپنا قائم مقام اور جانشین بنا دیا۔

۱۰۔ غزوہ بدر میں اگرچہ غزوہ کا سامان حضرت سعد نے کیا تھا، لیکن کتے نے انہیں کاٹ کھایا، اس لیے بدر میں جنگ میں شرکت نہ فرما سکے۔ سرکار رسالت نے سنا تو فرمایا، افسوس، ان کو شرکت کی بڑی حرص تھی۔ تاہم حضور نے مال غنیمت میں حصہ لگایا اور اصحاب بدر میں شامل کیا۔

۱۱۔ ایک دفعہ مدینہ سے باہر جا کر بھی آنحضرت کی رکاب میں جنگ کے کامعدین عبادہ نے ان الفاظ میں اعلان کیا۔

لے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر آپ ہمندر کا حکم دیں تو اسے پامال کر ڈالیں اور اگر خشکی کا حکم دیں تو برگ عماد دین کا ایک مقام ہے) تک اونٹوں کے کیچے لکھ دیں۔ یہ سن کر رسول اللہ خوش ہوئے اور جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۳، مغازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، سیر الانصار حصہ ۲ ص ۲۱  
۲۔ فتح الباری جلد ۲ ص ۲۲، سیر الانصار حصہ ۲ ص ۲۲  
۳۔ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۸۴، سیر الانصار حصہ ۲ ص ۲۲



۱۲۔ غزوہ اُحد میں مشرکین اس سرورسماں سے آئے تھے کہ مدینہ والوں پر  
خوف طاری ہو گیا تھا۔ شہر میں تمام رات شب جمعہ پھر رہا۔ اس موقعہ  
پر حضرت سعد بن ابی وقاص کا براہِ انصار کے ساتھ مسجد نبوی میں ہتھیار لگائے سرکار  
رسالت کے مکان کی حفاظت کر رہے تھے۔

۱۳۔ غزوہ اُحد میں سرکارِ رسالت نے خزیج کا علم حضرت سعد بن عبادہ کے  
پیر کیا۔

۱۴۔ بروز منہرِ شنبہ، اُحد میں سخت دن پڑا مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے  
تھے۔ مہاجرین و انصار میں سے صرف ۱۴ آدمی ثابت قدم رہے تھے  
حضرت سعد بن عبادہ کا شمار ان ہی میں ہے۔

۱۵۔ غزوہ مصطلق جو شامہ میں ہوا اوس و خزرج دونوں جماعتوں  
کا علم حضرت سعد بن عبادہ کے سپرد ہوا۔  
۱۶۔ غزوہ احزاب (جنگِ خندق) میں انصار کا علم سعد بن عبادہ کے  
پس تھا۔

۱۷۔ ۴ھ میں سرکارِ رسالت نے غابہ پر حملہ کیا اور حضرت سعد بن  
عبادہ کو ۳۰۰ آدمیوں کا افسر مقرر کر کے مدینہ کی حفاظت کے لیے  
چھوڑ گئے اور اپنی جانشینی کا فخر عطا فرمایا۔ وہاں امداد کی ضرورت ہوئی

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۲۶ حصہ معاذی، سیر الانصار ج ۲ ص ۲۳  
۲۔ سیر الانصار ج ۲ ص ۲۳۔ ۳۔ درقانی جلد ۲ ص ۲۴، ۴۔ طبقات سعد بن معاذ باب معاذی  
۵۔ طبقات سعد بن معاذ باب معاذی، ۶۔ طبقات سعد بن معاذ باب معاذی۔

حضرت سعد نے ۱۰ اونٹ اور چھ ہاروں کے بہت سے گھٹے روانہ کیے  
یہ رسول اللہ کو ذی قرد میں مل گئے۔

۱۸۔ سترہ میں صلح حدیبیہ اور بیعت رضواں ہوئی۔ آپ اس میں  
شریک تھے۔

۱۹۔ غزوہ خیبر سترہ میں تین جھنڈے تھے۔ جن میں سے ایک حضرت  
سعد کے پاس تھا۔

۲۰۔ فتح مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم آپ کے پاس تھا۔

۲۱۔ فتح مکہ کے بعد حنین کا معرکہ ہوا۔ اس میں قبیلہ خزرج کا علم حضرت  
سعد ہی کے پاس تھا۔ فتح الباری جلد ۸ ص ۵۶۲

۲۲۔ ان غزوات کے علاوہ جو روایات عہد نبوی میں ہوئیں ان میں حضرت  
سعد نے نمایاں طور پر حصہ لیا۔ میدان جنگ میں انصار کے وہی علمبردار  
ہوتے تھے۔

۲۳۔ انصار میں دو بزرگ قوم کے سردار تسلیم کیے جاتے تھے۔ حضرت سعد  
بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن معاذ زمانہ رسالت  
میں انتقال فرما گئے۔ حضرت سعد بن عبادہ باقی رہے۔ جن کا اوس و خزرج  
میں دھماکت اور امارت میں کوئی حریف و مقابل نہ تھا۔

۱۔ طبقات سعد ص ۵، باب مغازی، ۲۔ سیر الانصار جلد ۲ ص ۲، ۳۔ طبقات سعد  
ص ۱، ۴۔ طبقات سعد ص ۹، فتح الباری جلد ۸ ص ۵۶۲  
۵۔ سیر الانصار جلد ۲ ص ۱۳۸، ۶۔ سیر الانصار جلد ۲ ص ۲۶

۲۴۔ حضرت سعد بن عبادہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جو تقریر کی اس کا حاصل یہ ہے :-

النصار کو جو شرف اور سبقت فی الدین حاصل ہے عرب کے کسی قبیلہ کو حاصل نہیں، آنحضرت دس برس سے زیادہ اپنی قوم میں رہے لیکن ان کی کسی نے نہ سُنی۔ جو لوگ ان پر ایمان لائے تعداد میں بہت کم تھے۔ ان میں نہ تو رسول اللہ کی حفاظت کی طاقت تھی نہ دین کے بلند کرنے کی قوت، وہ تو خود اپنی حفاظت سے عاجز تھے۔ خدا نے جب تم کو فضیلت دینا چاہی تو یہ سامان ہم پہنچایا کہ تم ایمان لائے، رسول اللہ اور ان کے اصحاب کو پناہ دی۔ اور اپنے سے رسول اللہ کو عزیز سمجھا، ان کے احداث سے جہاد کیا۔ یہاں تک کہ تمام عرب طوعاً و کرہاً خلافت الہی میں شامل ہو گیا۔ اور بعید قریب سب نے گردنیں ڈال دیں۔ پس یہ تمام مفتوحہ علاقہ تمہاری تلواروں کا مریہوں منت ہے۔ رسول اللہ زندگی بھر تم سے خوش رہے اور وفات کے وقت بھی خوش گئے۔ اس بنا پر خلافت کا تم سے زیادہ کوئی مستحق نہیں۔“

تقریر ختم ہوئی تو تمام مجمع نے یک زبان ہو کر کہا کہ رائے نہایت معقول صائب ہے۔ ہمارے نزدیک اس منصب کے لیے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں، ہم آپ ہی کو خلیفہ بنائیں گے۔

۲۵۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے احادیث کی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے۔ کہ انہوں نے حضرت سعد بن عبادہؓ کی کتابوں یا کتاب میں پایا ہے۔

۲۶۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نہایت سخی، بواد اور فیاض تھے۔ اسماء الرجال میں ان کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے۔ وكان كثير الصدقات سجداً۔ سعد بہت ہی کثیر الصدقات تھے۔ اصحاب صفہ صحابہ کی ایک جماعت تھی جو دور و دراز ملکوں سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئی تھی۔ ان کا منشا تحصیل علم اور تکمیل مذہب ہوتا تھا۔ رسول اللہؐ نے ان کو ذی مقدرات لوگوں سے متعلق کر رکھا تھا۔ چنانچہ اور لوگ تو ایک دو آدمی اپنے ہاں ملے جلتے تھے، لیکن حضرت سعدؓ آدھ بیویں کو برابر شام کے کھانے پر مدعو کرتے تھے۔

یہ ساری باتیں میرا انصار حصہ ۲ ص ۳۲ سے لے کر ۳۳ تک ہے۔



## سوالات

۱۔ حضرت سعد بن عبادہ کا نسب بیان کر کے ان کے خاندان کی جو رشتہ داریاں قبل بعثت خاندان رسالت سے تھیں بتائیے۔ اور اس سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے اسے بیان کیجئے۔

۲۔ خاندان انصار کی کون سی خصوصیات ہیں جن کا حضرت ابوبکر نے سقیفہ بنی ساعدہ میں اعتراض فرمایا۔  
۳۔ غزوات عہد نبوت میں انصار کی امتیازی شان کو نمایاں کیجئے۔

۴۔ انصار کے فضائل میں جو احادیث ہیں انہیں بیان کیجئے۔  
۵۔ انصار کے اسلام لانے کا قریش پر کیا اثر پڑا، انہیں قبائل عرب میں کیا خصوصیت حاصل ہے؟ انصار نے رسول اللہ سے کس بات پر بیعت کی تھی؟

۶۔ سعد بن عبادہ اور ان کے گھرانے کی قبیلہ خزرج میں کیا پوزیشن تھی، ان کی علمی اور فنی قابلیتوں پر اظہار خیال کیجئے۔  
۷۔ سعد بن عبادہ کے اسلام لانے کے واقعات لکھیے۔

۸۔ حضرت سعد کی مدینہ میں قائم مقامی اور ان کے متعلق

- ۹۔ عدت و نفقت پر بحث کی جائے۔ اور عدت و نفقت پر  
 کتاب میں بحث کرنے کا نئی طرح اعلان کیا۔
- ۱۰۔ غرضت و نفقت پر عدت و نفقت کی خدمت پر بحث کی جائے۔
- ۱۱۔ عدت و نفقت پر عدت و نفقت کی خدمت پر بحث کی جائے۔
- ۱۲۔ عدت و نفقت پر عدت و نفقت کی خدمت پر بحث کی جائے۔
- ۱۳۔ عدت و نفقت پر عدت و نفقت کی خدمت پر بحث کی جائے۔

— — — — —

# نواں باب

## حضرت ابوبکرؓ قربِ اقتدار کے گمانہ کی خصوصیات

۱۔ نسب - حضرت ابوبکر عبد اللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی ہے۔ اور سلسلہ نسب میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مرہ سے ملتے ہیں یہ یعنی ساتویں، آٹھویں پشت میں رسول اللہ سے ملتی ہیں۔

۲۔ آپ دستِ حق پرست سرکارِ رسالت پر ساتویں نمبر پر زید بن حارثہ کے بعد مشرت بالاسلام ہوئے۔

۳۔ آپ نے رسول اللہ کے ساتھ ہجرت فرمائی اور غار میں حضور کے ساتھ چھپے۔ رسول اللہ اس وقت آپ کو ان قرآنی الفاظ میں تسلی دے رہے تھے لَا تَحْزَنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ حزن و ملال نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

۴۔ مجمل طور پر کہا جاتا ہے کہ آپ نے رسول اللہ کی مالی مدد فرمائی

مگر اس کی تفصیل نہیں ملتی۔ شعب ابوطالب میں محصور ہونے کا زمانہ رسول اللہ پر نازک ترین دور تھا۔ اور آپ کو مالی امداد کی انتہائی ضرورت تھی۔ اس زمانہ میں آپ نے رسول اللہ کی مالی مدد

کی ہو یا اس سے خارج خاموش ہے اور کوئی ریکارڈ نہیں ملتا۔

۵۔ ہجرت کے موقع پر آپ نے رسول اللہ کی خدمت میں ایک

اونٹ پیش کیا۔ مگر کارہ رسالت نے اسے بلا قیمت قبول نہیں فرمایا

اور قیمت پر معہ منافع آپ سے خرید فرمایا۔

۶۔ آپ منعم اور مسرور تھے۔ رسول اللہ سے تقریباً دو اٹھائی سال

بچھوٹے تھے۔

۷۔ آپ غزوہ بدر میں عریش کے محفوظ مقام میں بیٹھے ہوئے

تھے۔

۸۔ حضرت ام المومنین بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت

ابوبکر نے اپنے ساتوں غلام آزاد کر دیئے۔

۹۔ حضرت ابوبکر سے اپنی بیٹی حضرت ام المومنین بی بی عائشہ

کا عقد رسول اللہ سے کر دیا گیا۔

۱۰۔ جنگ احد میں اکثر مسلمان رسول اللہ کو میدان جنگ میں

چھوڑ کر چل دیے تھے۔ ان میں حضرت ابوبکر بھی تھے۔

۱۱۔ جنگ خندق میں آپ کا کوئی کارنامہ یا نظر نہیں آتا

آپ نے ایک کافر کو بھی نہیں مارا۔



۱۲۔ جنگ خیبر میں آپ کو نمایاں ہونے کا موقع ملا۔ مگر آپ قلعہ کو فتح نہ کر سکے۔ اور بے نیل و مرام واپس آ گئے۔  
 ۱۳۔ فتح مکہ کے دن آپ نے سارا وقت اپنے پرانے دوستوں میں گزارا۔

۱۴۔ جنگ حنین میں آپ ثابت قدم نہ رہے۔  
 ۱۵۔ رسول اللہ کی زندگی میں آپ کو کبھی رسول اللہ کی قائم مقامی یا جانشینی کا موقع نہ ملا۔ زمانہ علالت میں آپ کی پیش نمازی کی روایت مشہور ہے جس پر ہم اس کتاب کی پہلی جلد میں روشنی ڈال چکے ہیں۔  
 ۱۶۔ آپ سے رسول اللہ نے کبھی رات داری کی باتیں نہیں کی

ہیں۔  
 ۱۷۔ آپ نہ نزول آیہ تطہیر میں شامل تھے اور نہ مباہلہ میں شریک تھے۔

۱۸۔ آپ کو نہ معصوم ہونے کا دعوے سے اور نہ مسلمانوں میں سے کوئی آپ کی عصمت کا قائل ہے۔ بلکہ اقوال و خطبات میں آپ کو اپنے غیر معصوم ہونے کا اعتراف ہے۔

۱۹۔ آپ حضرت اسامہ کے ماتحت حبش اسامہ میں حکم رسول مامور تھے۔ مگر آپ اس میں تشریف نہیں لے گئے۔

۲۰۔ آپ کا غزوات رسول میں کسی غزوہ میں کفار میں سے

کسی کو مارنا ثابت نہیں ہے۔

۲۱۔ آپ کا عزوات رسول میں کسی غزوہ میں خفیف سے خفیف زخم کھانا ثابت نہیں ہے۔

۲۲۔ آپ سورہ برأت کی تبلیغ پر مامور ہوئے تھے۔ مگر پھر یہ فریضہ حضرت علیؑ کے سپرد کیا گیا اور آپ واپس بلا لیے گئے۔

۲۳۔ آپ کا کئی ایک مسائل شرعیہ سے واقف نہ ہونا کتب سے ثابت ہے اور آپ نے کبھی علمی خصوصیت کا اعلان بھی نہیں فرمایا۔

۲۴۔ آپ وقت وفات رسول مدینہ میں موجود نہیں تھے۔ بلکہ اپنی نئی بیوی کے ساتھ محلہ رخ میں تھے۔

۲۵۔ آپ اپنی کمزوریوں سے اچھی طرح آگاہ تھے اور ان کے بیان کرنے میں نہایت صاف گوئی سے کام لیتے تھے جیسا کہ آپ کے خطبات سے ظاہر ہے۔

۲۶۔ آپ رسول اللہ کے جنازے کو بنے گورد و کفن پھوڑ کر متقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف لے گئے اور وہاں حصول خلافت کے لیے جدوجہد فرمائی۔

# سوالات

۱۔ حضرت ابوبکر کا نسب بیان کر کے لکھو کہ وہ کس پشت میں رسول اللہ سے متعلق ہوتے ہیں؟

۲۔ آپ کتنے آدمیوں کے بعد اسلام آئے اور آپ کی واقعہ ہجرت میں شمولیت کو بیان کیجئے۔

۳۔ کیا آپ نے رسول اللہ کی مالی امداد کی؟

۴۔ واقعہ ہجرت میں ادنٹ کی خرید و فروخت کے واقع کو بیان کیجئے۔

۵۔ آپ کے سن و سال کو لکھیے۔ آپ کی رسول اللہ سے کیا قرابت تھی۔

۶۔ کیا جنگ بدر و احد میں آپ نے کوئی عسکری خدمت انجام دی؟

۷۔ جنگ خندق و جنگ خیبر میں آپ سے کوئی کام نہایا ہوا۔

۸۔ فتح مکہ اور غزوہ حنین میں آپ نے کیا حصہ لیا۔

۹۔ کیا آپ کو عہد رسالت میں رسول اللہ کی قائم مقامی کا کوئی موقع ملا؟

۱۰۔ کیا آپ نے عصمت کا کبھی دعویٰ کیا؟

امان کی غزوات میں آپ کے ہاتھ سے کوئی شخص  
یا آپ کے جسم پر کوئی زخم نہ آیا۔

۱۲۔ جیش اسلام میں آپ کی کیا پوزیشن تھی اور کیا جیش اسلام میں آپ نے ارشادات سرکار رسالت کی تعمیل کی ؟

۳۱۔ سورہ برأت میں آپ کے تقرر کے بعد کی ہوا

۴۱۔ آپ کی علمی خصوصیات پر پوشنی ڈالیے۔

۱۵۔ کیا آپ سب سے تجیز و تکفین سرکار رسالت میں شرکت کی  
اگر نہیں تو کیوں؟

تاریخ و سیرت اہل بیت علیہم السلام

[illegible]

مستحقان و نیازمندان ، به سبب بی یاری

420

پایان

— 1998 —

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمه کتاب، ملحق به کتاب است و در این کتاب

36 22 42

[illegible]



# دسواں باب

## ارتدادی زلزلہ

حضرت ابوبکر کی عام مخالفت

اس مخالفت کو دبانے کے لیے تدابیر

اگرچہ مدینہ طیبہ میں ایک پارٹی نے بیعت کر لی تھی اور اس گروہ کی سیاست سے عوام نے (فلقہ) بغیر سوچے سمجھے انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ مگر ملک کی اکثریت ان کے خلاف تھی۔ کوئی قبیلہ، کوئی گروہ، کوئی مقام اور کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں یہ سیلاب نہ پہنچا ہو۔ عرب بھر کے قبائل کے نام گنولنے کی ضرورت نہیں۔ اس مخالفت کے ثواب ہیں۔

تمام عرب مرتد ہو گیا | ارتداد العرب املامة او  
خاصہ من کل قبیلۃ و ظہار النفاق

تمام عرب عام خاص ہر قبیلہ کے مرتد ہو گئے۔ نفاق ہر طرف ظاہر ہونے لگا۔

سہ ماہی بخیر و کمال

۲۔ ارتداد کل قبیلۃ عامۃ و خاصۃ الا قریش و ثقیف  
عرب کا ہر قبیلہ وہ عام ہو یا خاص سوا قریش اور ثقیف کے مرتد  
ہو گیا۔

۳۔ حضرت ام المومنین نبی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ بعد وفات رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں اتفاق پیدا ہو گیا۔ عرب مرتد  
کئے اور انصاریہ پیدا ہو گئے۔

یہ ارتداد کیسا | بظاہر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ رسول اللہ کی آنکھ بست  
ہوتے ہی تمام قبائل عرب اسلام سے کیوں ہٹ گئے  
کیا تمام عالم اسلامی رسول اللہ کی رعایت کرتے ہوئے اسلام لایا تھا، کیا  
رسول اللہ کا کوئی خاص اثر ان لوگوں پر تھا؟ کیا رسول اللہ نے دولت  
کے زور سے ان لوگوں کو مسلمان بنایا تھا؟ کیا رسول اللہ نے تلوار کے  
زور سے اسلام پھیلایا تھا؟ کس محل پر جو اس قسم کے سوالات انسان  
دماغ پیدا کرتا ہے ان کا اقرار اور ان کی تائید کوئی مسلمان نہ کر سکتا ہے  
اور نہ کرے گا۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کے مان لینے کے بعد تبلیغ رسول  
پر باری ضرب پڑتی ہے۔ پھر آخر کیا وجہ تھی کہ صرف دو قبیلے مسلمان  
رہے۔ باقی ساری دنیا کافر اور مرتد ہو گئی۔

جس ارتداد کا یہ شور و غل ہے وہ آخر کیا تھا | اس ارتداد کی حقیقت  
پر چند واقعات

خی ڈال رہے ہیں۔ عمرو بن حرب نے سعید بن زید سے پوچھا تھا کہ رسول اللہ کی موت کے دن موجود تھے۔ کہا ہاں، کہا کہ بیت ابی بکر دن ہوئی تھی جواب دیا اسی دن تیس دن رسول اللہ نے دنیا سے پائی۔ کیونکہ لوگوں نے خیال کیا کہ بغیر خلیفہ کے رہنا ممکن نہیں۔ پوچھا تو کیا نے اختلاف تو نہیں کیا۔ جواب دیا کہ نہیں، بسی اسی نے اختلاف کیا۔ مرتد تھا یا عنقریب مرتد ہو جانے والا تھا۔

اس جواب نے رب مخالفت کرنے والوں کو خواہ وہ بنی ہاشم ہوں یا ہر یا انصار، ارتداد کے دامن میں سمیٹ لیا اور مخالفت کرنے والے اقتدار کو مرتد نظر آنے لگے۔ جو لوگ مرتد کے ہوتے ہیں وہ مسلمان یا نہیں۔ اس کو ان کے عقائد سے جانچئے۔ چنانچہ اولاد عید مناء کا شمار مرتدین میں کیا گیا ہے۔ اور دیگر قبائل کا بھی۔ صرف اس لیے کہ وہ اس بت ابی بکر کے قاتل نہ تھے اور نہ ان کو شلیفہ مانتے تھے۔ یہ لوگ بنی یان کہلاتے تھے۔ ان کا اسلام اور ان کا ارتداد اس شعر سے معلوم ہو جائیگا

اطعنا رسول اللہ ما کان بذینا

فیال عباد اللہ ما لا بی بکر

ہم نے رسول اللہ کی اطاعت کی۔ جب تک وہ ہم میں زندہ رہے یہ ابو بکر کو کیا ہو گیا ہے، ہم ان کی اطاعت کیوں کریں گے۔

۱۔ تاریخ طبری جلد سوم ص ۲۰ طبع مصر  
۲۔ تاریخ طبری ص ۲۰

**مالک بن نویرہ** | مالک بن نویرہ کا مشہور واقعہ ہے۔ جسے ہم مالک بن نویرہ کے حالات میں لکھیں گے، ان کے

ہوئے پر بعض اصحاب نبی اور خود حضرت عمر کی گواہیاں موجود ہیں۔ مگر اس کے وہ قتل کر دیے گئے اور ارتداد کا الزام ان کے قتل کا باعث بنا۔ مالک کے اسلام پر جن لوگوں نے گواہی دی ان میں ابو قتادہ صحابی بھی تھے۔

**اس مخالفت کو دبانے کیلئے حضرت ابو بکر کا حکم**

حکمت یہ حضرت ابو بکر خلیفہ المسلمین۔  
یہ خط ہے ابو بکر خلیفہ رسول کی طرف سے ہر خاص و عام کی طرف خواہ وہ اسلام پر قائم ہو یا اس سے پھر گیا ہو،  
میں فلاں شخص کو ایک فوج کے ساتھ تمہاری طرف روانہ کر رہا ہوں اور اس فوج کو تمہارے حکم دیا ہے کہ تم لوگوں میں جو شخص میرا حکم نہیں مانے اس کو ضرور لڑے اور جو شخص قابو میں آجائے اس پر ذرہ برابر بھی رحم نہ کرے۔ ان سب کو آگ میں جلا دے سب کو اچھی طرح قتل کرے اور عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنائے۔

**حیش اسامہ کی روانگی** | صفر ۱۱ھ میں رسول اللہ نے اپنے سے چند روز قبل باہود شدت مرض

لے تاریخ کامل ابن اثیر جزئی و تاریخ ابن جریر طبری ۲۲۵



دیا کہ اہل روم کے ساتھ جنگ کرنے کو جائیں اور اسامہ بن زید کو اس لشکر  
 پر مقرر فرمایا۔ اس وقت اسامہ کی عمر ۱۸ یا ۱۹ برس کی تھی۔ رسول اللہ  
 بھی فرمایا تھا کہ سوائے حضرت علیؑ کے سب تہذیب و انصاف یعنی حضرت

عمر، عثمان، سعید بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن الجراح، سعید بن زید  
 بن النعمان وغیرہ اسامہ کے ماتحت جائیں۔ صحابہ کو یہ ناگوار گزارا  
 لیکن تمناں کر لے گئے جب سرکار رسالت کو اس کا علم ہوا، باوجود شدت  
 خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ لوگو! تم اسامہ کی سرداری سے معذرت ہو  
 راضی کر رہے ہو۔ جس طرح اس کے باپ زید کے سردار فوج ہونے پر  
 مل کر رہے تھے۔ خدا کی قسم وہ سرداری کا سزاوار ہے اور اس کا باپ  
 تھا۔ میں ان باپ بیٹے کو بہت عزیز رکھتا ہوں۔ اس کے ساتھ جاؤ  
 بشکر کو لے کر روانہ ہو۔ حضرت ابوبکر و عمر اب بھی اس کے ساتھ نہیں  
 تھے، بلکہ مدینہ میں رہ گئے تھے۔ جب رسول اللہ کی حالت نازک ہو  
 اسامہ کی مال نے اسے واپس بلا لیا۔

جب سرکار رسالت کا انتقال ہو گیا تو حضرت ابوبکر نے عمان حکومت  
 لے کر حبش اسامہ کو سہ حد شام کی طرف روانہ کر دیا۔ اس میں ایک  
 دست بہ بھی تھی کہ حضرت ابوبکر اس شدید مخالفت کا جو ان کے  
 تفریع ہو گئی تھی سرخ فوجی مہم کی طرف پھیرنا چاہتے تھے۔ حضرت  
 کی یہ نفسیاتی حکمت بہت کامیاب رہی۔

رجز النبوة جلد ۲ صفحہ ۴۸۸ تاریخ کمال جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ جلد ۲ صفحہ ۱۸۵۔

## مدینہ خطرہ میں

حضرت ابوبکر کی مخالفت کرنے والے قبائل مدینہ

مدینہ کے مخالفوں کا مقابلہ کرنے اور دار الحکومت کو بچانے کے لیے آپ نے شروع کیے۔ آپ نے ابرق کے مقام پر بنی عین سے جنگ کی وہ شکست کھا کر بھاگے تو یہ آگے بڑھے اور بنی ذبیان سے لڑائی ہوئی انہیں مدینہ کو حملہ سے بچایا غلبہ کے بعد بنی ذبیان کی چراگاہیں اپنی فوج گھوڑوں کے لیے وقف کر دیں۔

## مالعین زکوٰۃ یا منکرین زکوٰۃ

ذہبی کہتے ہیں کہ حبیب وقات جنانہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام

نہر گرد و نواح میں مشہور ہوئی، تو اکثر قبائل عرب اسلام سے متدبر ہو گئے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا پس حضرت ابوبکر نے ان پر فوج کشی کا حکم دیا سرحد و خیرہ نے ان کو روکنا چاہا مگر آپ نے فرمایا، واللہ جو کچھ وہ لوگ رسول کی خدمت میں آدا کرتے تھے اگر اس میں سے ایک بڑا لہ یا پانی بھی رکھیں تو میں ان سے تادم بولی لڑتا جاؤں گا کہ حضرت عمر نے کہا کہ رسول اللہ نے تو یہ فرمایا ہے کہ مجھے حکم مہیا ہے کہ کفار سے اس وقت تک لڑا جاوے جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ اور کہ میں محمد رسول اللہ ہوں نہ کہیں ان کا جیب کہہ دیں تو ان کا مال اور خون مجھ پر منع ہو گیا، مگر بوجہ ادائے حق کے کہیں ان کا خطاب خدا پر ہے اس صورت میں آپ ان پر بائیس طرح آیتیں فرمائی ہیں۔ آخر وہ اس کلمہ میں تو شریک ہیں، حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ

واللہ میں ان لوگوں سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق سمجھتے ہیں۔ آخر زکوٰۃ بھی تو بیت المال کا حق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بھی دیا ہے کہ ادا کئے حق کے لیے ان کا مال اور خون مجھ پر جائز ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ سنگر میں خاموش ہو رہا ہے۔

اس بیان سے اس ارتداد کی قلعی کھل جاتی ہے جس کا عام طور پر شہرہ ہے ظاہر ہے کہ کچھ لوگ ایسے تھے جو کلمہ بھی پڑھتے تھے نماز بھی پڑھتے تھے مگر حضرت ابو بکرؓ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر رہے تھے۔ جیسا کہ اس جملہ سے ظاہر ہے۔ "میں ان لوگوں سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق سمجھتے ہیں۔" ان لوگوں کو اصول زکوٰۃ سے انکار نہیں تھا، البتہ اس نظام حکومت کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار تھا جو ایک پارٹی نے مدینہ میں قائم کی تھی۔ اگر اصول جمہوریت پر اس اعلان جنگ کو پرکھا جائے تو وہ پورا نہیں اترتا اس لیے کہ جمہوریت میں کسی ایسی جماعت پر حکومت کو ٹیکس عائد کرنے کا حق نہیں جسے حکومت کے انتخاب میں نمائندگی نہ دی گئی ہو۔

ہمیں تو اس امر پر تعجب ہے کہ خلافت اربعہ میں سے پہلی حکومت میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے مرتد قرار دیے گئے اور چوتھی حکومت میں علی الاعلان بغاوت کرنے والوں اور مسلمانوں کا اس بغاوت میں خون بہانے والوں پر خطائے اجتہادی کا پردہ ڈال کر انہیں اللہ کے نزدیک مایوس و مشاب قرار دیا گیا۔ رح بیہن تفاوت رہ از کجاست تا بجار۔

لے تاریخ الملتھا وارد و ترجمہ مطبع صدیقی لاہور

مظاہر بن علی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر نے خالد بن ولید کو بھیجتے ہوئے ہدایت فرمائی تھی کہ مرتدین سے پانچ امور کی نسبت جنگ کرنا اگر ان میں سے کوئی ایک سے بھی انکار کرے تو اس سے ایسا ہی جنگ کیا جائے گویا کہ وہ پانچوں سے انکاری ہیں۔ ہو کہ شہادۃ لا الہ الا اللہ محمد عبدہ و رسولہ (سے انکار کرے) اور نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا اور روزہ رکھنا ہیں۔

**خلاصہ بحث** | مسلمان مورخوں نے حضرت ابو بکر کی اس مخالفت کے تذکرہ میں مرتدین اور منکین زکوٰۃ کو اس طرح ملاحظہ دیا ہے کہ جس نے حضرت ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ اسی بات پر انہیں مرتد لکھنا شروع کر دیا۔ اس لیے مرتد اور مانع زکوٰۃ میں فرق بیان کرنا نہایت ضروری ہے۔ ہم ان لوگوں کو جو خدا کو ایک مانتے تھے رسول اللہ کو پیغمبر جانتے تھے اور نماز پڑھتے تھے صرف حضرت ابو بکر کو زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر مرتد نہیں کہہ سکتے

**مرتد کس کو کہتے ہیں** | المرتد شرعاً هو الذی یکفر بعد الایمان شرعی طور پر مرتد وہ شخص ہے جو ایمان قبول کرنے کے بعد کافر ہو جائے۔ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ جو مسلمان اسلام سے برگشتہ ہو جائے اسی کو مرتد کہتے ہیں۔ اگر زکوٰۃ نہ دے، خمس نہ دے، روزہ نہ رکھے، حج نہ کرے، اسکو کسی طرح مرتد نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اگر وہ شراب پیئے، پوری کرے، زنا کرے جب بھی مرتد نہیں کہا جاسکتا۔ اگر اسلام کے



ی ایک حکم سے انحراف کرنے سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے تو ہر زمانے میں مسلمانوں  
اس قدر لوگ مرتد ہو جاتے ہیں کہ جو شمار میں نہیں آ سکتے۔

فَقَالَ النَّبِيُّ ذَاكَ جِبْرِئِيلُ اَتَاَنِي اخْبَرَنِي اَنَّهُ مَن مَاتَ مَن  
مَتَى لَا يَشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
رَأَيْتَ زَنِيًّا وَانْ سَوَّقَ قَالَ رَأَيْتَ زَنِيًّا وَانْ سَوَّقَ - مَرَّارَ رَسَالَتِ  
نَے فرمایا۔ یہ کہ جبریل میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ جو میری امت  
سے مرجائے اور وہ اللہ کے ساتھ کسی معبود کو شریک نہ کرے یعنی وہ مشرک  
ہو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول!

اگرچہ وہ شخص زنا اور چوری کرے، فرمایا ہاں اگرچہ زنا  
ورچہ دی کرے اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص مشرک نہیں  
وہ اپنے اعمال قبیلہ کی نرا بھگت کر بہشت میں داخل ہوگا۔ نتیجہ یہ ہے کہ  
جو شخص شرک نہ کرے وہ شخص کسی طرح مرتد نہیں کہا جاسکتا۔ حضرت ابو بکر  
کو جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے تھے وہ بیچ بیچ کر خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ  
کی رسالت کا اعلان کر رہے تھے، اس لیے وہ مشرک نہیں تھے۔ اور جب انہوں  
نے شرک نہیں کیا تو وہ مرتد بھی نہیں ہو سکتے۔

قرآن مجید میں ایک  
کیا زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد جائز ہے | آیت بھی ایسی نہیں

مل سکتی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں سے لڑو۔ اور انہیں

قتل کرو، سرکار رسالت کی کوئی ایسی حدیث بھی نہیں مل سکتی جس میں صاف طور پر وضاحت کی گئی ہو کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں کی تہذیب قتل سے۔ سرکار رسالت کے زمانے میں کچھ لوگوں نے زکوٰۃ نہ دینے سے انکار کر دیا تھا، مگر آنحضرتؐ نے نہ جہاد کیا نہ ان پر زنجیں بھجیں، نہ ان کو قتل کیا اور نہ زندہ بھجایا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ واقعہ موجود ہے۔

بجانب رسالتؐ کے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ ابن جمیل و خالد بن ولید اور عباس بن عبد المطلب زکوٰۃ نہیں دیتے حضورؐ نے فرمایا ابن جمیل کیوں انکار کرتا ہے۔ حالانکہ وہ فقیر تھا۔ اللہ نے اسے مالدار کر دیا ہے اور خالد پر تم لوگ زیادتی کرتے ہو، اس نے اپنی درہموں اور ہتھیاروں کو رات و دن جہاد کرنے کی غرض سے روک رکھا ہے۔ عباس بن عبد المطلب تو رسول اللہؐ کے چچا ہیں تو یہ اور اس جیسی اور زکوٰۃ بھی ان کا حق ہے۔

قرآن اور حدیث کے علاوہ اہل سنت والجماعت کے اصول میں اجماع کو بھی شرعی دلیل تسلیم کیا گیا ہے مگر حضرت ابو بکرؓ نے مسکین زکوٰۃ کے معاملہ میں اسے بھی نظر انداز فرما دیا، تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے مسلمان اور اہل قبلہ میں سالانہ سے جہاد جائز نہیں، لوگوں نے بہت سمجھایا، حتیٰ کہ سلطنت کے شیر اعلیٰ حضرتؓ عمرؓ نے بھی اس امر میں مخالفت کی مگر حضرت ابو بکرؓ نے کسی کی نہیں مانی اور یہی کہتے رہے کہ اگر کوئی اور ساتھ نہیں دے گا۔ تو

مکرمین زکوٰۃ سے میں تمہارا اطوار کیا

مالک بن نویرہ اور اس کے قبیلہ کا قتل علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں

میں ایک صاحبِ عزت و احترام شخص تھے ان کی عزت اور وجاہت کا یہ عالم تھا کہ ان کے متعلق مشہورِ غرب المثل تھی۔ فستی و لا کمالک یعنی جو ان ہوئے کو بہت سے ہوں گے مگر مالک جیسا کوئی جو ان نہیں۔

مالک کو صحابی رسول ہونے کا بھی ثروت حاصل تھا۔ محدثین میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی تالیف اصحابہ میں جو انہوں نے صحابہ کے سوارِ رخ میں لکھی ہے ان کا ذکر کیا ہے۔

”تیسرے رسالت نے ان کے مشرت بہ اسلام ہونے کے بعد انہیں قبیلہ بنی یزید سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور فرمایا تھا۔ جب سرکار رسالت کا انتقال ہو گیا اور مالک بن نویرہ کو اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنی قوم سے زکوٰۃ کی وصولی متوی کر دی اور کہا کہ تم لوگ زکوٰۃ کے مال کو ابھی اپنے پاس ہی محفوظ رکھو۔ یہ معلوم کر کے کہ پیغمبر کے بعد کون آپ کا قائم مقام ہوا اور کیا انتظام حکومت طے پایا۔ پھر یہ چیزیں تم سے لے لی جائیں گی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اشعار میں اس کی فراحت بھی کی ہے۔ ہم ان اشعار کا اردو ترجمہ نقل کرتے ہیں۔“

”ایک بعض لوگوں نے کہا خدا مالک کو استقامت بخشے اور عین کہتے ہیں تمہیں کیا ہوا ہے اتم کیوں سیدھے نہیں ہوتے۔“

۲۔ میں نے ان سے کہا کہ تم اپنی مرضی کے مطابق کرنے دو۔ میری رائے کبھی غلط نہیں ہوتی۔

۳۔ میں نے ان سے کہا تم اپنے اموال کو واپس لے لو۔ بغیر کسی خوت کے اور آئندہ کے کسی اندیشہ کے۔

۴۔ میں اپنے کو تمہارا سپر بنا دوں گا۔ اور اپنا ہاتھ تمہارے ہواے کر دوں گا۔

۵۔ فان تاملوا امر المنجد دقاتہ

اطعنا وقلنا الدین دین محمد

اگر پیغمبر کا کوئی بیان نشین ہوتا اور اس نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو ہم اس کی اطاعت کریں گے اور کہیں گے کہ دین بس محمد کا دین ہے ان اشعار میں کوئی شعر اور کسی شعر میں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جس سے مالک بن نویرہ کا ارتداد یا ان کی بغاوت ظاہر ہوتی ہو، وہ سرکار رسالت کی زندگی تک زکوٰۃ وصول کر کے رسول اللہ کی خدمت میں پہنچاتے رہے۔ بعد وفات پیغمبر اس انتظار میں تھے کہ آپ کا جانشین آپ کی جگہ بیٹھ جائے تو اس کی اطاعت کر کے اس کے پاس زکوٰۃ کا مال روانہ کر دیں۔ پس جب قبیلہ بنی مدلوح نے زکوٰۃ کے داخل کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر نے خالد بن ولید کو زکوٰۃ کے لیے مالک بن نویرہ کے پاس بھیجا۔ جب خالد بن ولید وہاں پہنچے تو مالک بن نویرہ ان کے پاس حاضر ہوا۔ اتفاق سے

سہ تاریخ ابن الوردي، تاریخ احمدیہ ص ۱۲۲۔



اس کی بیوی بھی ساتھ تھی، خالد بن ولید اس کے حسن و جمال پر شیدا ہو گئے۔  
 جب خالد بن ولید بن مالک بن نویرہ پر فریفتہ ہوئے تو انہوں نے  
 ضرار بن اذور کو حکم دیا کہ مالک کی گردن اڑا دے، مالک نے اپنی صاحبِ حال  
 زوجہ کی طرف نگاہ کر کے کہا کہ اسی عورت نے مجھے قتل کرایا۔ خالد نے  
 کہا، نہیں، بلکہ تیرا اسلام سے پھر جانا تیرے قتل کا باعث ہوا۔ مالک بولا  
 کہ میں تو مسلمان ہوں (مگر کون سنا ہے عدلے مالک) خالد کے حکم دیتے  
 ہی ضرار نے مالک کا سر اڑا دیا۔

ابو قتادہ جو خالد کے ساتھ گئے تھے انہوں نے واپس آ کر حضرت  
 ابو بکر کو اس واقعہ سے خبر دی اور قسم کھائی کہ میں خالد کے زیرِ علم نہیں ہوں  
 گا۔ کیونکہ اس نے مالک کو قتل کر ڈالا جو کہ مسلمان تھا۔

جب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو اس انوسناک واقعہ کی اطلاع ہوئی  
 تو حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ خالد نے بے شک زنا کیا اس  
 کے رجم کا حکم دو۔ حضرت ابو بکر بولے کہ میں خالد کے رجم کا حکم نہ دوں گا  
 کیونکہ اس نے تادیل میں غلطی کی۔

جب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو قتلِ مالک کی اطلاع ہوئی تو حضرت  
 عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ بے شک خالد زنا کا مرتکب ہوا۔ اس پر

ملہ تاریخ ابن واضح، تاریخ احمدی ۱۳۳، تاریخ الباقدا ۱۳۳، تاریخ لادۃ المناظرین شمس، تاریخ

احمدی ۱۳۳، ملہ تاریخ ابن واضح، تاریخ احمدی ۱۳۳، تاریخ یعقوبی ج ۲، ۱۲۸، سیر الانصار ج ۲

اول ۲۲۵، ملہ تاریخ الباقدا، تاریخ احمدی ۱۳۳، ۱۲۳

حد جاری کرو۔ حضرت ابو بکر نے کہا (ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ) خالد نے تاویل میں غلطی کی۔ حضرت عمر بولے تو پھر اچھا اس کو قتل کرو کہ اس نے ایک مسلمان کو قتل کیا۔ حضرت ابو بکر نے کہا (یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ) خالد نے تاویل میں غلطی کی ہے۔

جب خالد واپس آئے اور مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت عمر نے خالد سے کہا کہ تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا اور پھر اس کی عورت پر قبضہ کیا۔ واللہ میں تجھ کو سنگسار کروں گا۔ خالد نے یہ سب کچھ جواب نہ دیا، کیونکہ خالد کو گمان ہوا کہ جو کچھ حضرت عمر نے کہا وہ حضرت ابو بکر کی رائے کے موافق ہے۔ بعد ازاں خالد نے حضرت ابو بکر کے پاس حاضر ہو کر حقیقت حال سے خبر دی اور اپنی خطا کا عذر پیش کیا۔ حضرت ابو بکر نے ان کا عذر قبول کر کے ان کی خطا کو معاف فرمایا۔ پس خالد حضرت ابو بکر کی رضا مندی حاصل کر کے باہر نکلے تو حضرت عمر کو مسجد میں دیکھ کر بولے کہ ادھر اسے ام شملہ کے بیٹے یہ سین کر حضرت عمر سمجھ گئے کہ حضرت ابو بکر نے خالد کا قصور معاف کر دیا اور جب چاہا اپنے گھر کے اندر چلے گئے۔

مالک بن نویرہ کا قبیلہ سواسے انکا یہ زکوٰۃ کے سرحدیت سے منہاں تھا ان کے اسلام کی گواہی ابو قتادہ نے ان الفاظ میں دی "نکات فی من شہدا انہم قد اذنوا واقاموا وقد صلوا" ان لوگوں نے

اذان و اقامہ کی اور نماز پڑھی پھر بھی ان مالعین زکوٰۃ کے ساتھ برے  
 سلوک کیے گئے، جاڑے کی ٹھنڈی راتوں میں یہ لوگ بغیر کسی چھت  
 کے تند کی حالت میں سردی کھاتے رہے، پھر قتل کر دیے گئے۔  
 قبیلہ مالک بن نویرہ نے خود اقرار اسلام کیا اور ان کے اسلام کو لوگوں  
 نے مٹا دیکر بھی لیا۔ اس کے متعلق طبری کی یہ عبارت قابل غور ہے۔  
 قتالہ کے لشکر وائے کہتے ہیں قتلنا انا امسلمون فقالوا ونحن المسلمون  
 قتلنا بما بال السلاح معكم قالوا انا فما بال السلاح معكم  
 قتلنا ان کنتم فما تقولون فوضوا السلاح قال فوضوها  
 ثم فصلنا وصلوا۔ ہم لوگوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں مالک اور اس  
 کے ساتھیوں نے بھی کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم نے کہا تو پھر یہ کیا بات  
 ہے کہ تمہارے ساتھ تمہارے اسلحہ ہیں۔ انہوں نے بھی ہم سے یہی سوال  
 کیا ہم نے کہا کہ اچھا اگر یہ بات ہے تو ہم سب اسلحہ کو اتار کر رکھ دیں چنانچہ  
 انہوں نے اسلحہ اتار کر رکھ دیے اور ہم سب نے مل کر نمازیں پڑھیں۔  
 مالک بن نویرہ کے قبیلے کے ساتھ خالد بن ولید نے کیا سلوک کیا  
 مالک اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے بعد ان کے سروں کو اٹیٹوں اور  
 پتھروں کی بجائے دیگوں کے نیچے لگا کے آگ روشن کی گئی سب کی  
 جلدیں آگ کی حرارت سے جل گئیں، مگر مالک کے بال اتنے زیادہ

سہ طبری واقعات ردہ ،  
 سہ تاریخ طبری ص ۲۲ ، واقعات ردہ

تھے کہ ان کی جلد بالوں کی وجہ سے محفوظ رہی۔

مستم بن زویرہ نے اپنے بھائی مالک بن زویرہ کا مرثیہ کہا جو عرب کی صفہ  
مرثیہ گوئی میں خاص درجہ رکھتا ہے۔ ایسا مرثیہ ہے کہ مضبوط دل والا  
بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ اور یہ مرثیہ انہوں نے حضرت ابو بکر  
کی موجودگی میں پڑھا۔

مالک بن زویرہ بنی حنیفہ کی شاخ بنی یزید سے تھے۔ الغرض خاندان  
قبیلہ مالک بن زویرہ کے مردوں کو تہ تیغ کرنے کے بعد انکی عورتوں  
کو لونڈیاں بنا کر مدینہ میں لائے۔ جناب خولہ مادر محمد بن حنیفہ ان قیدیوں میں  
تھیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے انہیں کنیز نہیں سمجھا اور ان کا زناہ عورت  
سمجھ کر ان سے عقد کیا جس سے حضرت محمد بن حنیفہ کی ولادت ہوئی۔

**حضرت موت کی تسخیر** | حضرت موت اور کندہ پر مہر کا رسالت کی طرف  
سے زیاد بن لبید عالم تھے، ان کی وفات

کے بعد اشعث بن قیس نے علم بغاوت پلند کیا۔ بہت سے لوگ  
اس کے ساتھ مل گئے۔ زیاد بن لبید ان سے لڑے مگر شکست کھا کر  
مدینہ چلے آئے، عکرمہ نے اشعث کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔

وہ قیدی کی حیثیت سے مدینہ لایا گیا۔ جہاں حضرت ابو بکر نے اپنی بہن  
ام فروہ کا اس سے عقد کر دیا اور ان کے ہاں اولاد ہوئی۔ ایک  
بیٹی جس کا نام جعدہ بنت اشعث تھا جس نے رسول اللہ کے نواسے



حضرت امام حسن کو زہر دیا۔ اور ایک بیٹا محمد بن اشعث جو امام حسین علیہ السلام اور حضرت مسلم کے قتل میں شریک تھا۔

**بحرین کی مہم** | بحرین میں نبی بکر اور بنی عبدالقیس کے قبائل آباد تھے۔ منذر بن سادہ ان پر حکمران تھا۔ جو زمانہ وفات سرکار رسالت میں مر گیا۔ اس کے بعد مالِ بحرین نے مخالفت شروع کر دی۔ وہاں کے حاکم علاء بن حضرمی مدینہ چلے آئے اور یہاں سے فوج لے کر حملہ آور ہوئے۔ علاء بن حضرمی نے ان کے غلات کٹی لڑائیاں لڑیں آخر انہیں شکست دی۔ الغرض مانعین زکوٰۃ اور دوسرے مخالفت کرنے والے قبیلوں کو فوجی طاقت سے دبا دیا گیا۔

**مدعیان نبوت اور ان کے پیرو** | سرکار رسالت کے آخری ایام میں کئی ایک جھوٹے مدعیان نبوت

پیدا ہو چکے تھے مگر وہ سب بے ہوشے تھے۔ جب انہوں نے حضرت ابوبکر کی حکومت کی عام مخالفت دیکھی تو ان کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ اپنی کامیابی کے لیے جدوجہد کرنے لگے اور لوگوں کو اپنے جال میں بھنسانے کے لیے میدان میں آ گئے۔ ان جھوٹے مدعیان نبوت کا حال ہم یہاں اختصار سے بیان کرتے ہیں:-

**مسلمہ کذاب** | مسلمہ قبیلہ بنی حنیفہ سے تھا۔ یہ قبیلہ مسلمان ہو گیا تھا اور ان کا ایک دستار میں دربار رسالت میں حاضر ہوا تھا۔

اس میں مسلمہ بھی تھا۔ اس نے مدینہ سے لوٹ کر دعویٰ نبوت کر دیا اور اس نے چند نفرت سے گھڑیے اور انہیں کلام الہی کہنے لگا۔ کچھ لوگ اس کے پیرو ہو گئے

حضرت ابوبکر کے زمانہ سلطنت میں اس نے ایک لشکر مرتب کر لیا۔ اور حکومت کی مخالفت شروع کر دی۔

**سجلیع** | اسی اثنا میں ایک عورت سجلیع نے عراق میں دعوت نبوت کیا۔ پھر ان دونوں چھوٹے مدعیان نبوت میں مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ

کے بعد سجلیع نے مسیلمہ سے شادی کر لی۔ اس طرح ان دونوں کو بی مائے نیت والے متحد ہو گئے۔ اس طرح مسیلمہ کی طاقت بہت بڑھ گئی۔ حضرت ابوبکر نے جیش اسامہ کی سرحد شام سے واپسی کے بعد مسیلمہ کے خلاف ایک بعد دیگرے دو لشکر روانہ کیے۔ ایک کا سردار عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ اور

دوسرے کا شریک حضرت ابوبکر کا حکم یہ تھا کہ دونوں لشکر جب متحد ہو جائیں تو مسیلمہ پر حملہ کیا جائے لیکن عکرمہ نے اس لیے کہ فتح میرے نام پر ہو نہ جہل کے پیچھے سے پہلے حملہ کر دیا۔ حضرت ابوبکر یہ سن کر بہت ناراض ہوئے اور عکرمہ کو میدان جنگ سے واپس بلا لیا۔ اور خالد بن ولید کو مسیلمہ کے خلاف روانہ کیا

**جنگ یمامہ** | اس جنگ میں مسیلمہ نے چالیس ہزار فوج کے ساتھ مسلمانوں سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مگر مسلمان نہایت بہادری سے لڑے

اور آخر مسیلمہ کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور انہوں نے بھاگ کر ایک باغ میں پناہ لی۔ جس کے ارد گرد ایک پختہ فصیل تھی۔ مسلمانوں نے اس باغ کا محاصرہ کر لیا۔ بسر ابن مالک نہایت جرات سے فصیل باغ پر چڑھ گئے اور باغ میں کود کر فصیل کا دروازہ کھول دیا۔ مسلمان باغ میں گھس گئے جہاں کھسان کارن پڑا۔ دونوں طرف سے بے شمار آدمی مارے گئے۔ مسیلمہ کذاب کی نعش

بھی کشتوں کے پشتہ میں تھی۔ آخر کار دشمن نے ہتھیار ڈال دیے اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ سب سے شہر کی موت کے بعد بھاگنے میں کامیاب ہوئی اور آخر معاویہ کے عہد سلطنت میں اس نے پھر اسلام قبول کر لیا۔

**طلحہ اسدی** نجد میں طلحہ اسدی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ نبی اسد کا سردار تھا ایک دفعہ اس کا قبیلہ صحرا سے گزر رہا تھا۔ پانی ختم ہو گیا۔ لوگوں نے پانی تلاش کیا۔ جب کہیں سے نہ ملا تو اس نے ایک مقام کا نشان بتلایا۔ اتفاقاً وہاں سے پانی مل گیا۔ اس نے اسے اپنا معجزہ قرار دیا اور دعویٰ نبوت کر دیا۔ اور رسول اللہ کی وفات کے بعد نجد کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ خالد بن ولید نے اس کے علاقہ پر حملہ کر کے اسے شکست دی۔ طلحہ بھاگ گیا۔ اس کے قریبی آدمی گرفتار کر کے مدینہ روانہ کر دیے گئے اس کے پیرو دوبارہ مسلمان ہو گئے اور یہ بھی مسلمان ہو گیا۔

**لقیط بن مالک** عمان کا حاکم رسول اللہ کی زندگی میں مسلمان ہو چکا تھا، اور اس نے سرکاری رسالت کی حکومت کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ لقیط بن مالک نے دعویٰ نبوت کیا۔ رسول اللہ کی وفات کے بعد عمان اور ہمز کے قبائل اسلام سے منحرف ہو کر لقیط کے پیرو ہو گئے۔ ان کے مرتد ہونے کے بعد حاکم عمان پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ عمان کی فتح کے لیے حذیفہ بھیجے گئے اور ان کی امداد کے لیے عکرمہ بن ابی جہل مقرر ہوا۔

**جنگ دبا** ان باغیوں اور مسلمانوں کے درمیان "دبا" میں جنگ ہوئی

دشمن نے ایسا سخت مقابلہ کیا کہ مسلمانوں کے لیے میدان جنگ میں ٹھکانا مشکل ہو گیا۔ مگر وقت پر عمان سے ملک آ پہنچی دشمن کو شکست ہوئی حلیفہ حاکم کی حیثیت سے عمان میں ٹھہر گئے۔ عکرمہ نے حمزہ کی بغاوت کو فرو کر دیا۔

**اسود عنسی** | اسود عنسی نے سرکار رسالت کی زندگی میں حضور کی وفات سے چار ماہ قبل دعویٰ نبوت کیا۔ یہ شخص قحطانی قبیلہ کی عنی شاخ کا سردار تھا۔ اس کی چھالائی اور متھکنڈول سے لوگ اس کے پیرو ہو گئے جب اس کی طمانت بڑھی تو اس نے نجران پر قبضہ کر لیا۔ پھر یہاں کے صدر مقام صنعاء کی طرف بڑھا، صنعاء کے گورنر شہر بن باذان نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مگر انہیں شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ میں شہید ہوئے۔ اس جنگ کے بعد تمام اہل یمن نے اسود عنسی کی اطاعت قبول کر لی۔ اس نے شہر بن باذان کی بیوہ سے شادی کر لی۔ سرکار رسالت کو جب یہ خبر پہنچی تو حضور نے معاذ بن جبل اور حوالی یمن کے عاملوں کو لکھا کہ وہ اس فتنہ کا انسداد کریں۔ اسی اثنا میں اسود کے کما بڑ قیس نے ایک بدگمانی پر اس کی مخالفت شروع کر دی اور اس کے خلاف جو سکیم بنائی گئی۔ اس میں شہر بن باذان کی بیوہ بھی شریک تھی جس سے اسود نے شادی کر لی تھی۔ اس کے ایک قریبی رشتہ دار فیروزہ ویلمی نے ایک رات اس کے محل میں داخل ہو کر اسے قتل کر دیا۔ چند وفاداران رسالت نے یہ واقعہ سرکار رسالت کو لکھ بھیجا۔ لیکن



قاصد اس صبح مدینہ پہنچا جس شام سرکارِ شتی مرتبت نے رحلت فرمائی۔  
جب حضور کی وفات حسرتِ کیاست کی خیرین پہنچی تو اسود عتسی کے پیروں  
نے پھر فتنہ و فساد شروع کر دیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے ہماجرین امیہ کی نگرانی میں  
ایک لشکر ان کے خلاف بھیج دیا۔ اس لشکر نے ان باغیوں کو شکست دی اور  
اس گروہ کے سرکردہ افراد عمرو بن معدی کرب وغیرہ کو گرفتار کر لیا۔

ان مدعیانِ نبوت کی تعلیمات اور ان عبارات پر جنہیں انہوں نے الہام کہہ  
کر پیش کیا، جب ہماری نظر پڑتی ہے تو ہم بے باک دہل کہہ سکتے ہیں کہ اسلام جیسے  
حکیمانہ و پاکیزہ مذہب کے مقابلے میں کسی طرح بھی پیپ نہیں سکتے تھے مگر  
انہیں اس زمانہ کی سلطنت میں اختلال دیکھ کر فتنہ و فساد برپا کرنے کی جرأت  
ہوئی۔ اگر حضرت ابوبکرؓ اس فتنہ کو بزورِ شمشیر فرو نہ بھی کرتے تو بھی یہ سلسلہ دیر  
تک قائم نہیں رہ سکتا تھا۔

## سوالات

- ۱۔ بیرونِ مدینہ بیعتِ حضرت ابوبکرؓ کی جو مخالفت ہوئی اسے  
بیان کرو اور اس کے شواہد پیش کرو۔
- ۲۔ رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد ارتداد کیا؟ اگر اسے  
ارتداد تسلیم کر لیا جائے تو اس سے کیا اہم سوالات

پیدا ہوں گے اور اس کا نتیجہ کیا ہے ؟

۳۔ آخر یہ ارتداد کیا تھا ؟ ثابت کیجئے کہ یہ دراصل ارتداد نہیں تھا بلکہ ارباب سلطنت نے اسے ارتداد کا رنگ دیا تھا۔

۴۔ حضرت ابوبکر نے کیا فرمان جاری کیا۔ اس سے آپ کس نتیجہ پر پہنچتے ہیں ؟

۵۔ جیش اسامہ کے متعلق جو کچھ آپ کو معلوم ہو بیان کرو۔

۶۔ مدینہ کیوں خطرہ میں تھا اس خطرہ کو حضرت ابوبکر نے کس طرح دور کیا ؟

۷۔ منکرین زکوٰۃ کے متعلق حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی گفتگو بیان کرو۔ کیا منکرین زکوٰۃ مرتد تھے ؟

۸۔ منکرین زکوٰۃ کا ارتداد کیوں حیرت انگیز ہے ؟ حضرت ابوبکر نے خالد کی روانگی کے وقت اسے یہ ہدایت فرمائی تھی ؟

۹۔ مرتد اور مانع زکوٰۃ میں کیا فرق ہے ؟ کیا ہم مانع زکوٰۃ کو شریعت کی رو سے مرتد کہہ سکتے ہیں ؟

۱۰۔ کیا زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد جائز ہے ؟

۱۱۔ کیا مالک بن نویرہ صحابی تھے ؟ ان کی شخصیت اور اوصاف کے متعلق تم کیا جانتے ہو ؟

۱۲۔ مالک بن نویرہ کے اشعار سے ثابت کرو کہ وہ مرتد تھے اور نہ وہ باغی تھے، ان کا حضرت ابوبکر سے اختلاف اصولی تھا۔

۱۳۔ مالک بن نویرہ کے واقعہ قتل کو بیان کرو۔

۱۴۔ مالک بن نویرہ کے قتل پر حضرت ابوتامادہ اور حضرت عمر کے تاثرات بیان کرو اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی اس سلسلہ میں گفتگو لکھو۔

۱۵۔ ثابت کرو کہ مالک بن نویرہ اور ان کا قبیلہ مسلمان تھے۔

۱۶۔ خالد بن ولید نے مالک اور ان کے قبیلہ سے کیا سلوک کیا؟

۱۷۔ خولہ والدہ محمد بن حنفیہ جناب امیر علیہ السلام کے عقد میں کس طرح آئیں؟

۱۸۔ حضرت موت اور کذہ میں محمد ابن اشعث کی بغاوت اور اس کا انجام بیان کرو۔

۱۹۔ بحرین کی مہم اور اس کا انجام بیان کرو۔

۲۰۔ مدعیان نبوت کو میدان میں آنے کی کس طرح جرأت ہوئی؟

۲۱۔ سبیلہ کذاب اور سہام کا حال بیان کر کے

جنگ پیامہ کے واقعات اور اس کے نتیجہ کو بیان کرو۔

۲۲۔ طلحہ اسدی اور لقیط کے حالات لکھ کر بتاؤ کہ

جنگ دبا میں دشمن کی شکست کس طرح ہوئی؟

۲۳۔ اسود عنبی کے واقعات اور اس کی شکست کو بیان کرو۔

۲۴۔ مدعیان نبوت کے الہامات اور تعلیمات سے آپ کیا نتیجہ نکالتے ہیں؟

لکھنا چاہئے۔

جواب دینا چاہئے۔

جواب دینا چاہئے۔

جواب دینا چاہئے۔

جواب دینا چاہئے۔

جواب دینا چاہئے۔

جواب دینا چاہئے۔

جواب دینا چاہئے۔

جواب دینا چاہئے۔



# گیارہواں باب

خاندان رسالت

اور

دور سلطنت حضرت ابی بکر

اکابر صحابہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کی بیعت  
پر اصرار کر رہے تھے

سرکار رسالت کی آنکھ بند ہوتے ہی چشمِ زدن میں حضرت ابو بکر  
خلیفہ بن جائیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ مدینہ اسلامی سلطنت کا  
صدر مقام تھا۔ سرکار رسالت نے گیارہ برس تک اس سرزمین میں  
یہ مہاجرین و انصار تھے وہ علی علیہ السلام کے سلطنت کے متعلق  
اقتیادی حقوق سے بے خبر نہ تھے۔ مگر سرکار رسالت کے انتقال  
کے بعد چند ساعتوں میں ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ خلافت

جیسا مسئلہ اس طرح طے ہو گیا کہ جو لوگوں کی انتہائی حیرت کا باعث تھا۔ حضرت عمر اور ان کی پارٹی نے اس کام کو اتنی عجلت میں انجام دیا کہ کسی کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ عقبہ میں ناگہانی بیعت کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر حبشہ و عمان سے باہر نکلے اور دوسرے مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر بیعت لینے لگے تو سوائے حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ اور ان کی پارٹی کے چند اصحاب کے کوئی شخص ہمیں اسلامی تاریخ میں ایسا معلوم نہیں ہوتا جس نے خوشی سے حضرت ابوبکر کی خلافت کو تسلیم کیا ہو۔ اور سچے دل سے ان کی بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا ہو۔ اکابر صحابہ حضرت علیؑ کی بیعت پر اصرار کر رہے تھے۔

**انصار کا اعلان** جب خلافت کے لیے زور آزمائی ہو رہی تھی تو انصار کے اکثر افراد نے صاف لفظوں میں اعلان کیا کہ ہم علیؑ کے سوا کسی کی خلافت تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔

وبایعہ الناس فقالوا لانصارا وبعض الانصار لا یبایع الا علیاً

لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی مگر تمام انصار اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم تو سوائے علیؑ کے اور کسی کی بیعت نہیں کریں گے۔

## اکابر قریش اور معزز مہاجرین کے جذبات

اکثر موخین حزب  
اقتدار ہیں۔ ان

سے یہ امید تو نہیں ہو سکتی کہ وہ اس مخالفت کی صحیح تصویر کشی کریں جو بیعت ابوبکر پر ہوئی۔ یا ان آوازوں کو قلم بند کریں جو خلافت علی ابن ابی طالب کی حمایت میں بلند ہوئیں۔ البتہ کچھ اشارے ان تاریخوں میں ایسے مل جاتے ہیں۔ جن سے اس زمانے کے خاص مسلمانوں کے جذبات کا پتہ چل سکے۔

۱۔ ابن عساکر نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی بیعت ہو گئی تو انہوں نے محسوس کیا کہ لوگ مخالفت اور ناپسندیدگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ تب انہوں نے کہا کہ کس سبب سے تم لوگ مجھے خلیفہ نہیں مانتے، کیا میں سب سے پہلے مسلمان نہیں ہوا، کیا میں ایسا نہیں ہوں، کیا میں ایسا نہیں ہوں، اسی طرح اپنے منہ سے اپنی بہت سی خوبیاں بیان کیں۔

۲۔ حضرت علی و خاندان بنی ہاشم اور زبیر اور طلحہ نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا۔ اور زبیر نے تو یہاں تک کہا کہ جب تک حضرت علی کی بیعت نہیں کی جائے گی میں اپنی تلوار نیام میں نہیں کر دوں گا۔ اس پر حضرت عمر نے لوگوں سے کہا کہ زبیر کی تلوار چھین کر پتھر پر ٹپک دو اور پھر حضرت عمران لوگوں کے پاس

کئے اور ان کو بیعت کے لیے گرفتار کر لیا۔ یہ خبر سنا کر  
 یہ زیر کون ہیں حضرت ابوبکر کے داماد ان کی بیٹی اسماء کے  
 شوہر حالانکہ حضرت ابوبکر کی خلافت سے انہیں بہت سے مفاد  
 کی امید ہو سکتی تھی مگر حضرت علی کی حمایت میں شمشیر بکثت ہو جانا  
 ان کے جذبات باطنی کا ترجمان ہے، جب اتنے قریبیوں کے  
 یہ جذبات تھے تو کس پر دوسروں کے جذبات کا اندازہ باسانی ہو  
 سکتا ہے۔

اسلامی ہاشم کی ایک جماعت نیز زیر مفاد مسلمان فارسی، ابوذر  
 عمار بن یاسر اور ہارث بن عاذب وغیرہم نے حضرت ابوبکر کی بیعت  
 سے انکار کیا۔ اور حضرت علی ابن ابی طالب کی بیعت کے خواہاں  
 ہوئے اور اس پر عقبہ بن ابی لہب نے کچھ اشتعال بھی کئے۔ جن کا  
 ترجمہ یہ ہے۔

"یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ رسول اللہ  
 کی خلافت خاندان بنی ہاشم خصوصاً حضرت ابوالحسن (علی بن  
 ابی طالب) سے نکال لی جائے گی جو سب سے پہلے ایمان لائے  
 اور اس فضل میں سب سے زیادہ سبقت حاصل کی جو قرآن مجید اور  
 احادیث رسول کے سب سے زیادہ عالم ہیں۔ جو خدمت رسول اللہ  
 میں سب سے آخر تک رہے اور جن کی مدد تجہیز و تکفین سرکار



رسالت میں جبریلؑ نے کی وہ صلیٰ کہ دوسروں میں جس قدر فضائل  
ہیں وہ سب حضرت میں بھی ہیں۔ لیکن ان حضرت میں جو ثناء  
و بزرگی و افضلیت ہے وہ تمام مسلمانوں میں سے کسی میں بھی  
نہیں ہے۔

۴۔ ابوسفیانؑ نے بھی جو خاندان بنی امیہ سے تھا حضرت ابوبکرؓ کی خلافت  
سے انکار کر دیا۔

۵۔ خالد بن سعید بن عاص اموی نے جو مشاہیر بنی امیہ سے تھے  
انہوں نے بھی انکار صحابہ کی طرح خلافت حضرت ابی بکرؓ پر صدائے  
احتجاج بلند کی۔ مگر عین تک انہوں نے بیعت نہیں کی۔

انہیں بحین حیل مہوار کرنے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ علامہ ابن  
سعد نے لکھا ہے۔ کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے شام کی طرف لشکر روانہ  
کیا تو انہی خالد بن سعید کو سردار مقرر کیا۔ اور علم لشکر لے کر ان کے  
گھر پر آئے اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم خالد کو انصاری دیتے ہو۔  
اور ان کے جو خیالات ہیں وہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہیں۔ حضرت  
عمرؓ اپنی اس بات پر اس طرح ڈٹے کہ آخر ابوبکرؓ نے آدمی بھیج کر  
علم واپس منگا لیا۔ خالد نے واپس کر دیا۔ اور کہا کہ تمہارے انصاری  
بنائے سے نہ تو پہلے مجھے خوشی ہوئی تھی نہ اب معزول کرنے سے  
مجھے سبب ہوا حضرت ابوبکرؓ نے ان کے گھر پر آ کر بہت عذر و معذرت

۱۔ طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۱۰۶ تاریخ ابوالفدا ج ۱ صفحہ ۱۰۶

کی اور کہا کہ عمر کو میرا آنا اور معذرت کرنا معلوم نہ ہونے  
پائے جس جس موتیخ نے شام کی طرف لشکر کی روانگی کا ذکر کیا  
ہے۔ اس واقعہ کی طرف بھی ضرور اشارہ کیا ہے۔

۴۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے بھی حبیب بیعت حضرت  
ابی بکر کی مخالفت کی تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ اگر مجھ سے  
پوچھتے ہو تو اس وقت صبح پائے یہ ہے کہ تم لوگ اس  
موقعہ پر عباس سے ملو اور امر خلافت میں انکا اور ان کے لڑکوں  
کا حصہ مقرر کر دو اس سے یہ ہوگا کہ علی ابن ابی طالب کا یہ پہلو  
بھی کمزور ہو جائے گا۔ یہ رائے دونو حضرات یعنی حضرت ابوبکر  
اور حضرت عمر نے پسند فرمائی اور یہ برسرِ اقامت پارسی وفات  
رسول اللہ کے بعد دوسری رات کو حضرت عباس کی خدمت میں حاضر  
ہوئی۔ حضرت ابوبکر نے حسب معمول بعد حمد و ثنائے الہی احسانات  
سرکار رسالت کا تذکرہ کیا۔ اور کہا کہ ان کے بعد مسلمانوں نے  
میری بیعت کر لی ہے۔ اور لوگ آپ کی آڑ لے کر فتنہ و فساد برپا  
کرنا چاہتے ہیں۔ اور تمہارے ذریعہ سے اپنا کام نکالنا چاہتے ہیں  
مجھے خیال پیدا ہوا کہ تم مسلمانوں کے خلاف ان لوگوں کے لیے  
ایک قلعہ مستحکم نہ بن جاؤ اور انکا ملجاء دماوی نہ ہو جاؤ ہم چاہتے  
ہیں کہ یا تو تم بیعت کرو جیسا کہ اور لوگوں نے کی ہے یا ان لوگوں  
کو ان کے ارادہ سے پلٹا دو کہ وہ ہماری مخالفت نہ کریں۔ ہم

تو اس لیے بھی حاضر ہوئے ہیں کہ آپ کا اور آپ کی اولاد کا حصہ  
 خلافت میں قرار دیں۔ کیونکہ آپ رسول اللہؐ کے چچا ہیں۔ اگرچہ  
 آپ کی رسول اللہؐ سے قرابت لوگوں کو معلوم تھی، پھر بھی انہوں  
 نے خلافت آپ کو نہ دی۔ اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو گیا، اب آپ  
 اے بنی ہاشم! اپنی جگہ پر ٹھہریں کیونکہ رسول اللہؐ ہم سے اور تم سے  
 تھے۔

حضرت عمرؓ نے یہ انداز بیان جو حضرت ابو بکرؓ نے اختیار کیا خلاف  
 مصلحت سمجھا اور اس تقریر کا جاری رہنا گوارا نہ کیا۔ برا فرد خستہ ہو کر  
 گویا ہوئے۔

”ہاں خدا کی قسم بات یہ ہے کہ ہم کوئی حاجت یا ضرورت  
 سے کہ آپ کے پاس نہیں آئے۔ بس صرف اس خیال سے آپ  
 کے پاس آئے ہیں کہ جو بات مسلمانوں نے طے کر لی ہے اس پر  
 اعتراض نہ کرو۔ جس کی وجہ سے فتنہ و فساد برپا ہو۔ اس مطلب  
 کو خوب اچھی طرح سے سوچ سمجھ لو۔“  
 یہ سن کر حضرت عباسؓ نے فرمایا:-

”اے ابو بکر! جو کچھ آپ نے کہا ٹھیک کہا۔ سرکارِ رسالت  
 ایسے ہی تھے جیسا کہ تم نے بیان کیا۔ لیکن اگر تم نے رسول اللہؐ  
 سے قریبی تعلق رکھنے کی وجہ سے یہ خلافت حاصل کی ہے تو  
 یہ دراصل بہانا حق ہے جو تم نے لے لیا ہے۔ ہم تمہاری نسبت

رسالتِ اکبر سے زیادہ قریب ہیں۔ اگر تم نے مومنین کی وجہ سے  
یہ خلافت حاصل کی ہے کہ مومنین نے تم کو خلیفہ بنانا پسند  
کیا تو مومنین میں سے زیادہ ہم مقدم ہیں۔ ہماری رضا کا  
اس میں کوئی دخل نہیں۔ اور ہمیں یہ بات زیادہ ناگوار ہے  
اور جب ہم مومنین نے تمہیں اجازت نہیں دی۔ تو تم  
انہو خلیفہ کیونکر ہو گئے۔ رہ گئی یہ بات کہ تم میرا اور میری اولاد  
کا حصہ خلافت میں مقرر کرنا چاہتے ہو۔ یہ بھی ایک تعجب خیز  
امر ہے۔ اس لیے کہ یہ حصہ جو تم دے رہے ہو اپنے حق  
میں سے دے رہے ہو تو ہم اسے لینے پر تیار نہیں اسے  
اپنے پاس ہی رکھو اور اگر مومنین کے حق میں سے یہ عطا  
ہو رہی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ مومنین کے ہوتے ہوئے  
تم اسے دینے والے کون ہوتے ہو۔ اور اگر یہ حق تمہارا ہے  
نہ مومنین کا بلکہ مخصوص ہمارا دینی مائتم کا ہے تو ہم اس پر  
کبھی راضی نہیں ہوئے کہ تمہارے حق کو اس طرح تقسیم کیا  
جائے کہ کچھ تم کو اور کچھ ہم لیں۔ ہم اپنا حق پورا کیوں نہ لیں  
رہ گیا تمہارا یہ کہنا کہ رسول اللہ ہم سے اور تم سے دونوں سے  
تھے تو یہ بھی عجیب چیز ہے۔ اسے بجائی رسول اللہ اس  
درخت سے تھے جس کی شاخیں ہم ہیں۔ اور تم اس کے  
میں سے ہو۔ یہ کیا عمر کا یہ قول کہ تمہارے خلافت لوگ نکلے



و فساد برپا کریں گے، تو یہ دھمکی تو وہ ہے جو ہم روزِ انزل سے سنتے چلے آتے ہیں، اور خدا بہترین مددگار ہے۔

۷۔ کتبِ تواریخ میں بہت سے صحابہ کے نام ملتے ہیں جنہوں نے بیعتِ ابی بکر سے انکار کیا تھا۔ مہاجرین میں سے حضرت سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد بن اسود، عمار بن یاسر، بربدہ اسلمی اور انصار میں سے ابوالہشیم بن تمیم، اسہل بن حنیف، عثمان بن حنیف، خزیمہ بن ثابت، ذوالشہرین ابی ابن کعب اور ابویوب انصاری۔ سید علی خان نے اپنی کتاب درجاتِ رفیعہ میں بہت سے صحابہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے بیعتِ ابی بکر سے انکار کیا اور سرکارِ ولایت علی مرتضیٰ کی بیعت کرنے پر مقرر تھے۔ اس گروہ کے علیحدہ ہو جانے کے بعد گنتی کے چند مہاجرین رہ جاتے ہیں جنہوں نے مختلف اثرات کے ماتحت حضرت ابی بکر کی بیعت کی۔ تمام عرب کے دوٹ حضرت ابوبکر کے خلافت تھے، اسی لیے تو یہ کہا جاتا ہے کہ پورا عالم اسلامی مرتد ہو گیا تھا۔

ابوابِ افتداری رسول اللہ کی بیٹی کے گھر پر جن لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا وہ علی عباس، ذبیر، سعد بن عباس وغیرہم تھے جن میں حضرت علی عباس اور ذبیر جنابِ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بیت الشرف میں قیام پذیر تھے۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو بھیجا کہ جو لوگ خانہ سیدہ طاہرہ میں ہیں

لے کتاب الامۃ والیاستہ ابن قتیبہؒ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی احمدؒ

ان کو نکال دیں، اور اگر وہ نکلنے سے انکار کریں تو انہیں بزورِ شمشیر نکال دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آگ لے کر اس قصد سے وہاں پہنچے کہ گھر میں آگ لگا دیں۔ یہ معلوم کر کے حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ کیا تم لوگ میرا گھر جلاتے آئے ہو، حضرت عمرؓ نے کہا، بیشک اسی ارادہ سے آئے ہیں، ورنہ جو لوگ اس گھر میں ہیں چل کر حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کریں یہ

## نسرکارِ عصمتِ فاطمہؓ کا دعویٰ میراث

حضرت فاطمہؓ نے کسی کو بھیج کر حضرت ابوبکرؓ سے اپنی جائیداد کا سوال کیا جو ان کو مدینہ، فدک اور خمس خیر میں رسول اللہؐ سے بطور میراث پہنچتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے سوال کو منظور نہ کیا، اور ان کو ان کی مطلوبہ جائیداد میں سے کچھ نہ دیا۔ حضرت فاطمہؓ اس بات پر حضرت ابوبکرؓ سے ایسی ناخوش اور رنجیدہ ہوئیں کہ مرتے دم تک انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کلام نہیں کیا۔ اور جب بعد چھ مہینے کے حضرت فاطمہؓ نے وفات پائی۔ تو حضرت علیؓ نے نمازِ جنازہ پڑھ کر رات ہی کے وقت ان کو دفن کیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو حضرت فاطمہؓ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی۔ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت فاطمہؓ نے ان کے پاس آ کر وہ جائیداد طلب کی جو ان کو رسول اللہؐ سے بطور ارث پہنچتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں، جو کچھ ہم چھوڑ دیں وہ صدقہ ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ کیا خدا کے نزدیک تم تو اپنے باپ کے

تہمہ اور میں اپنے پدیدرگوار کی وارث نہ ہوں کیا رسول اللہؐ نے یہ نہیں فرمایا  
 شخص اپنی اولاد کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ سنکر حضرت ابوبکرؓ بہت شدت  
 روئے۔

فدک کی جائیداد خاص رسول اللہؐ کے لیے تھی۔ کیونکہ اس کا حصول  
 بغیر حرب و ضرب کے ہوا تھا۔ اور مالک بن جھونہ سے  
 ہے کہ بعد وفات سرور کائنات حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ نے  
 فدک کی جائیداد رسول اللہؐ نے مجھے عطا کی ہے۔ آپؐ بھی اس کو  
 لیے بحال رکھیں اور اپنے اس دعوے کی شہادت میں حضرت علیؓ  
 پیش کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ ایک گواہ اور چاہیے۔ حضرت فاطمہؓ  
 دوسری شہادت ام امین کی پیش کی، حضرت ابوبکرؓ نے کہ ایک مرد  
 ایک عورت کی گواہی جائز نہیں ہو سکتی، بلکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں  
 گواہی دے سکتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدہ نے حسینؑ کو بھی گواہ  
 کیا۔

حضرت فاطمہؓ کی استدعا پر حضرت ابوبکرؓ نے فدک کے متعلق وثیقہ لکھ  
 دیا۔ ناگہاں حضرت عمرؓ آگئے اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا کہ یہ  
 ی مخرب ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہؐ کی جو میراث فاطمہؓ کو پہنچتی

تاریخ ابن واضح ص ۱۲۰ شرح البلدان ہا ذری ص ۱۲۰ صواعق محرقة لابن حجر کی  
 باب الاول فصل الخامس ص ۲۲، وقال الفاسيد نو الدين ہودی الجزيراني في باب السوا  
 في الثاني ص ۱۵، شرح مواقف كتاب الاكثفا لابراهيم بن عبد الله الوصافي

ہے اس کے متعلق میں نے ان کو یہ تحریر لکھ دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے  
 پھر کس چیز سے مسلمانوں کو نفقہ دو گے۔ عرب ضرور تم سے اس بات  
 لڑیں گے۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے اس کاغذ کو حضرت فاطمہؓ سے لیکر  
 کر ڈالا۔

**دعویٰ خمس** | حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آ کر خمس  
 (سہم ذوی القربی) کا سوال کیا۔ تو انہوں نے  
 میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سہم ذوی القربی میری  
 حیات میں ہے میرے بعد میں نہیں ہے۔

**ان مقدمات پر فقہ و اسانخو** | سیدہ طاہرہ کے ان تین مقدمات  
 میراث، دعویٰ ہنبہ اور دعویٰ خمس

ادبائے فکر کو غور و فکر کرنا چاہیے۔  
 ۱۔ تمام اقوام عالم کا مسئلہ اصول ہے کہ عدلیہ (Judiciary)  
 کو انتظامیہ (Executive) سے علیحدہ ہونا چاہیے۔ اور  
 کو مقدمات کے فیصلہ میں عدلیہ پر اثر انداز نہیں ہونا چاہیے۔ دنیا  
 مسلمانوں میں آج کو گمشدہ کر رہی ہیں کہ عدلیہ، انتظامیہ کے اثرات  
 آزاد رہے۔ پاکستان میں بھی اس نظریہ کو اپنا یا جا رہا ہے  
 ادبائے صحافت اس اصول پر اداریہ اور مقالہ پر مقالہ سپرد  
 رہے ہیں۔ آئیے ذرا اس معیار پر مقدمات سیدہ طاہرہ کا جائزہ

سیدہ سحر خانیہ بحوالہ کلام سبط ابن الجوزی، سلسلہ کثر العمال



دنیا کی تاریخ عدلیہ میں یہ مقدمات اپنی نوعیت کے یگانہ مقدمات ہیں  
ان مقدمات میں مدعا علیہ خود جج ہیں اور خود ہی گواہ اور فیصلے مدعیہ  
کے خلاف صادر ہوتے ہیں۔

ہمارے اس مادی دور میں اگر کسی جج یا مجسٹریٹ کے ہاں ایسے  
مقدمات آجائیں جن کا تعلق براہ راست ان سے یا ان کے کسی رشتہ دار  
یا دوست سے ہو تو عدل و انصاف کے تقاضے انہیں مجبور کرتے  
ہیں کہ وہ ایسے مقدمات کو کسی دوسرے جج یا مجسٹریٹ کی عدالت میں  
منتقل کر دیں یا کرا دیں۔ اور خود بنفس نفیس اس کی سماعت نہ فرمائیں  
قرن اولیٰ اور دور صحابہ میں ایسے مقدمات کی سماعت جن میں خود مدعا علیہ  
ہوں اور وہ خود ہی اس کی سماعت فرما کر خود ہی گواہی دے کر مدعیہ کے  
خلاف فیصلہ کر دیں، ار باب بصیرت کے لیے نہایت ہی حیرت انگیز  
اور تعجب زا ہے۔

ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جسکے ہم دیکھتے ہیں کہ انہی رئیس  
انتظامیہ اور جج کے زمانہ میں دوسرے مقدمات کے دوسرے طریقوں  
سے فیصلہ کرنے کی مثالیں بھی موجود ہیں۔

حضرت ابو بکر عام طور پر ایسے مقدمات کا فیصلہ اس طرح فرمایا کرتے  
تھے کہ انکے زمانہ میں مدینہ منورہ میں چند اصحاب مقرر تھے جو مقدمات فیصلہ  
کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک سال تک حضرت عمر قاضی (جج) رہے۔

کاش سیدہ کے یہ مقدمات صحابہ کرام کی اس فل بنچ کے سپرد کر دیے جاتے۔

حضرت ابوبکر کے زمانہ میں ایک طریق کا یہ تھا کہ حضرت ابوبکر مسی خود تشریف فرما ہوتے، اکابر صحابہ کو بلا لیتے اور ان کے مشورہ سے فیصلے کر دیتے یہ۔

کاش سیدہ طاہرہ کے مقدمات کی سماعت کے وقت یہی کار اختیار کیا جاتا۔

معصومہ کوین سیدہ طاہرہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کے عہد میں زمانہ حضرت ابی بکر میں چپ دایسی مثالیں بھی ملتی ہیں، جن میں حر اٹمناس نے چند دعاوی پیش کیے، ان کے مطالبات کو بغیر کسی ثبوت قبول کر لیا گیا۔ ان میں سے صرف تین کو منظر اختصار یہاں پیش کرتے **اول**۔ جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکر نے منادی کرادی کہ جس بحرین سرکار رسالت نے کچھ وعدہ فرمایا ہے وہ میرے پاس آن کر۔ جابر کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو کہہ کہ رسول اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو ہم اتنا اتنا اور اتنا دیں گے۔ اس پر حضرت ابوبکر نے مجھ سے کہا اس مال میں سے ایک لپ بھر لو، میں نے ایک لپ بھر لی تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ اس کو شمار کرو۔ میں نے شمار کیا تو پانچ صد تھا۔

حضرت ابو بکر نے مجھے ڈیڑھ ہزار خطا کیے۔

دوم۔ رتبہ رباح والد رباح نے اپنے غلام کی ناک کاٹ ڈالی۔ مکرار رسالت کے ارتحال پر ملال کے بعد وہ غلام حضرت ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعویٰ کیا کہ جناب رسالت اکبر نے میری کٹی ہوئی ناک دیکھ کر اور میرا حال سن کر ارشاد فرمایا تھا کہ جا تو آزاد ہے میں نے پوچھا کہ میں اپنے تئیں کس کا آزاد کردہ غلام سمجھوں۔ مکرار رسالت نے فرمایا کہ خدا اور رسول کا۔ حضرت ابو بکر نے نہ اس سے کوئی ثبوت طلب کیا اور نہ ہی کوئی گواہ شاہد مانگا۔ اور محض اس کے بیان کو سچا تسلیم کر کے اس کا اور اس کے اہل و عیال کا نفقہ مقرر کر دیا۔ حضرت عمر کے زمانہ میں دہی غلام حضرت عمر کے پاس آیا اور یہی دعویٰ پیش کیا۔ انہوں نے فوراً پوچھا کہ تو کہاں کی جاگیر چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں مصر کی جاگیر چاہتا ہوں۔ حضرت عمر نے فوراً عامل مصر کو لکھا، چنانچہ اسے مصر میں جاگیر مل گئی۔ نہ کسی نے ثبوت مانگا نہ گواہ طلب کیا۔ ہاں رتبہ رباح نے اس غلام کی ناک اس لیے کاٹی تھی کہ وہ اس کی لونڈی سے نہ ناکرتا ہوا پایا گیا تھا۔

جابر ابن عبد اللہ انصاری اور اس زانی غلام سے تو یہ طریق کار کہ

۱۔ صحیح بخاری کتاب الخمس باب اقطع النبی من البحرین ۲۸۸۔ طبع الصحیح المطابع دہلی  
۲۔ مستدرک امام احمد حنبل ج ۲ ص ۱۸۲ ج ۱ ص ۱۳۳، ۲۸۵، ۲۵۹، ۲۵۱، ج ۴ ص ۵  
۳۔ ۱۰ ص ۱ ج ۶ ص ۷۹۲، ۲۹۶، ۲۹۸، ۳۱۴

محض ان کا بیان کافی سمجھا گیا اور ان کے دعویٰ کو بلا ثبوت سچا تسلیم کر لیا گیا اور اس کے خلاف صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہرا سے گواہ طلب کیے گئے۔ جب سیدہ نے علی و حسنین و ام ایمن جیسے گواہ پیش کیے تو ان کی گواہی کو تسلیم نہ کیا گیا۔

خاندان رسالت کے ساتھ یہ امتیازی سلوک حیرت زا ہے۔ سوم۔ یهودان بنی نصیر کی اراضیات بھی ایسی ہی تھیں کہ جن کو عام مسلمانوں نے حملہ کر کے فتح نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ بذریعہ صلح حاصل کی گئی تھیں۔ جب سرکار رسالت محمد مصطفیٰ ارواحنا لہ الفدا کے قبضہ میں آئیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اراضیات کو حضرت ابوبکر، حضرت عبدالرحمن ابن عوف، حضرت ابودجانہ انصاری حضرت سماک بن خریشہ الساعدی اور دیگر صحابہ کرام کے حق میں ہبہ کر دیا تھا۔

جو انداز مقدمہ ہبہ فدک میں اختیار کیا گیا اس کا یہی تقاضا تھا، کہ ان اراضیات پر حکومت اسی طرح قبضہ کرتی۔ اور جب یہ لوگ دعوے دائر کرتے تو ان سے بھی ثبوت طلب کیا جاتا۔ اور اگر یہ لوگ علی و حسنین علیہم السلام سے بہتر گواہ لاتے تو یہ اراضیات انہیں واپس کی جاتی ورنہ فدک کی طرح ان کو حکومت اپنے قبضہ میں رکھنی اور ان کے مقدمات کو خارج کر دیا جاتا۔

مقدمہ ہبہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ گواہی کا نصاب پورا نہیں تھا۔ شہادت



و آدمیوں یا ایک آدمی یا دو عورتوں کی چلہائی تھی۔  
 ادل تو اس مقدمہ میں ارباب اقتدار نے صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہرا کی شخصیت  
 و نظر انداز کر دیا ہے۔ حالانکہ اس شخصیت کے متعلق حضرت ام المومنین  
 بی بی عائشہ ارشاد فرماتی ہیں:-

مادایت احد کات اصدق بلہجة من فاطمة الا ان  
 یكون الذی ولد ہا صلی اللہ علیہ وسلم۔

■ میں نے فاطمہ سے زیادہ کسی کو صاف گو نہیں دیکھا۔ البتہ ان کے والد  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

نیز حدیث صحیح میں جناب رسول اللہ سے روایت موجود ہے، جو ایک  
 عورت کی گواہی سے رضاء ثابت ہو جانے پر دلالت کرتی ہے۔ گو وہ کنیز  
 ہی ہو۔

بلکہ حق یہ ہے، ایک گواہ ہو تو بھی اس کی صداقت ظاہر ہونے پر اسے  
 نسیم کر لینا چاہیے۔ جناب رسالت نے اپنی قتادہ کے لیے قتل مشرک  
 کے بارہ میں ایک گواہ کی شہادت جائز رکھی اور اسی پر مقتول کا سامان اس کے  
 حوالہ کر دیا۔ اور ابقادہ سے کوئی حلف بھی نہ لی۔

اور پھر گواہ بھی علیؑ جلیا جس کی صداقت میں کوئی کلام نہیں۔  
 اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ امام حسینؑ، امام حسینؑ اور سیدہ ام کلثومؑ کی گواہی

۱۔ استیعاب ج ۲ ص ۴۲۔ ۲۔ اعلام الموقنین ص ۳۴

۳۔ اعلام الموقنین لابن قیم ص ۳۶۔

باطل ہے کیونکہ اولاد اور صغیر کی گواہی مقبول نہیں ہے۔ یہ عذر بھی مقبول نہیں ہے۔  
 اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ نے باپ، بیٹے یا بھائی یا کسی قرابتدار کو مستثنیٰ  
 نہیں فرمایا۔ اور نہ ان میں سے کسی کے استثنایہ پر مسلمانوں کا اجماع ہوا  
 کہ اسے دلیل قرار دیا جائے۔ بلکہ عبدالرزاق نے ابی بکر بن ابی سبرہ سے روایت  
 کیا ہے۔ اس نے ابی الزناد سے اس نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت  
 کیا۔ وہ کہتا ہے کہ عمر بن الخطاب نے کہا، باپ کی بیٹے کے لیے اور بیٹے کے  
 باپ کے لیے، بھائی کی بھائی کے لیے گواہی جائز ہے۔ اور اس نے باسناد  
 زہری سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا کہ سلف (مقدمین) مسلمین نے  
 جو صالح ہوتا تھا اس کی گواہی میں جو باپ کی بیٹے کے لیے یا بیٹے کی باپ  
 کے لیے یا بھائی کی بھائی کے لیے یا زوج کی اپنی زوجہ کے لیے ہوتی تو  
 اس پر اعتراض نہیں کیا جاتا تھا۔ نہ مقام تہمت منظور ہوتا تھا۔

اور اقربا کی شہادت کے مقبول ہونے پر قرآن مجید بھی دلالت کرتا ہے  
 ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ کوذا قوامین بالقسط شہداء اللہ و لو علی  
 انفسکم و الوالدین و الاقربین۔ یعنی اللہ کے لیے تم عدل کے  
 ساتھ گواہ قائم ہو جاؤ اگرچہ یہ گواہی تم اپنے آپ پر دو یا اپنے والدین  
 اپنے اقربا پر دو۔

حنین کے صغیر سن ہونے کے متعلق جو اعتراض ہے وہ بھی منافی قرآن

۱۔ صواعق المحرقة لابن حجر مکی ص ۲۲، ۲۳ اعلام الموقعین ص ۱۷

۲۔ اعلام الموقعین ص ۱۷

جب کہ طفل صغیر کی گواہی حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق مقبول ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی اپنی ماں مریم طاہرہ کے متعلق مقبول ہے حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام اس وقت ہمد میں طفل شیرخوار تھے۔ مقدمہ واقعہ مباہلہ اس پر شاہد کہ حسنین علیہما السلام رسول اللہ کی صداقت کے گواہ بن کر گئے تھے۔ جو ان کی عصمت کی دلیل ہے۔ جو رسول اللہ کے گواہ ہو سکتے ہیں وہ سیدہ کے گواہ کیوں نہیں ہو سکتے؟

خمس کے متعلق امام زادہ کا قول ہے کہ آل رسول کا خمس میں حصہ قرآن کی نص سے صاف طور پر ثابت ہے۔ مگر چونکہ اس پر خلفائے راشدین نے عمل نہیں کیا، پس آیہ مذکور ہمارے نزدیک منسوخ ہو گئی۔

خلفا بالاجماع غیر معصوم ہیں۔ اگر اس اصول کو تسلیم کر لیا جائے، تو غیر معصوم حکمرانوں کا فعل نصوص قرآنیہ کو منسوخ کر سکتا ہے۔ اس اصول سے شریعت الہیہ کی جو پرزائش رہ جاتی ہے وہ عاقل، بصیر پر پوشیدہ نہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کے احکامات قیامت تک کے لیے ہیں۔ اس اصول کو تسلیم کرنے والوں نے قرآن مجید کے احکامات کے تغیر و تبدیل کا دروازہ کھول دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حزب اقتدار نے حزب اختلاف کو معاشی طور پر کمزور رکھنے کی پوری سعی کی ہے۔

صدقہ آل محمد پر از روئے شریعت حرام ہے۔ خمس سے انہیں محروم کر دیا گیا۔ بہ شدہ جائداد سے انہیں بے دخل کیا گیا اور ان کے حق وراثت

کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ حالانکہ ان کے ورثہ سے محروم ہونے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اور انبیاء علیہم السلام کا ورثہ نصوص قرآنیہ اور کتب احادیث و تاریخ سے ثابت ہے اور جو حدیث غروی ورثہ کے لیے بیان کی گئی ہے وہ خبر احاد سے ہے جسے حضرت ابوبکر کے سوا کسی نے بیان نہیں کیا۔

## سوالات

۱۔ ناگہانی طور پر بیعت ابوبکر کا صحابہ پر کیا اثر تھا۔ اور اس پر انصار نے کیا اعلان کیا تھا؟

۲۔ حزب اقتدار کے حامی مورخوں نے اس بیعت پر اکابر قریش و معزز مہاجرین کے جذبات کی جو تصویر کشی اشاروں میں کی ہے اسے بیان کرو۔

۳۔ بنی ہاشم اور اکابر صحابہ کی جماعت کیا چاہشی تھی عتبہ بن ابی لہب کے اشعار کا خلاصہ بیان کرو۔

۴۔ خالد بن سعید بن عاص اموی کا احتجاج اور اس پر حضرت ابوبکر و حضرت عمر کا ردیہ بیان کرو۔

۵۔ حضرت عباس ابن عبدالمطلب کی مخالفت پر مغیرہ بن شعبہ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو کیا مشورہ



دیا۔ اس پر حضرت ابوبکر نے انہیں رام کرتے کے لیے  
کیا ردیہ اختیار کیا اور حضرت عمر نے کیا کیا ؟

۷۔ حضرت عباس نے حضرت ابوبکر اور عمر کی باتوں کا  
کیا جواب دیا ؟

۸۔ مہاجرین و انصار میں سے وہ کون کون سے صحابی  
ہیں جنہوں نے بیعت حضرت ابوبکر سے انکار کیا ؟

۹۔ ارباب اقتدار نے رسولؐ کی بیٹی کے گھر پہنچ کر کیا  
سلوک کیا ؟

۱۰۔ سیدہ طاہرہ فاطمہ نے جو میراث کا دعویٰ کیا اسے  
بیان کر کے حکومت کا جواب اور اس کا سبب پر  
اثر بیان کر دے۔

۱۱۔ معصومہ کونین حضرت فاطمہ نے دعویٰ کیا کہ کس طرح  
پیش کیا اور کس طرح ثبوت پیش کیا۔ گواہی پر حضرت  
ابوبکر کے اعتراضات کیا تھے ؟ آخر انہوں نے کیا  
فیصلہ کیا اور حضرت عمر نے اس فیصلہ کو کس طرح  
مسترد کیا۔

۱۲۔ ثابت کیجئے کہ سیدہ طاہرہ کے مقدمات تاریخ عدلیہ  
میں اپنی نوعیت کے یگانہ مقدمات ہیں۔

۱۳۔ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں دوسرے مقدمات کے

فیصلہ کرنے کے کیا طریقہ تھے؟ ثابت کر دو کہ سیدہ کے مقدمات میں یہ طریقہ اختیار نہیں کیے گئے۔

۱۳۔ مقدمات سیدہ کے علاوہ حضرت ابو بکر کے زمانہ کے چند اور مقدمات کی مثالیں پیش کرو کہ مقدمات سیدہ میں جو روش اختیار کی گئی وہ حیرت انگیز ہے۔

۱۴۔ ثابت کر دو کہ جو انداز سیدہ کے مقدمات میں اختیار کیا گیا وہ ان کے شانِ عصمت کے منافی تھا۔

۱۵۔ اسلامی قانون شہادت کو بیان کر کے ان اعتراضات کا جواب دو جو مقدمہ ہیبہ پر نصاب شہادت پر کیے جلتے ہیں۔

۱۶۔ مقدمہ خمس کے متعلق باوجود نص قرآن کے جو جواب دیا جاتا ہے اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔

۱۷۔ ثابت کر دو کہ حزب اقتدار نے حزب اختلاف کو معاشی طور پر کمزور کرنے کی پوری طور پر سعی کی ہے۔



# بارہواں باب

جناب امیر علیہ السلام کی پُر امن و سکون زندگی

مصلحانہ رویہ قائد حزب اختلاف کا بہترین نمونہ عمل

جناب امیر علی کی گوشہ نشینی اور مجمع قرآن | اس سیاسی انقلاب کے بعد جناب امیر

علیہ السلام نے گھر سے نکلنا اور لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا تھا۔ ہر وقت گوشہ تنہائی میں بیٹھے قرآن حکیم کے متفرق اجزا کو جمع کرتے رہتے تھے۔ اگر کوئی اس عزلت گزینی کی وجہ دریافت کرتا تو فرماتے سچے کہ میں نے عہد کیا ہے کہ جب تک قرآن مجید کو اس کی اصلی ترتیب اور شان نزول کے مطابق جمع نہ کروں دوش پر عیا نہیں ڈالوں گا۔ انہوں نے اپنی گوشہ نشینی سے یہ بتلایا کہ سیاسی حالات کتنے ہی ناسازگار ہو جائیں ہمیں خدمت اسلام کے لیے مصروف جدوجہد رہنا ہے۔ رسول اللہ نے حدیث ثقلین کے ذریعہ امت کو بتلایا ہے کہ ہمارا اور قرآن کا ساتھ ہے۔ اس لیے قرآن حکیم کی حفاظت و صیانت ہمارا الیافرفیہ ہے کہ

ہم اسے کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتے۔ کیونکہ قرآن کریم کا اس ترتیب سے  
 ساتھ جس طرح وہ نازل ہوا تھا مرتب کرنا عام صحابہ کے بس کی بات نہ تھی۔ کیونکہ  
 صحابہ کرام ہر وقت رسول اللہ کی خدمت میں موجود تھے رہتے تھے۔ اور ان میں  
 سے بہت سے حضرات مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد اسلام لائے تھے۔ اور  
 قرآن اس سے پہلے نازل ہو رہا تھا۔ ان میں سے بہت سے تجارت پیشہ اور  
 کاروباری لوگ تھے۔ ان کو اتنی بھی مہلت نہ تھی کہ قرآن مجید پیدا کر کے  
 چھ جائیکہ ان کو آیات کی پوری ترتیب اور شان نزول پیش نظر ہوتی۔ بے شک  
 اس کام کے لیے ایسی ہستی کی ضرورت تھی جس کو خاص طور سے رسول اللہ  
 کی جانب سے علم قرآن حاصل ہوا ہو۔ جو آیات کی ترتیب، شان، کیفیت  
 نزول سے پورے طور سے آگاہ ہو اور اعلان کر رہا ہو کہ میں جانتا ہوں۔ کہ  
 کون سی آیت سفر میں نازل ہوئی اور کون سی حضر میں کون سے دن، کونسی رات  
 کون سی ہوا زمین پر اور کون سے پہاڑ کی بلندی پر نازل ہوئی۔ بے شک ایسی  
 ذات علی ابن ابی طالب کی تھی جنہیں اپنے حق سے محروم ہونے کے  
 بعد بھی اپنے فرائض کا اتنا شدید احساس تھا۔ اسی لیے آپ کو اس  
 گوشہ نشینی اور غم و رنج کی فراوانی کے عالم میں پہلی فکر جمع قرآن تھی یہیں  
 سیاسی مضامین جن کی بنا پر حزب اقتدار نہیں چاہتا تھا کہ علی کی شخصیت بنیاد  
 ہو حزب اقتدار حزب اختلاف کے لیڈر کو بھلاوے میں۔ ان چاہتا تھا  
 اور نہیں چاہتا تھا کہ علی کے کسی بڑے سے بڑے کام کو بڑا سمجھ کر اس کی  
 اہمیت کو تسلیم کیا جائے۔ اس لیے علی علیہ السلام کے جمع کیے ہوئے



قرآن کو ارباب اقتدار نے محلِ توجہ قرار نہیں دیا۔ اور اسے لے کر غور سے  
دیکھنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس لیے یہ دیکھ کر حضرت خاموش ہو  
رہے۔ اور اپنے جمع کردہ مصحف کو سلک مروارید کی طرح اپنے خزانہِ خالص  
میں محفوظ کیا۔

جناب شاہ ولی اللہ دہلوی نے حضرت علیؑ کے حالات میں لکھا ہے :-

”حضرت علیؑ کا حصہ علوم دینیہ کے زندہ کرنے میں یہ بھی ہے

کہ آپؑ نے حضرت رسول اللہؐ کے سامنے قرآن کو جمع اور مرتب

کیا تھا، لیکن اس کے شائع ہونے میں تقدیر نے مدد نہیں کی۔“

کچھ لوگ جناب امیر علیہ السلام

کی خدمت میں حاضر ہوتے

ہیں اور آپؑ کو جوش دلاتے

حکومت کے لیے جدوجہد کے

مشورے اور علیؑ علیہ السلام کا تدبیر

ہیں کہ آپؑ سلطنت کے لیے جو آپؑ کا حق ہے کوشش کیجئے۔ اُٹھیے ہم

آپؑ کی امداد کے لیے تیار ہیں۔ ان میں حقیقی بغیر خواہ اور دوست بھی

ہیں اور منافق بھی۔ جو خانہ جنگی سے اپنے مفاد حاصل کرنا

چاہتے ہیں۔ مگر یہ سب اپنا تدبیر انسانِ اسلامی مفاد کے پیش نظر جذبات میں

نہیں آتا، اور ایک ممتاز قائد حزب اختلاف کی حیثیت سے ہر قسم کی

قربانی اور ایثار کے لیے کمر بستہ ہے۔

سے مقدمہ تفسیرِ سرکان سید العلماء علامہ علی نقی مدظلہ

سے ازالہ الغماز مقصد ۲ ص ۲۷۳

## حضرت عباس ابن عبدالمطلب کی پیشکش رسول اللہ کے

ابن عبدالمطلب کہتے ہیں کہ اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں آپ کی بیعت کر لوں۔ اس کا عوام پر بہت بڑا اثر پڑے گا۔ وہ کہیں گے کہ رسول اللہ کے چچا نے ان کے ابن عم کی بیعت کر لی۔ پھر کسی کو عذر نہ ہوگا۔ اگر علی کو صرف اپنا ہاتھ پیش نظر ہوتا تو یہ بہترین موقع تھا مگر وہ اپنے مفاد کی بجائے ایشار کے آئینہ میں حقانیت کو دیکھ رہے تھے۔

## بنی امیہ کے سردار ابوسفیان بن الحارث کی پیشکش بنی امیہ کا سردار

وقت تک رسول اللہ سے برسرِ پیکار رہا اور اپنی آخری ناکامی پر اسلام میں داخل ہوا تا کہ موقع آنے پر اپنی ناکامیوں کو کامیابیوں سے بدل سکے محض خدمت ہوتا ہے اور نہ کتا ہے۔

”وکتے غضب کی بات ہے کہ آپ لوگوں کے ہوتے ہوئے قریش کے ادنیٰ قسیدہ کو خلافت سے کیا ربط اور واسطہ۔ خدا کی قسم علی تم کھڑے ہو جاؤ اور کہو تو میں اس میدان کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔“

مگر حزب اختلاف کے لیڈر علی ابن ابی طالب جذبات سے بہت بلند رہے اور خود غرضی کی لوث سے مبرا و منزا اسلام کے سچے محافظ اور اپنے

فرائض کے شناسا انسان تھے۔ لوگوں کے کہنے میں نہیں آتے۔ وہ ابوسفیان کو اس طرح ڈانٹ کر جواب دیتے ہیں۔ ”کہ خدا کی قسم تو ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کا دشمن رہا ہے۔“ اس کلام سے تیرا مقصود صرف یہ ہے کہ اسلام میں ایک فتنہ پیدا کر دے، تو ہمیشہ اسلام کو نقصان ہی پہنچانے کی فکر میں رہا۔ مجھے تیری نصیحت اور مہمزدی کی کوئی ضرورت نہیں۔“ حضرت علی علیہ السلام کا یہ جواب صاف بتلا رہا ہے کہ ہمارے حقوق ہاتھ سے جائیں ہمیں فریاد کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں ہر طرح کی قربانی اور شہداء کیلئے تیار ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کے اس عمل اور ان کے ان الفاظ نے تمام مسلمانوں کو جس میں حزب اقتدار بھی شامل تھا، واضح طور پر بتلا دیا کہ ابوسفیان اور ان کے خاندان کا اسلام صرف منانے والا ہے۔ اور ان سے اسلام کو ہمیشہ ضرر و نقصان کا اندیشہ ہے۔ اور ہم اسلام کے بچے خیر خواہ ہیں۔ اس لیے مفاد اسلام کے لیے ہر طرح کی قربانی کے لیے آمادہ ہیں۔ اگر علیؑ عام انسانوں کی طرح ابوسفیان کی باتوں میں آجاتے اور اس کی امداد پر اعتماد کر کے کھڑے ہو جاتے تو اسلام اسی وقت ہولناک خانہ جنگی میں مبتلا ہو جاتا اور رسول اللہؐ کی تمام کوششوں پر پانی پھر جاتا۔ بھلا علیؑ جیسے وفا شعار اپنے مفاد کے لیے اسلام کی اس تباہی کو کس طرح برداشت کر سکتے تھے؟

حزب اقتدار پر اس واقعہ کا اثر | مورخین نے ابوسفیان کے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے۔ جب

سرکار رسالت نے انتقال فرمایا، ابوسفیان کسی کام کے لیے مدینہ سے باہر گیا ہوا تھا، جب وہ پلٹا تو ایک شخص کو دیکھا کہ مدینہ سے آ رہا ہے ابوسفیان نے اس شخص سے پوچھا کیوں بھاٹی کیا محمد مر گئے۔ اس شخص نے کہا، ہاں پوچھا پھر ان کی جگہ کون حاکم ہوا۔ کہا حضرت ابوبکر۔ ابوسفیان بولا کہ ابوبکر کے خلیفہ ہو جانے پر وہ دونوں جو بہت کمزور سمجھے گئے تھے، یعنی حضرت علی اور حضرت عباس نے کیا کیا۔ اس نے جواب دیا، وہ دونوں خاموش بیٹھ رہے۔ اس پر ابوسفیان بولا۔ خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو ان دونوں کو برا بھلا کہنے لگتا، پھر کہا میں اب فتنہ و فساد کا وہ غبار دیکھ رہا ہوں جس کو خون ریزی کے سوائے کوئی چیز بھی نہیں دبا سکتی۔ پھر جب ابوسفیان مدینہ میں پہنچا تو اس کی گلیوں اور کوچوں میں پھر کر اور چکر لگا کر اس واقعہ پر اپنی حیرت اور اپنے غصہ کا اظہار کر رہا تھا اور چند اشعار پڑھتا تھا جن کا حاصل ترجمہ یہ تھا:-

اے بنو ہاشم۔ تم لوگوں کو اپنے بارے میں طمع نہ دلاؤ۔  
 خاص کہ بنو تیم (حضرت ابوبکر کا قبیلہ) اور بنو عدی (حضرت عمر کا قبیلہ) کو کیونکہ یہ خلافت تمہارے خاندان کے سوا کسی اور طرف نہیں جانا چاہیے۔ اور تمہاری طرف اس کی بازگشت ہونا چاہیے  
 اور اس خلافت کا حقدار حضرت ابوالحسن علی ابن ابی طالب کے سوا کوئی بھی نہیں ہے اس کی اس ہنگامہ آرائی پر حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ تو یہ بھی یہاں آ گیا۔ یہ تو بہت بڑا فتنہ و فساد



پاکرے گا۔ اسی وجہ سے رسول اللہؐ اس کی تالیف قلب کرتے رہتے تھے، اب مصلحت یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں جو صدقہ کے امور ہیں اس کو اسی طرح رہنے دو۔ حضرت ابو بکرؓ نے الیسا ہی کیا۔  
ابوسفیان کی اس معاندانہ روش کا اثر تھا کہ شام کی ہم میں اس کے دونوں بیٹوں یزید و معاویہ کو شامل کر کے بھیجا گیا اور پھر شام کی گورنری ان کے لیے ہی مخصوص ہو گئی۔ اور اس زینہ سے یہ خاندان بادشاہت تک پہنچ گیا۔ ابوسفیان کی اولاد فتوحات ملکی کے دروازہ قصر سلطنت میں داخل ہوئی۔

حضرت علی علیہ السلام کی مشکلات  
اور ان کا تدبیر  
ایک ایسے زمانہ میں جبکہ  
عرب کی اس نوزائیدہ حکومت  
پر ارتدادی زلزلہ طاری تھا ہر

طرف مخالفت کے علم بلند تھے۔ بغاوتیں ہو رہی تھیں۔ علیؓ کا اپنے حقوق کے لیے جنگ شروع کر دینا بظاہر ان کی کامیابی کا ذریعہ ہوتا۔ اگر علیؓ کے سوا کوئی اور انسان ہوتا تو ابوسفیان کی مشکیش کو قبول کر لیتا۔ ایسے حالات میں تو حقدار اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے تنگے کا سہارا بھی قبول کر لیتے ہیں۔ مگر وہ علیؓ تھے جو تمام جذبات سے بالا و برتر تھے۔ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور صبر کیے ہوئے تھے، اس وقت آپؐ کا سخت امتحان لیا گیا۔ ایک طرف بنی امیہ کی حمایت سے حصول سلطنت کی امید تھی

اور دوسرے طرف جدید الاسلام لوگوں کے اسلام سے روگردان ہو جانے اور اسلام کے تباہ ہو جانے کا اندیشہ، علی اس امتحان میں پورے اترے۔ انہوں نے اپنے حقوق کو قربان کر کے اسلام کو تباہی سے بچا لیا۔ آپ نے اس موقع پر ایک خطبہ بھی ارشاد فرمایا۔ جس کا ایک ایک لفظ قابل غور و فکر ہے اس خطبہ کا ترجمہ یہ ہے۔

نزاکت زمانہ کے پیش نظر  
حضرت علی مرتضیٰ کا خطبہ

”لوگو! اسلام میں جو فتنے پیدا ہوا چاہتے ہیں۔ ان کی موجوں کو اپنے صبر و ضبط کی کشتیوں سے

چیر ڈالو اور بھڑکانے والے راستہ سے مڑ جاؤ، اور تکیہ اور مفاخرت کے تابوں کو اتار کر پھینک دو۔ یہ جان لو کہ وہی شخص اپنے ارادوں میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ جو کسی مضبوط بازو کے سہارے کھڑا ہو یا خاموش رہ کر لوگوں کو اسودہ کرے، دنیا کو یا متعفن (بدبودا) پانی ہے اور وہ بد مزہ لقمہ ہے کہ جس کے کھانے والے کو اچھو بونے لگے۔ علاوہ بریں اس وقت بیعت لینا اس وجہ سے بھی مناسب نہیں کہ بے وقت میوڈل کا چننے والا مثل اس شخص کے ہے جو نامناسب زمین میں زراعت کرے اور دیکھو اگر میں معاملہ خلافت میں دخل دے کر کچھ بولتا ہوں تو سب لوگ کہنے لگیں گے کہ حکومت کے لیے لالچ اختیار کیا ہے۔ اگر سکوت اختیار کرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ علی تو موت سے ڈر گئے، افسوس میرے

جہادوں اور رسول اللہ کے غزوات میں میرے چھوٹے بڑے معرکے  
 دیکھنے کے بعد بھی یہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ خدا کی  
 قسم علیؑ موت سے اس قدر مانوس ہے کہ اتنا کوئی بچہ اپنی ماں کے  
 پستان سے بھی مانوس نہ ہوگا، مگر میرے سکوت کی وجہ یہ ہے کہ  
 میں ایسے علم پر مطلع ہوں جس کو اگر ظاہر کر دوں تو تم لوگ اس  
 طرح ڈانواں ڈول ہو جاؤ جیسے گھرے کنویں میں ڈول وغیرہ کی  
 دسیاں ہلنے لگتی ہیں اور ڈول سے ٹکراتی جاتی ہیں، انہیں سکون  
 و قرار نہیں ہوتا یہ۔

**اگر علیؑ دورانہ لشی سے کام نہ لیتے تو کیا ہوتا؟** | اس موقع پر علیؑ کی  
 مصلحت بینی سے

وہی راہ اختیار کی جو سرکار رسالتؐ صلح حدیبیہ میں اختیار کر چکے تھے۔ اگر  
 حضرت علیؑ، ابوسفیان کی حمایت قبول کر لیتے اور میدان میں اتر کر اعلان  
 جنگ کر دیتے تو مسلمان ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ کر اتنے کمزور ہو  
 جاتے کہ کفار و یہود و نصاریٰ سب ٹوٹ پڑتے اور وہ لوگ جو اسلام سے  
 شکست پر شکست کھا چکے تھے انتقام پر مکر بستہ ہو جاتے۔ علیؑ نے اسلام  
 کی بھلائی اسی میں دیکھی کہ وہ خاموش رہ کر اسلام کے قدموں کو مضبوط بنانے  
 دیں۔ علیؑ علیہ السلام کو اپنے قیام حکومت سے اسلام زیادہ عزیز و محبوب  
 تھا۔

سہ نج البلاغہ جلد ۱ ص ۴۲

سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی وفات | پیغمبر کی خدائی کار  
 ضد منہ الہی تازہ تھا

کہ علی کا سرمایہ تسکین بھی رخصت ہوا۔ دکھ درد کی شریک حیات معصومہ کو نہیں  
 فاطمہ زہرا نے رسول اللہ کی رحلت کے ٹھیک تین مہینے بعد سیر آخرت  
 اختیار کیا۔ اور آپ نے انہیں رات کے وقت باپ کے پہلو میں دفن کی

علی علیہ السلام کا حکمرانوں کی اعانت فرمانا | حضرت علی علیہ السلام کے  
 درپے خدمات اور زما

کی سردمہری اور حقوق سے محرومی سے طول و کبیدہ خاطر ضرور تھے۔ مگر  
 ارباب اقتدار کو جب کسی علمی مسئلہ کے سلجھانے میں وقت پیش آتی یا  
 کسی سیاسی مہم کے متعلق مشورہ کی ضرورت پڑتی یا کسی اہم مقصد میں  
 ان سے اعانت طلب کی جاتی تو وہ بلا عذر امداد دینے کے لیے ہمیشہ آمادہ  
 تھے۔ یہ وہ طریق کار ہے جو عام جذباتی انسانوں کے ہادیہ کے بالکل خلاف  
 ہے۔ عام انسان اگر کسی منصب سے جس کی وہ امید رکھتے ہیں محروم کر دیں  
 جائیں تو محروم کرنے والوں سے الگ ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ ان سے  
 کسی امر میں اعانت چاہیں تو اپنی سابقہ رنجش کی بنا پر تعاون سے انکار  
 کر دیں گے۔ مگر علی علیہ السلام نے اپنی روش سے بتلایا کہ مسلمان ہمیں اپنے  
 معاملات میں کتنا ہی بے تعلق کر دیں مگر ہمیں کبھی اپنے آپ کو غیر متعلق نہیں  
 سمجھنا چاہیے۔ ہمیں ہمیشہ ایسے مواقع کا انتظار کرنا چاہیے کہ جس  
 میں ہم اسلام اور مسلمانوں کے معاملات کو فائدہ پہنچا سکیں۔ اسلام



اور مسلمانوں کا مفاد ہمیں ہمیشہ پیش نظر ہے اور ہم اسلام اور مسلمانوں کی گتھیاں سلجھانا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اسلام کی خدمت ہمارا واحد نصب العین ہے۔

حضرت علیؑ قائد حزب اختلاف  
کا بہترین نمونہ ہیں۔

جب ارباب اقتدار نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو حضرت علیؑ علیہ السلام نے حزب اختلاف کی قیادت سنبھال لی۔ اگر مسلمانوں نے انہیں سرکارِ رسالت کے بعد رسول اللہ کی منشا کے مطابق قائدِ اقتدار ہونے کا موقع نہ دیا تو انہوں نے قائدِ حزب اختلاف کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ ارباب اقتدار سے اپنے اختلافات کے باوجود مذہب و ملت اور ملک و مملکت کی فلاح و بہبود کو اپنا نصب العین بنایا۔ عام ارباب حزب اختلاف کی طرح ملک و ملت کی تخریب کے درپے نہیں ہوئے۔ بلکہ ملکی نظم و نسق، ملکی تعمیر و ملکی دفاع میں ارباب اقتدار کے قوت بازو رہے۔ انہیں اکثر مواقع پر علیؑ علیہ السلام کے تعاون کا ان الفاظ میں اعتراف کرنا پڑا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ علیؑ علیہ السلام کا مصلحانہ رویہ حزب اختلاف کے لیے بہترین نمونہ عمل ہے۔ چنانچہ اسی لیے بعض مورخین کو حضرت علیؑ علیہ السلام کے اس مصلحانہ رویہ کا ان الفاظ میں اعتراف کرنا پڑا۔

”علیؑ نے اپنی علو مہمتی اور اسلام دوستی کا ثبوت دیا۔ اگر وہ ذاتی اعتراض یا رنجشوں کو اسلام کے مفاد پر ترجیح دیکر حضرت ابو بکرؓ سے عدم تعاون کرتے تو یہ امر اس کے دامنِ شہرت پر ایک بدنامی داغ ہوتا۔“

۱۔ تاریخ اسلام پر دفتیر سید عبدالقادر و پروفیسر محمد شجاع الدین ص ۱۷۱

# سوالات

۱۔ سیاسی انقلاب کے بعد جناب امیر کی گوشہ نشینی اور ان کے مشغلہ جمع قرآن کی اہمیت کو بیان کرو۔ ارباب اقتدار نے حضرت علیؑ کے جمع کیے ہوئے قرآن کو کیوں محل توجہ قرار نہیں دیا؟

۲۔ وہ کون سے دو گروہ تھے جنہوں نے حضرت علیؑ کو حصول حکومت کے لیے جدوجہد کرنے کے مشورے دیے؟ اس پر حضرت علیؑ کے مدبرانہ ردیہ کو بیان کرو۔

۳۔ حضرت عباس ابن عبدالمطلب کی پیشکش کو بیان کرو حضرت علیؑ نے اس پیشکش کو کیوں قبول نہ فرمایا؟

۴۔ ابوسفیان کی پیشکش میں کیا سیاسی مصلحت تھی۔ اور حضرت علیؑ نے اس کا کیا جواب دیا۔ اس جواب سے حضرت علیؑ نے مسلمانوں کو کیا سبق دیا؟

۵۔ ابوسفیان کی پیشکش کا ارباب اقتدار پر کیا اثر ہوا۔ اور انہوں نے اس پر کیا ردیہ اختیار کیا؟ اور اس ردیہ سے مسلمانوں کی تاریخ پر کیا اثر پڑا؟

۶۔ حضرت علیؑ کی مشکلات اور ان کے تدبیر کو بیان کرو۔

۷۔ نزاکتِ زمانہ کے لحاظ سے حضرت علیؑ نے جو ہادیانہ خطبہ ارشاد فرمایا اسے بیان کرو۔

۸۔ اگر حضرت علیؑ دور اندیشی سے کام نہ لیتے تو کیا ہوتا؟

۹۔ حضرت علیؑ کے حکمرانوں سے تعاون کا ذکر کر کے اس تعاون کی وجہ بیان کیجئے۔

۱۰۔ ثابت کیجئے کہ حضرت علیؑ حزبِ اختلاف کے قائد کا بہترین نمونہ عمل ہیں۔

۱۱۔ مسلمان ملکوں کے حزبِ اختلاف کو حضرت علیؑ کی مصلحانہ زندگی سے کیا سبق ملتا ہے؟

---

# تیرھواں باب

حضرت ابوبکر کی خارجہ حکمت عملی!

حکومت کو بچانے کے لیے عربوں کو جنگ و

جدل میں مصروف کر دینا ناگزیر تھا

سرکار رسالتؐ کے ارتحال پر طال کے بعد جو حکومت مدینہ میں قائم ہوئی تھی وہ ایسے حالات میں قائم ہوئی تھی کہ اسے قائم رکھنے اور مخالفتوں سے بچانے کے لیے عربوں کو جنگ و جدل میں مصروف کر دینا ضروری تھا اور انہیں عرب سے باہر ممالک خارجہ میں بھیجنے کے سوا چارہ کار نہ تھا۔

۱۔ حکومت کے لیے یہ بڑی خطرناک صورت تھی کہ عام طور پر یہ سبب چھڑ گئی تھی کہ خلافت کس کا حق ہے اور وہ کون ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔ اس بحث کو جلد سے جلد روکنا ضروری تھا۔

۲۔ سقیفہ بنی ساعدہ کے انتخاب کے بعد جب لوگوں نے بالخصوص



انصار نے واقعات پر غور و فکر کرنا شروع کیا تو مہاجر و انصار کے دو کیمپ بن گئے تھے۔ اور وہ آپس میں لڑنے لگے تھے انصار نے نتیجہ نکالا تھا کہ ہم نے علیؑ کو چھوڑنے میں شدید غلطی کی ہے انصار کی اکثریت بیعت حضرت ابی بکر پر نادم تھی اور انہیں انیسویں تھا کہ علیؑ اس وقت کیوں موجود نہ ہوئے۔

۳۔ حضرت ابو بکر کی پارٹی نے محسوس کرنا شروع کر دیا تھا کہ انصار لوگوں کو حکومت کے خلاف علی ابن ابی طالب کی حمایت کے لیے ابھارتے ہیں۔

۴۔ قریش میں چند آدمی خاص طور پر انصار کے خلاف تھے، وہ اس مخالفت کی آگ کو خاص طور پر ہوادے رہے تھے۔ مثلاً سہیل بن عمرو، حث بن ہشام، عکرمہ بن ابی جہل۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے رسول اللہؐ کے خلاف خصوصیت سے جنگوں میں حصہ لیا تھا اور آخر شکست خوردہ ذہنیت سے اسلام قبول کیا تھا۔ اور یہ سب وہ تھے جنہیں انصار سے ان جنگوں میں اذیتیں پہنچی تھیں اور وہ اپنے دلوں میں انصار سے کینہ رکھتے تھے۔

سہیل بن عمرو کو جنگ بدر میں مالک بن وحشم نے قیدی بنایا تھا۔ حث بن ہشام کو جنگ بدر میں عمرو بن عمرو نے مجروح کیا تھا۔ عکرمہ بن ابی جہل کے باپ کو عفرہ کے دونوں بیٹوں نے قتل کیا تھا اور زیاد بن لیید نے اس کی زندہ آٹاری تھی۔

۵۔ ابوسفیان جیسے لوگوں نے حکومت کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کر دیا تھا۔

۶۔ کچھ لوگوں نے یہ خطرناک عذر پیدا کر دیا تھا کہ موجودہ حاکم جائز نہیں۔ لہذا ہم ان کو زکوٰۃ نہ دیں گے۔

۷۔ کچھ لوگ حصول اقتدار کے لیے حکومت کے خلاف بغاوت بلند کر چکے تھے۔

ان حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے عربوں کو جنگ و جدل کے مشغلہ میں لگا دینا اور انہیں مال غنیمت کے دھندہ میں مصروف کر دینا ضروری تھا۔

عربوں کی دو خصوصیتیں جبلتِ جدلیہ اور مال غنیمت کی طمع سے حکومت نے فائدہ اٹھایا۔

(Pugnacity Instinct) یعنی لڑنا اور دوسرے مال غنیمت

لڑنا عربوں کی دو نمایاں خصوصیتیں ہیں۔ لہذا حکومت کو مشکلات پیش

ہیں۔ ان کا واسطہ حل یہی ہے، ان لوگوں کو مدینہ سے باہر بھیج دیا

جائے تاکہ ان کو یہ دونوں موقع مل جائیں۔ دل کھول کر لڑ بھی لیں

جی بھر کر مال غنیمت سے بھی لطف اندوز ہو جائیں۔ چنانچہ عربوں کو مصروف

جنگ و جدل کرنے کے لیے منکرینِ زکوٰۃ کو مرتد قرار دیا گیا۔ ان کا مال

مال غنیمت بنا اور ان کے زن و فرزند لونڈی اور غلام بنا لیے گئے۔

جنگ کی یہ شغولیت جلد ختم ہو گئی تو فاتح افواج کو مدینہ میں آنے کا موقعہ ہی نہ دیا اور انہیں سیدھا ایران اور روم کی اثرانیوں پر روانہ کر دیا گیا، عام لام بندی ہوئی۔ اب وہ خلافت کے حق و ناحق ہونے کی بحث بھی بھول گئے۔ انصار و ہماجر کی مخالفت بھی ختم ہو گئی۔ ابوسفیان جیسے خود غرض لوگوں کو بھی اپنی اولاد کو فتوحات کے دروازہ سے نصیر حکومت میں پہنچانے کا موقع مل گیا۔ مخالفین اور بغاوتیں بھی ختم ہو گئیں۔ اور مال غنیمت سے سب کے منہ پر ہر سکوت لگا دی۔ یہ فوج کشی ایک سیاسی تدبیر تھی جس سے منگامی حالات میں قائم ہونے والی متزلزل حکومت کو ہر دلعزیزی اور استحکام حاصل ہوا۔

انسانی حاکمیت کی اثرانیوں کی غرض و غایت | حضرت ابی بکر کی خلافت میں جن اثرانیوں کا آغاز ہوا ان کی حقیقی اغراض یہ تھیں :-

- ۱۔ لوگوں کو حکومت پر تنقید اور تبصرہ کا موقع نہ دیا جائے۔ اور ان کی نکتہ چینی کی زبان پر ہر سکوت ثبت کر دی جائے۔
- ۲۔ ارباب حکومت عوام کی نظروں میں ہر دلعزیزی ہو جائیں اور ان کے مذہبی اور ملکی دثار کا سکہ عوام کے دلوں میں بیٹھ جائے۔
- ۳۔ مال غنیمت سے لوگوں کی زبان بندی کر دی جائے۔ اور وہ ذاتی مفاد کے پیش نظر دینی و مذہبی نفع و نقصان کو سوچ ہی نہ سکیں۔

۴۔ جو لوگ جاہ طلب اور حصول اقتدار کے خواہاں ہیں انہیں حصول اقتدار کے مواقع ہم پہنچائے جائیں اور اس طرح ان کے ذریعہ برسرِ اقتدار پارٹی کو مضبوط کیا جائے۔

۵۔ ان ساری تدابیر سے حکومت کو محفوظ اور مستحکم کر لیا جائے۔  
۶۔ اس منہج نامہ آرا فی میں حزب اختلافات کی طرف لوگوں کو متوجہ نہ ہونے دیا جائے۔

بعض مورخوں نے ان اغراض سے اختلاف  
کیا ہے ان کے دلائل پر نقد و تبصرہ

اسی فطرت بدل کر انہیں اتنا بلند و برتر کر دیا تھا کہ وہ جبلتِ عبدیہ اور مالِ غنیمت کی طمع میں جنگ و جدل میں پڑنے والے نہیں رہے۔ ان مورخین کا یہ نظریہ حقائق کے خلاف ہے۔ چنانچہ علامہ شرنبلہ فرماتے ہیں :-

”اسلام اور قرآن نے عربوں کی جبلت اور طبیعت کو نہیں بدلا تھا۔ وہ عادات اور خصلتیں جو ان کی فطرت میں ہزاروں ہزار برس پہلے سے چلی آتی تھیں کس طرح چشمِ قدس میں ان سے رخصت ہو کر اپنا نقشِ پائہ چھوڑتیں۔ وہ ملی اوصاف جو قرون اور صدیوں پہلے ان کے مٹی میں خمیر ہو چکے تھے ان کے طبعی میلان کار کو کیسے بے اثر چھوڑ دیتے قرآن اور اسلام



کی تعلیم سے عرب اپنی ظاہری عبادات اور رسومات کو بدل  
سکتے تھے۔ اپنے آبائی روایات اور اعتقادات کو باری النظر  
ہیں بدل سکتے تھے۔“ (تذکرہ مقدمہ ص ۶۸، ص ۷۸)

اسلام کے لانے کے بعد بھی مال غنیمت کی طمع میں عرب ممتاز  
رہے۔ غزوہ حنین شہر میں واقع ہوا تھا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں  
کو شکست مال غنیمت کے شغف کی وجہ سے ہوئی۔ کیونکہ مسلمان  
غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ صحیح بخاری میں غزوہ حنین  
کے ذکر میں ہے۔ فاقبلوا المسلمون علی الغنائم واستقبلونا  
بالسہام۔ یعنی بس مسلمان غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور کافروں  
نے ہم کو تیروں پر رکھ لیا۔

حنین زمانہ رسالت کے آخری غزوات میں سے ایک غزوہ ہے  
کیا اس سے عربوں کے مال غنیمت کے جذبہ میں فرق معلوم ہوتا ہے  
کیا اس لحاظ سے ان کی طبیعت میں کوئی نمایاں تغیر دکھائی دیتا ہے  
جناب رسالتؐ نے خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف محض  
تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا اور خاص طور سے ہدایت کر دی کہ لڑنا  
نہیں۔ بنو جذیمہ مسلمان ہو گئے۔ کلمہ پڑھنے لگے۔ لیکن مال غنیمت  
کے لالچ میں حضرت خالدؓ نے ان کو قتل کر دیا۔ اور مال غنیمت لوٹ  
لیا۔ جب وہ واپس آئے تو جناب رسالتؐ ان پر بہت ناراض  
ہوئے۔ تین دفعہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اے خدا

خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے بری ہوں۔  
 اس واقعہ کے بعد حضرت خالد کے قتل مالک بن نویرہ پر عور  
 کیجئے۔ کیا اس واقعہ سے عربوں کے لوٹ مار کے شغف میں کوئی  
 کمی محسوس ہوتی ہے؟ کیا ان کی جبلت جلدیہ میں کوئی تغیر ہے؟  
 ۲۔ کہا جاتا ہے کہ رومی اور ایرانی سلطنتوں کے پاس حضرت ابوبکر سے  
 زیادہ ذرائع موجود تھے۔ افواج اور اسلحہ زیادہ تھے۔ وہ ان حالات  
 میں ہر دلعزیزی کے لیے ان دونوں سلطنتوں کے لڑانے کی جرات  
 نہیں کر سکتے تھے۔

زمانہ رسالت میں اسلامی حکومت کے ذرائع بھی بہت بڑھ چکے  
 تھے۔ خیبر کی فتح کے بعد مسلمانوں میں ایک عظیم الشان معاشی انقلاب  
 اُپھٹا تھا۔ خیبر کی فتح سے مسلمانوں کو مال کثیر ماٹھ لگا تھا۔ اور خیبر کی  
 فتح سے مرعوب ہو کر جو یہودی نو آبادیاں تھیں، فدک اور وادی القریہ  
 مسلمانوں کے ماتھ آئی تھیں بہت زرخیبر تھیں۔ گویا علوی سیاست سے  
 جو مفاد اسلامی سلطنت کو پہنچا تھا اس سے حضرت ابوبکر فائدہ اٹھا  
 رہے تھے۔

جناب رسالت مآب نے مسلمانوں میں ایک ایسا جذبہ پیدا کر دیا  
 تھا کہ وہ قلت میں بھی کثرت کو شکست دے سکتے تھے۔ اور بے  
 سروسامانی میں بھی کثیر الاسلحہ افواج پر غالب آتے تھے۔ جیسا کہ

مہ تاج طبری الجزء الثالث ص ۱۲۲، سیرۃ النبی شلی ص ۱۷۱، حیدرآباد ۱۳۸۰ھ

غزوات زمانہ رسالت سے ظاہر ہے۔ حضرت ابوبکر کو رسالت مآب کے اس پیدا کردہ جذبہ پر عبور نہ تھا۔ جس کے پیش نظر انہوں نے یہ اقدام کیا۔

مگر بار رسالت کے زمانہ میں غزوہ تبوک میں اگرچہ طوائف نہ ہوئی تھی مگر فوجی مظاہرہ سے مسلمانوں کی جرأتیں بڑھ چکی تھیں۔ اور حضرت ابوبکر کو اس کا احساس تھا اور یہی احساس اس جرأت کا موجب ہوا۔ فدائے کی فراوانی کے باوجود رومی اور ایرانی سلطنتوں میں اندرونی خلفشار تھا یہی امر حملہ کی جرأت کا باعث ہوا۔

ممالک خارجہ میں لشکر کشی کا موجب سیاسی مصالح تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر کا مہم شام میں خالد بن سعید اموی کو سرداری کی پیشکش فرمانا اودان کے گھریز علم بھیجنا ان کی مخالفت کو دور کرنے کے لیے تھا۔ اور اسی طرح ابوسفیان کی اولاد کو جنہیں مکرار رسالت سے ذمہ دارانہ فرائض پہنچ کرنا کبھی گوارا نہ کیا مہم شام میں شامل کرنا اس مخالفت کے ازالہ کے لیے تھا جن پر وہ مکرستہ تھا۔ جسے علی نے دشمن اسلام سمجھ کر ٹھکرایا تھا۔ اس کی اولاد کو ان مہمات میں فوجی مناسب ہدف قرار فرمانا اور پھر مفتوحہ علاقہ پر مسلط کرنا ان اغراض کو نمایاں کر رہا ہے جو حضرت ابوبکر کی خارجہ حکمت عملی میں پنہاں تھیں۔

اندرونی خلفشار اور مخالفتوں کو دبائے کے بعد

**مہمات عراق** حضرت ابوبکر نے اپنے لشکروں کو عراق و شام کی فتح

کے لیے روانہ کیا۔ خالد بن ولید محرم ۱۲ھ (۶۳۲ء) کو عراق کی مہم کے لیے مامور ہوئے اور تققاع بن عمرو ان کے اسسٹنٹ مقرر ہوئے۔ ان دونوں جرنیلوں کو حکم ہوا کہ سرحد ایران کے مشہور مقام رملہ کی طرف عراق پر فوج کشی کریں۔ دوسری طرف سے عیاض بن غنم اور عبد یغوث حمیدی مامور ہوئے کہ متبج کے مقام کی طرف سے حملہ کریں۔

خالد بن ولید نے رملہ کے گورنر کو لکھا کہ یا تو مسلمان ہو جاؤ ورنہ جزیہ ادا کرو۔ اگر ان دونوں مشروطوں میں سے تمہیں کوئی منظور نہیں تو صبر تم پر ہو۔ قوم حملہ آور ہوگی جو موت کی اس طرح شیدائی ہے جس طرح تم لوگ زندہ کو عزت سمجھتے ہو۔ رملہ کے گورنر نے یہ خط کسری ایران کی مرکزی حکومت کو بھیج دیا اور خود لڑائی کی تیاریاں کرنے لگا۔ شاہ ایران نے اس خط کو پڑھ کر اپنی فوجوں کو بھی لڑائی کے لیے حکم دے دیا۔

**کاظمہ کی لڑائی** | مسلمانوں اور ایرانیوں میں سب سے پہلی ٹکرائی کاظمہ کے مقام پر ہوئی۔ رملہ کا گورنر ہرمز قتل ہوا۔ اور ایرانیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ خالد کی طرف سے شعیب بن حارثہ ان کے تعاقب پر مامور ہوا۔

**جنگ شعیب** | کاظمہ میں شکست کھانے کے بعد شاہ ایران نے ایک تازہ دم فوج مسلمانوں کے خلاف بھیجی۔ اس فوج کا کماندار قارن تھا۔ خالد مقابلہ کے لیے تہی کے مقام پر پہنچے۔ کھسان کارن ہزاروں ایرانی تہ تیغ کر دیے گئے۔ قارن مارا گیا اور ایرانی افواج شکست



کھا کر لپٹا ہوئیں۔

**لجہ کی لڑائی** | کسریٰ نے دو نامور جرنیلوں "اندوزگر" اور "ہمن جادویہ" کی کمانڈ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں فوجیں روانہ کیں۔ لجہ کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اندوزگر مارا گیا اور ہمن نے راہ فرار اختیار کی۔ اسی اثنا میں عیسائی عرب ایرانی جرنیل "جلان" کے ماتحت مقابلہ کے لیے آڈٹے، مگر مسلمانوں نے انہیں بھی شکست دے کر بھگا دیا۔

**الیس کی لڑائی** | بجایاں عرب عیسائیوں کو لے کر پھر میان میں آڈٹا لیکن اس نے الیس کے مقام پر منہ کی کھائی اور راہ فرار اختیار کی۔

**تسخیر حیرہ** | حیرہ عراق کے عرب رئیسوں کا مرکز تھا۔ خالد حیرہ کی طرف بڑھے۔ اہل حیرہ نے بغیر لڑے صلح کر لی۔ ان کے سردار عمرو بن عبد المسیح نے ایک لاکھ نوے ہزار درہم جزیہ ادا کیا۔ گرد و نواح کے رئیسوں نے بھی ایسی ہی شرائط پر صلح کر لی۔ اور بیس لاکھ درہم ادا کرنا منظور کیا۔

**خالد کا کسریٰ اور روستائے ایران کے نام خط** | خالد نے ان فتوحات کے بعد شاہ ایران

اور سرداران ایران کے نام خط لکھا کہ تم لوگ ہماری اطاعت قبول کر لو ورنہ ہماری تلواریں جنگ کے لیے بے چین ہیں۔ شاہ ایران "اردشیر" اس خط کے پہنچنے سے پہلے مر چکا تھا اور ایران میں خانہ جنگی (Civil War) ہو رہی تھی۔

شروع ہو چکی تھی مگر مسلمانوں کے اس اعلان جنگ پر ان کی باہمی جنگ  
بند ہو گئی۔ انہوں نے متحدہ طور پر امیر فرخ زاد کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اور  
مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس لیے مسلمانوں کو پھر عراق  
کی مہم کو شروع کرنا پڑا۔

**جنگ انبار** | خالد انبار پر حملہ آور ہوا تو وہاں کے حاکم شیرزاد نے  
شہر کے گرد ایک گہری خندق کھود رکھی تھی۔ مسلمانوں

نے اپنے اونٹ ذبح کر کے خندق میں ڈال دیے اور اس طرح خندق  
پر کر کے شہر میں داخل ہوئے۔ شیرزاد نے مقابلہ کی تاب نہ لا کر صلح کر لی۔

**عین التمر کی لڑائی** | انبار کو فتح کر کے مسلمان عین التمر پر حملہ آور ہوئے  
ایرانیوں نے عیسائی عربوں کو مسلمانوں کے مقابلہ کے

لیے آگے کر دیا۔ مگر انہیں شکست ہوئی اور عین التمر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

**دومۃ الجندل کی فتح** | دومۃ الجندل شمالی عراق میں ہے۔ عیاض بن  
عظم اس کی فتح کے لیے مامور ہوئے تھے۔

عین التمر کی لڑائی سے فاسخ ہو کر خالد ان کی ملک کے لیے پہنچ گئے وہاں  
کا حاکم اکبر شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ لیکن اس کا ساتھی "جودی" مقابلہ کرتا رہا۔

مگر اسے بھی شکست ہوئی اور وہ لڑائی میں مارا گیا۔ لیکن جب خالد عین التمر  
میں لوٹ آئے تو پھر اہل شہر باغی ہو گئے۔ خالد نے پھر انہیں شکست دی۔

اور اسی طرح مہج کے قبیلوں نے شکست کھائی۔  
**جنگ فراض** | اس جنگ میں عیسائی عربوں، ایرانیوں اور رومیوں نے

متحد ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا مگر انہیں شکست فاش ہوئی اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

**مہات شام** | حضرت ابو بکر نے فتح شام کے لیے چار لشکر روانہ کیے  
 ابو عبیدہ بن الجراح کو حمص روانہ کیا۔ عمرو بن عاص کو فلسطین  
 پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ یزید بن ابی سفیان کو سیاسی مصلحت کی بنا پر شام بھیجا  
 شرجیل بن حسنہ کو اردن روانہ کیا۔

**جنگ اجنادین ۱۸ جمادی الاول ۳۵ھ**  
 ۳۱ جولائی ۶۳۲ء  
 اس لڑائی میں مسلمانوں کی فوج کی  
 تعداد چالیس ہزار تھی اور رومی  
 فوج ایک لاکھ چالیس ہزار۔

اجنادین کے مقام پر جنگ ہوئی۔ آخر اس جنگ میں رومیوں کو شکست ہوئی اور  
 انہوں نے بیت المقدس کی راہ لی۔ اس لڑائی میں تین ہزار مسلمان کام آئے۔  
 ہر قتل شدہ مسلمان کے مقابلہ کے لیے دو لاکھ چالیس ہزار فوجیوں کو وادی  
 یرموک میں بھیجا۔ مسلمانوں کے چاروں لشکر دشمن کی کثرت دیکھ کر متحد ہو  
 گئے۔ دونوں فوجیں داتو صا کے مقام پر جمع ہوئیں۔ خالد بن ولید نے  
 یرموک پہنچ گئے۔

**جنگ یرموک** | اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد چھتیس ہزار تھی۔  
 مسلمانوں کے چاروں لشکروں نے خالد کی سرداری  
 میں متحد ہو کر لڑائی شروع کی۔ خالد نے لشکر کو چالیس دستوں میں تقسیم  
 کر کے مناسب مقامات پر تعین کر دیا۔ گھمسان کارن پڑا۔ رومیوں کے

یاؤں اکھڑ گئے۔ اور وہ واپس بھاگ پڑے ان کے پیچھے نہ پاڑ تھا۔ اس لیے وہ یربشام ہو کر دریا کی طرف چلے۔ اس طرح ہزاروں رومی دریا میں غرق ہوئے اس جنگ میں ایک لاکھ بیس ہزار رومی دریا میں ڈوبے تین ہزار مسلمان میدان جنگ میں ہلاک ہوئے جنگ جاری تھی کہ حضرت ابوبکر کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے خلیفہ ہوتے ہی خالد کو معزول کر دیا اور ابوعبیدہ بن الجراح کو فوج کا کمانڈر مقرر کر دیا۔

## سوالات

- ۱۔ ثابت کر دو کہ حضرت ابوبکر کے زمانے میں حکومت کو مخالفت سے بچانے کے لیے عربوں کو جنگ و جدل میں مصروف کر دینا ضروری تھا۔ ان اسباب کو بھی بیان کرو جو اختلال سلطنت کا سبب بنتے تھے۔
- ۲۔ عربوں کی دو دو خصوصیتیں کیا تھیں جن سے ارباب حکومت نے فائدہ اٹھایا۔
- ۳۔ صدر اول یعنی زمانہ خلفائے ثلاثہ کی لڑائیوں کے اغراض و مقاصد کیا تھے؟
- ۴۔ بعض مؤرخوں نے ان اغراض سے اختلاف کیا ہے۔



ان کے دلائل لکھ کر اس پر تنقید کرو۔

۵۔ مہم عراق پر دشمنی ڈال کر کاظمہ رشتی اور ولجہ کی لڑائیوں کے واقعات بیان کرو۔

۶۔ اہلس کی لڑائی اور تسخیر حیرہ کو بیان کر کے لکھو۔ کہ حیرہ کے سرکار نے صلح پر کس قدر جزیہ کی رقم ادا کی ؟

۷۔ خالد بن ولید نے ثناء ایران اور سرداران ایران کو اپنے خط میں کیا لکھا ؟ اس خط سے انسانی دماغ کیا اثر لے گا ؟

۸۔ جنگ انبار میں مسلمانوں نے کس طرح فتح حاصل کی ؟

۹۔ دومتہ امجدل کس طرح فتح ہوا ؟

۱۰۔ واقعہ جنگ فراض بیان کرو۔

۱۱۔ مہم شام کے لیے حضرت ابوبکر نے کن کن لوگوں کی سرداری میں لشکر روانہ کیے۔ اور ہر قتل نے ان کے مقابلہ میں کس قدر فوج روانہ کی۔ اور مسلمانوں نے اس مہم کے لیے کیا پروگرام مرتب کیا ؟

۱۲۔ اجنادین کی لڑائی اور اس کا نتیجہ لکھ کر بتاؤ

کہ اس جنگ میں رکتے مسلمان کام آئے ؟

۱۳۔ جنگ یرموک میں مسلمانوں کی تعداد کیا تھی ؟

خالد نے لشکروں کو کس طرح ترتیب دیا۔ اس

جنگ میں کس قدر مسلمان کام آئے اور کتنے

رومی مارے گئے ؟

۱۴۔ جنگ جاری تھی کہ کیا اہم واقعہ پیش آیا۔ اور

اس کا مہم، شام پر کیا اثر پڑا ؟

# چودھواں باب

## حضرت ابوبکر کی آخری علالت

### حضرت عمر کو سلطنت سپرد کرنا اور آپ کی وفات

آخری علالت | جمادی الثانی ۳۱ھ میں حضرت ابوبکر بیمار ہوئے۔ پندرہ دن بخار میں مبتلا رہے اور چالیس میں بیماری سے آپ بہت کمزور ہو گئے تھے۔ جب آپ کو اپنی زندگی کی امید نہ رہی تو آپ کو اپنے جانشین کے تقرر کی فکر دامگیر ہوئی۔ ان کے برسرِ وقت ارادے میں جو خدمات حضرت عمرؓ نے انجام دی تھیں وہ ان کے پیش نظر تھیں اس لیے انہوں نے اپنے خلیفہ معاویہ کے مطابق اقتدار اعلیٰ ان کے سپرد کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

حضرت ابوبکر کا حضرت عمرؓ کے لیے وصیت نامہ | جب حضرت ابوبکر دنیا سے انتقال فرمے لگے تو حضرت عثمان کو تنہائی میں بلا کر وصیت نامہ لکھوانے لگے

لفظ اما بعد ہی فرمایا تھا کہ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت عثمان نے خود لکھ دیا  
میں نے تم پر عمر کو خلیفہ کیا۔ حضرت ابو بکر حبیب ہوش میں آئے تو بڑھوایا  
منکر کہا، اللہ اکبر تم ڈر گئے کہ میں ختم نہ ہو جاؤں۔ حضرت عثمان نے  
کہا ہاں یہ

پھر حضرت ابو بکر نے وہ وصیت نامہ اپنے غلام اور حضرت عمر کے  
ساتھ لوگوں کی طرف بھیجا، حضرت عمر ڈنڈا لیے لوگوں سے کہہ رہے تھے  
خلیفہ رسول کا حکم سنو اور مان لو۔

حضرت عمروہ وثیقہ لے کر لوگوں کے پاس گئے تو ایک شخص نے پوچھا  
اے حفصہ کے باپ اس میں لکھا کیا ہے؟ کہا معلوم نہیں، لیکن سب سے  
پہلے اس حکم کا ماننے والا میں ہوں۔ اس شخص نے کہا تم کو نہ معلوم ہو، لیکن  
خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ پارساں تم نے ان کو  
خلیفہ بنایا اس سال انہوں نے تم کو خلیفہ بنا دیا۔

حضرت عمر کے تقرر سے مسلمانوں کی پریشانی

ابو بکر نے حضرت عمر کو خلیفہ بنایا تو تمام مسلمانوں میں اضطراب و بے قراری  
کی لہر دوڑ گئی۔ ساری تاریخ کا مطالعہ کیجئے کسی خلیفہ کے تقرر پر خواہ وہ  
خلفائے اربعہ سے ہو یا خلفائے بنی امیہ یا خلفائے بنی عباس سے مسلمان



اس تندر پریشان نہیں ہوئے جس تندر حضرت عمرؓ کے خلیفہ بننے پر ہوئے ہیں

**حضرت طلحہ کے تاثرات** | حضرت طلحہ جو عشرہ مبشرہ سے ہیں حضرت عمرؓ کے تقرر کی خیر سن کر حضرت ابو بکرؓ کے

پاس آئے اور کہا تم نے حضرت عمرؓ کو لوگوں کا حاکم اور اپنا خلیفہ بنا دیا

ہے۔ حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جب تم موجود تھے تو مسلمانوں نے

ان کے ہاتھ سے کیا کیا عیبتیں جھیلیں۔ پھر جب تم اپنے پروردگار کے

پاس جاتے ہو اور ان کو میدان خالی ملتا ہے تو وہ کیا کچھ نہ کر ڈالیں

گے۔ خدا تم سے تمہاری رعیت کے بارے میں ضرور ہی سوال کرے گا۔

**مہاجرین و انصار کا وفادار اور ان کی فریاد** | مہاجرین و انصار کو حب

بنا دیے گئے تو وہ سب کے سب دوڑے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کے

ہاں آئے اور فریاد کرنے لگے۔ کہا ہم دیکھتے ہیں کہ تم نے ہم پر عمرؓ کو خلیفہ

مقرر کر دیا ہے۔ حالانکہ تم ان کو خوب پہچانتے ہو۔ اور ان کے سب

بوائے (سختیوں) سے بھی اچھی طرح واقف ہو جو تمہارے زمانہ میں وہ

کرتے تھے۔ پھر جب تم ان کو خلیفہ بنا کر چلے جاؤ گے تو وہ کیا کچھ نہیں

کر ڈالیں گے۔ تم اللہ سے ملو گے اور وہ تم سے اس کی باز پرس کرے گا

تو اس کو کیا جواب دو گے؟

## طلحہ وزیر کا اظہارِ خیال

طلحہ وزیر نے حضرت ابو بکر سے کہا  
جب تم عمر کو شہم پر یاوہو اس کی

سخت مزاجی کے خلیقہ مقرر کرتے ہو تو اسپے پروردگار کو کیا جواب  
دو گئے اور دوسری روایت میں ہے کہ طلحہ نے کہا تم ہم پر قسط غلیظ  
(تند مزاج) کو خلیقہ بناتے ہو، جب تم اپنے پروردگار سے ملو گے تو  
اس کو کیا جواب دو گے۔ اس پر حضرت ابو بکر نے اپنے لوگوں سے  
کہا۔ تم لوگ ذرا مجھے سہارا تو لگا دینا۔ لوگوں نے ان کو بٹھایا تو کہا۔  
تم مجھے خدا سے ڈراتے ہو۔ جاؤ میں خدا کو جواب دے دوں گا کہ میں  
نے اس شخص کو ان کا حاکم بنایا جو تیرے اہل میں سب سے اچھا تھا۔

۲۲ رجبی الاخری ۱۳۱۳ھ کو مطابق ۲۲-۲۳

## حضرت ابو بکر کی وفات

اگست ۱۹۳۷ء (پیر کے دن) ۶۳ سال کی عمر

میں مغرب اور عشا کے درمیان حضرت ابو بکر نے انتقال کیا۔

حضرت ابوبکر کی اولاد

حضرت ابوبکر کے تین صاحبزادے تھے عبد اللہ  
بن ابی بکر بن کی ماں قتیبہ بنت عبد الرحمن

بن ابی بکر جبکی ماں ام رومان تھیں اور محمد بن ابی بکر جن کی ماں اسماء بنت  
عمیس تھیں۔ ان کے علاوہ بین بیٹیاں تھیں۔ ام المومنین بی بی عائشہ، جو  
رسول اللہ کے عقد میں آئیں۔ وہ ام رومان کے لڑکے تھیں۔ اسماء بنت حذرت  
ذیبر کی زوجہ تھیں قتیبہ کے شکم سے تھیں اور ام کلثوم حبیبہ بنت خاریجہ سے پیدا ہوئیں

۱۰ تاریخ خمیس علیہ السلام ۳۶۹ ۱۱ تاریخ ابوالفدا ۵۳۳ ۱۲ تاریخ خمیس

حضرت ابوبکر کے عمال | حضرت ابوبکر کی طرف سے مندرجہ ذیل حضرات گورنر تھے :-

مکہ کے گورنر - عتاب بن اسید

طائف کے گورنر - عثمان بن العاص

یمامہ کے گورنر - ایک مرد انصاری

عمان کے گورنر - خذیفہ بن محض

بحرین کے گورنر - غلام بن انخضری

شام کے گورنر - خالد بن ولید

بصرہ کے گورنر - سوید بن قطیبہ

صنعا کے گورنر - ہماجر بن ابی امیہ

خولان کے گورنر - یعلیٰ بن امیہ

جند کے گورنر - معاذ بن جبل

حضر موت کے گورنر - زیاد بن لبید

زبید کے گورنر - ابو موسیٰ اشعری

بصرہ کے گورنر - عبداللہ بن ثور

نجران کے گورنر - جریید بن عبداللہ بجلی

# سوالات

۱۔ حضرت ابوبکر کی آخری علالت کے حالات بیان کرو۔

۲۔ حضرت ابوبکر کی آخری وصیت کیا تھی اور وہ کس طرح مرتب کر کے لوگوں کے پاس بھیجی گئی اور لوگوں نے بغیر پڑھے اس وصیت سے کیا سمجھا؟

۳۔ حضرت عمر کو خلیفہ بنانے کا لوگوں پر کیا اثر پڑا؟

۴۔ اس واقعہ پر حضرت طلحہ کے تاثرات بیان کیجئے۔

۵۔ مہاجرین اور انصار کا جو وفد حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے کیا قریاد کی؟

۶۔ تقرر حضرت عمر پر طلحہ و زبیر نے کیا خیال ظاہر کیا اور حضرت ابوبکر نے اس کا کیا جواب دیا؟

۷۔ حضرت ابوبکر کی وفات بیان کر کے ان کے ازواج و اولاد کے متعلق لکھو۔

۸۔ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں کس صوبہ کا کون گورنر تھا؟



# پندرہواں باب

## حضرت ابوبکر کی سلطنت کو جمہوری سلطنت

نہیں کہہ سکتے۔

**انتخاب**۔ حضرت ابوبکر کے انتخاب کی پوری داستان تاریخ کی معتبر اور مستند کتابوں میں موجود ہے۔ ابواس پر ایک ہلکی سی نظر ڈالنے والا بھی اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر کے جس انتخاب کا شور مچا کیا جاتا ہے وہ دراصل سرے سے کوئی انتخاب ہی نہ تھا۔

ہم اس چیز پر کوئی بحث کرنا نہیں چاہتے کہ حضرت سرور کائناتؐ کے انتقال کے وقت سارا عرب مسلمان ہو چکا تھا۔ اور یہودی دستور کے مطابق ہرے ملک کی رائے عامہ خلیفہ کے انتخاب میں لی جانی چاہیے تھی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اگر یہ ممکن نہیں تھا تو کم از کم تمام قبائل شیوخ کے ووٹ لے لیے جاتے۔ یہ بھی نہ سہی تو تمام ہاجرین و انصار کو ایک جگہ جمع کر کے ان میں الیکشن کرایا جاتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے جمہوریت کا کوئی اصول نہیں برتا گیا۔ بلکہ انصار کے صرف دو قبائل بنی اوس اور بنی خزیمہ کے

لوگ حضرت عمر کی پابندی کے تہجد بدست دیکھ کر (چپ چاپ مدینہ سے  
 میل دور سقیفہ نبی ساعدہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے یہ چاہا کہ آپ  
 قصیدہ کر کے سلطنت اسلامی پر انصار کا قبضہ کرادیا جائے۔ اس حد تک  
 واقعہ پر تحقیق بین نگاہیں ڈالی جائیں اور حد درجے عقیدت سے کام  
 جائے تو اطمینان سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ جمہوریت نہیں تھی بلکہ ایک  
 مٹی جو انصار کی جانب سے حصول حکومت کے لیے ہو رہی تھی۔  
 (Democracy) نہیں تھی بلکہ کھلی (Conspiracy)  
 کی جا رہی تھی۔ اتفاقاً اس کی خبر حضرت عمر کو لگ گئی اور آپ نے اس  
 کو ناکام بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ آپ حضرت ابوبکر کو ہمراہ لے کر تمام  
 مدینہ سے نکل کر سقیفہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں ابوجہیزہ بن الجراح  
 چنانچہ ان کو بھی ہمراہ لے لیا گیا۔ اور تینوں حضرات سقیفہ پہنچ گئے۔ اگر  
 عمر اور حضرت ابوبکر جن کو آج بڑے شد و مد سے علمبردار جمہوریت قرار  
 ہے۔ واقعی جمہوریت پسند ہوتے تو یہ دونوں حضرات لازماً انصار کو مشورہ  
 کہ مدینہ چلو۔ وہاں تمام مہاجرین و انصار جمع ہوں گے اور ہم سب مل کر  
 انتخاب کر لیں گے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اور اس طرح جمہوریت  
 کے اصول کو پس پشت ڈال دیا گیا۔

یہی نہیں۔ بلکہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق نے اس  
 تقریریں فرمائیں۔ جمہوریت کے تمام اصولوں کے منافی تھیں۔ ان حضرات  
 اسلام کے لیے انصار کی خدمات کا اعتراف فرماتے ہوئے یہ اعلا

”آپ جس سلطنت پر قبضہ کرنے کی فکر کر رہے ہیں، وہ رسول اللہ  
نے بنائی تھی اور وہی اس کے مالک تھے۔ ان کے انتقال کے  
بعد یہ سلطنت ان کے ورثا کو ملنا چاہیئے۔“

چونکہ بنی اوس اور بنی خزرج میں چشمک تھی اور حضرت سعد بن عبادہ بنی خزرج  
سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے بنی اوس ان کو خلیفہ بنانے کے خلاف تھے  
حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی اس دلیل وراثت نے بنی اوس کے ہاتھوں  
میں ایک حربہ دے دیا تھا۔

حضرت بشیر بن سعد انصاری بھی حسد کی بنا پر اٹھ کھڑے ہوئے اور  
انہوں نے وراثت کے مسئلہ کو پوری قوت سے اچھال دیا۔ بات معقول تھی  
لوگوں کی سمجھ میں آگئی چنانچہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم کا ”وارث“ مان کر آپ کی بیعت کر لی گئی۔

پورا واقعہ تاریخ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ تاریخ طبری کا تو اردو  
میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے جس کا جی چاہے اس میں اس واقعہ کو پڑھ سکتا ہے  
اس واقعہ کا اگر مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر  
کا جمہوری انتخاب نہیں ہوا بلکہ آپ صرف اس لیے خلیفہ مان لیے گئے  
کہ آپ رسول اللہ کے عزیز قریب ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ کے  
”وارث“ تسلیم کر لیے گئے۔

خلافت کا فیصلہ اس جمہوری انتخاب سے نہیں ہوا جس کی ذاتی شرط  
اہلیت ہونا کرتی ہے۔ بلکہ وراثت کی بنیادوں پر ہوا جو سرے سے اصول

جمہوریت کے منافی ہے۔

یہاں یہ مسئلہ کہ بعد میں سارے عربوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت  
تو یہ کسی جمہوری انتخاب کے نتائج کے سامنے سر جھکا دینے کا نتیجہ تھا  
بلکہ یہ اس قبائلی نظم و ضبط کا نتیجہ تھا۔ جس کے عرب شدت سے  
تھے۔ حضرت ابوبکر قریش کے ممتاز سرداروں میں شمار کیے جاتے  
آپ کا بن شریف بھی کافی تھا، شیوخ قبائل سے آپ کے گھر  
نئے اودان سب کے مجموعی نتیجہ میں آپ کی بیعت ہو جانا کسی ط  
محل تعجب نہیں۔ اس بیعت عمومی کا تعلق جمہوریت سے نہیں تھا  
نظم و ضبط سے تھا اور اس قبائلی عادت کو کسی حالت میں جمہوریت نہیں کہا جاسکتا

**حضرت ابوبکر جمہوری حکمران سے زیادہ آمر تھے** | حضرت ابوبکر  
دور حکومت

تمام واقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ آپ جمہوری حکمران نہیں تھے۔ بلکہ  
کو زیادہ سے زیادہ ایک آمر سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔

**شکر اسامہ** | خلیفہ مقرر ہونے کے بعد آپ نے پہلا کام یہ کیا کہ شکر  
اسامہ کو تمام اہالیان مدینہ کی رائے کے برخلاف شام کی

مدانہ کر دیا۔ اس معاملہ میں حضرت عمر کے سے مشیر باتذیر کی بات  
نہیں مانی۔ جمہوریت پر یہ پہلی ضرب تھی جو آپ نے عاید فرمائی

**انزادی زلزلہ** | آپ کے عہد خلافت کا آغاز ہوتے ہی عرب میں  
کی دبا عام ہو گئی۔ جمہوریت میں انزادی عقائد عوام



حقوق میں شہانہ کی جاتی ہے۔ اگر حضرت ابو بکر ایک جمہوری حکمران ہوتے۔ ان لوگوں سے جنہوں نے اسلام ترک کر دیا تھا کوئی تعرض نہ فرماتے۔ بلکہ یہ وہ ضمیر کی آزادی عطا کرتے ہوتے امن و سکون کی زندگی بسر کرنے یکن آپ نے جمہوریت کے ایک بنیادی اصول کو توڑتے ہوئے مرتدین کا اعلان جنگ کر دیا۔ اور خالد بن ولید کی شکل میں ان کے قتل کی پاموت کی انتہائی غیر جمہوری شرط پیش کر دی۔ طلحہ بن خولید بجا بجا نواب اور مرتدین کے دوسرے لیڈر تلوار کے سپرد کر دیے گئے۔ بستیوں لگا دی گئی۔ لوگ زندہ جلادے گئے۔ مرتدین کو کنوئیں میں گرا کر اور سے لیا گیا اور ان پر ایسی سختی کی گئی کہ آخر سب کو لوبہ کر کے دوبارہ قبول کرتے ہی بنی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جمہوریت کے کس قاعدہ سے یہ جاسکتی ہے اور اگر حضرت ابو بکر کو جمہوری حکمران مان لیا جائے تو سختیوں اور مزاؤں کا کوئی جواز تلاش کیا جاسکتا ہے۔

اسی زمانے میں مسلمانوں کے ایک طبقہ نے جو اس "انتخاب بن زکوٰۃ" میں شریک نہیں تھا حضرت ابو بکر کو زکوٰۃ دینے کا کر دیا۔ حضرت ابو بکر جمہوریت پسند حکمران ہوتے تو اس طبقہ سے بھی نہ کرتے اس لیے کہ جمہوریت کے مسلمات میں یہ پیر شامل ہے کہ:-  
 "No Taxation without Representation"

یعنی اگر انتخاب حکومت میں حصہ نہ دیا جائے تو رعایا بھی ٹیکس دینے پر نہیں ہے۔ مالک بن نویرہ کے ساتھیوں سے انتخاب خلافت

میں کوئی مشورہ نہیں لیا گیا تھا۔ اس لیے جمہوری اصولوں کے مطابق وہ ٹکس کرنے سے انکار کر سکتے تھے، لیکن حضرت ابو بکر چونکہ جمہوریت اور اس قاعدوں کے قائل نہیں تھے۔ اس لیے مالعین زکوٰۃ پر لشکر کشی کا حکم دے اور اس لشکر کشی کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ مالک کا پورا قبیلہ تلوار کی بھینٹ چڑھ گیا۔ بلکہ کچھ ایسے ناگفتہ بہ واقعات بھی وجود میں آئے جن کی بنیاد پر حضرت تک خالد بن ولید سے ناراض ہو گئے۔ میں ان واقعات کی تفصیل میں نہیں چاہتا۔ اس لیے کہ ان واقعات کا تذکرہ مسلمانوں کی تاریخ پر ایک بدناما دلغہ لیکن یہ بات پورے وثوق سے عرض کر سکتا ہوں کہ جمہوریت کے کسی اصول سے ان واقعات کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

**شہنشاہیت یا امپریزم** | شیبانی اور اس کے ساتھیوں نے چھاپے حضرت ابو بکر کے عہد میں عراق پر ثنی بن حارث شروع کیا۔ جب ایرانیوں نے اپنے املاک کے تحفظ کے لیے مقاومت چاہی تو حضرت ابو بکر نے ایرانیوں کی آزادی کا احترام نہ کرتے ہوئے ان خلافت جنگ کا اعلان کر دیا، جمہوری اعتبار سے ایک غیر ملک کی آزادی یہ کھلا ہوا حملہ بالکل غلط تھا۔ لیکن اس کے بعد جب ہم ان خطوط پر نظر ڈالیں ہیں جو حضرت ابو بکر نے مختلف قبائل عرب کو اس جنگ میں حصہ لینے لیے روانہ فرمائے تھے تو جمہوریت کی ساری نمائش کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ آپ نے ان خطوط میں تمام قبائل کو عراق کی جنگ میں شامل ہونے کی ترغیب یہ کہہ کر دی ہے کہ اگر تم جنگ میں مارے گئے تو جنت پاؤ گے۔ اور

بہار ہے تو عراق میں بے ایمانہ دولت ہے، زمینیں بہت زرخیز ہیں فصل  
 کھڑی ہوتی ہے اور یہ سب چیزیں تمہارے ہاتھ آجائیں گی۔ ایک دوسرے  
 کی دولت پر لالچ بھری نگاہیں ڈالنا اور اس ملک کے باشندوں کو محض اس  
 فلام بنالینا کہ ان کی دولت سے فائدہ اٹھایا جائے شہنشاہیت یا امپریزم  
 سکتا ہے۔ لیکن جمہوریت نہیں کہا جاسکتا۔ ایران، شام اور مصر کی فتح میں  
 یہی صورت رونما رہی اور یہ اعتراض غلط نہیں ہے کہ اسلام کے نام پر عرب  
 ملزم کو پھیلا دیا گیا۔

**جمہوریت پسندی کا تقاضا** | اب سوال یہ ہے کہ کیا بڑے سے بڑا جمہوریت  
 پسند مسلمان جو آزادی اقوام اور آزادی عقائد  
 اہل ہوا اور معاشی استحصال کو برا جانتا ہو، اس کی حیات کر سکتا ہے کہ غریق و ایلان  
 م و مصر کی فتوحات پر اعتراض کرے یا اس امپریزم کی مذمت کرے! صحیح  
 اوریت پسندی کا تقاضا تو یہی ہے کہ جمہوریت کے شدید ان اسلامی  
 رعایت کی جن کے نتیجہ میں مختلف قوموں کی سیاسی، معاشی بلکہ مذہبی آزادی کا  
 تم ہو گیا مذمت کریں۔ لیکن ہیں یقین ہے کہ پرستان جمہوریت ہرگز ایسا نہیں  
 پس گئے بلکہ ان شخصیتوں کو کہ جنہوں نے ان کے پسندیدہ اصول جمہوریت کی کبھی  
 دلی پرواہ نہیں کی ہمیشہ رضوان اللہ علیہم کے لقب سے یاد کرتے ہیں گئے۔  
**حیرت انگیز روش** | ان مسلمان داعیان جمہوریت کی روش بھی واقعی خوب  
 ہے۔ ایک طرف تو وہ خلافت راشدہ کو مذمت جمہوریت  
 ارادہ دینے پر مصر ہیں اور دوسری طرف اس عرب امپریزم اور فتوحات ملکی پر بھی تازہ



کرتے ہیں جسے جمہوریت کا کوئی اصول جائز نہیں قرار دے سکتا۔

**حضرت ابوبکر اور جمہوری اصول** اگر حضرت ابوبکر کے برہنہ وراثت کا خلیفہ مقرر کر دیتے بناتے کو جمہوری انتخاب

مان بھی لیا جائے اور اس اعتبار سے آپ کی حکومت کو جمہوری حکومت ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا کر دیا جائے تب بھی حضرت عمر کی حکومت کو جمہوری قرار

دینا حد درجہ مشکل ہوگا۔ حضرت عمر کا الیکشن نہیں ہوا۔ آپ کی نامزدگی کے

سلسلہ میں عوام تو کیا نواص سے بھی مشورہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ آپ صرف اس

بنیاد پر خلیفہ ہو گئے کہ حضرت ابوبکر نے آپ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ جمہوری

اصول سے یہ نامزدگی بالکل غلط ہے۔ اگر حضرت ابوبکر کو جمہوری اصولوں کا پاس

ہوتا تو آپ قوم کو اپنا حکمران چننے کا آزادانہ موقع عنایت فرما دیتے لیکن چونکہ

آپ موجودہ دور کے جمہوریت پسندوں یا ان کے فرعونات سے کوئی

واسطہ نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے آپ نے تمام جمہوری اصولوں

کو پس پشت ڈالتے ہوئے حضرت عمر کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔

کیا جو علمائے اسلام

**کیا جمہوریت پسند حضرات حضرت عمر کی جمہوریت کے**

**خلافت سے انکار کی جرات کر سکتے ہیں؟** بہت بڑے داعی و

نقیب بننے نظر آتے ہیں وہ یہ نہمت کر سکتے ہیں کہ حضرت

ابوبکر کے اس غیر جمہوری اقدام پر اعتراض کریں۔ یا ایک ایسے خلیفہ

کی خلافت ماننے سے انکار کر دیں جس کا باقاعدہ انتخاب نہیں ہوا۔



تھا۔ بلکہ جسے خلافت محض نامزدگی کی بنیاد پر حاصل ہوئی تھی۔  
ہمیں یقین ہے کہ اس سوال کا جواب محض نفی میں ہوگا۔

حضرت ابوبکر کو جمہوریت کی | حضرت ابوبکر ایک ہوش مند  
سیاست دان کی حیثیت سے  
خامیوں کا عرفان تھا | انتخاب کے نقصانات اور

جمہوریت کی خامیاں خوب جانتے تھے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ  
آپ نے اپنی حکومت کے محض اڑھائی سال کے بعد جمہوری  
انتخاب کی اجازت نہیں دی اور خود اپنی مرضی سے خلیفہ مقرر کر گئے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب | یہاں ایک اعتراض ضرور کیا  
جاسکتا ہے کہ خلفاء صحابہ کرام

سے مشورہ کرتے تھے۔ لیکن محض حکمران وقت کا کسی سے مشورہ کرنا کسی حکومت  
کو جمہوری قرار نہیں دے سکتا۔ سلاطین اور شہنشاہ بھی اپنے وزراء اور درباریوں  
سے مشورہ کرتے ہیں۔ آمرین (ڈکٹیٹرز) بھی اپنے افسروں اور دوستوں سے  
مشورہ کرتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ مشورہ ان کی حکومت کو جمہوری ہونے کی سند  
نہیں دلا دیتا۔ ہر عقلمند حکمران اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرتا ہے۔ اس لیے  
اگر خلفائے راشدین بھی اپنے ساتھیوں، دوستوں اور بی خواہوں سے مشورہ کرتے  
نظر آتے ہیں تو محض اس مشورہ کی بنیاد پر ان کو جمہوری حکمران ہونے کا یا ان کی  
حکومت کو جمہوری حکومت ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں دیا جاسکتا۔

(ماخذ جمہوریت و اسلام)

# سوالات

۱۔ کیا ہم حضرت ابوبکر کے انتخاب کو انتخاب کہہ سکتے ہیں؟  
اگر نہیں تو کیوں؟

۲۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے کیا  
تقریریں فرمائیں؟ کیا وہ اصول جمہوریت کے منافی تو  
نہیں تھیں؟

۳۔ ثابت کرو کہ حضرت ابوبکر کی خلافت کا فیصلہ اس  
جمہوری انتخاب سے نہیں ہوا۔ جس کی ذاتی شرط اہلیت  
ہے۔ بلکہ وراثت کی بنیادوں پر ہوا جو سراسر جمہوریت  
کے منافی ہے۔

۴۔ حضرت ابوبکر ایک جمہوری حکمران نہیں تھے۔ زیادہ سے  
زیادہ ایک آمر تھے، اسے لشکر اسلام کے واقعہ سے  
ثابت کرو۔

۵۔ حضرت ابوبکر نے فتنہ ارتداد کو جس طرح فرو کیا اس  
سے ثابت کرو کہ وہ جمہوری حکمران نہیں تھے۔ بلکہ ایک  
آمر تھے۔

۶۔ مسکین زکوٰۃ سے حضرت ابوبکر نے کیا سلوک کیا

کیا یہ سلوک جمہوریت کے منافی نہیں تھا؟  
 ۷۔ کیا حضرت ابوبکر کی خارجہ حکمت علی انہیں ایک  
 شہنشاہ ثابت کر رہی ہے یا جمہوری حکمران؟  
 ۸۔ کیا جمہوریت پسند احباب صدر اول کی فتوحات  
 کی مذمت کریں گے؟ جو جمہوریت کا تقاضا ہے  
 یا انہیں پسند فرمائیں گے اور فاتحین کی بارگاہ میں  
 خراج عقیدت پیش کریں گے جو جمہوریت کے  
 منافی ہے۔

۹۔ اس معاملہ میں مسلمانوں کی ہجرت انگریزوں کی کیا ہے؟  
 ۱۰۔ اگر حضرت ابوبکر کی حکومت کو جمہوری مان بھی لیا  
 جائے تو کیا حضرت عمر کی حکومت کو جمہوری کہہ  
 سکتے ہیں؟ جب کہ حضرت ابوبکر نے جمہوری اصولیں  
 کو پس پشت ڈال کر حضرت عمر کو خلیفہ نامزد کیا۔  
 ۱۱۔ کیا جمہوریت پسند احباب حضرت عمر کی حکومت  
 سے انکار کی جرأت کر سکتے ہیں؟

۱۲۔ ثابت کیجئے کہ حضرت ابوبکر کو جمہوریت کی خامیوں کا  
 عرفان تھا۔

۱۳۔ کیا صحابہ سے مشورہ جمہوریت کی دلیل ہو سکتا  
 ہے؟





سلسلہ حفاظت و صیانت مذہبِ شیعہ  
شیعہ طلباء، شیعہ طالبات اور شیعہ افراد کے لیے

مسلمانوں کی تاریخ، دورِ خلفائے ثلاثہ

(۲)

خلیفہ امین حضرت عمر

جمادی الثانی ۱۳۱۳ تا ذی الحجہ ۲۳

مطابق

اکتوبر ۱۹۹۴ء تا نومبر ۱۹۹۴ء

دس برس دو مہینے

# سوطوال باب

جہاد، بروئے قرآن و سنت

اور

ملکی فتوحات اور ان کے وجوہ و نتائج

لفظ اسلام سے ظاہر ہے کہ اسلام

سلامتی اور امن کا مذہب ہے اسی

اسلام امن و صلح کا مذہب ہے

لیے سرکار رسالت کی حدیث میں مسلم کی تعریف یہ ہے کہ مسلم وہ ہے جس کے

ہاتھ اور زبان سے با امن شہری سلامت اور محفوظ رہیں۔ اسلامیات میں ایک

اصطلاح ایمان ہے، یعنی امن کے اصول اور صاحب ایمان کو مومن کہتے ہیں

جس کے معنی امن سے رہنے والا (Peaceful) ہیں۔ اسلام کا آخری

نبی جو پیغام امن لے کر آیا رسول امین کہلاتا ہے اور جس سرزمین پر یہ پیغام امن

نازل ہوا اسے بلد الامن یعنی پُر امن شہر کہتے ہیں۔ جس کی شان یہ ہے کہ

بھی اس پُر امن شہر میں داخل ہوا امن میں آگیا۔ پیر امن کے پاس پیغام

امن لانے والے فرشتے کو روح الامین (spirit of peace)

کہتے ہیں۔ جس محترمہ بی بی کے شکم اطہر سے پمیر امن کی ولادت ہوئی۔ اس  
 کا اسم گرامی آمنہ ہے۔ یعنی امن وامان والی بی بی۔ پمیر امن کے والد کا  
 نام عبداللہ ہے۔ قرآن کی اصطلاح میں عبداللہ اسے کہتے ہیں۔ جس پر  
 شیطان مسلط نہ ہو سکے۔ جیسا کہ آیہ مبارکہ ان عبادی لیس لک علیہم  
 سلطان (اے شیطان) تحقیق میرے بندوں پر تجھے غلبہ نہیں، شیطانی تسلط  
 ہی فتنہ و فساد کا سبب ہے۔ جس مرتبی کی گود میں پمیر امن نے پرورش پائی،  
 اس کا نام عمران (ابوطالب) ہے۔ اور عمرانیت امن پر منحصر ہے۔ جس  
 دایہ نے پمیر امن کو گودی میں کھلایا وہ ام امین ہے اور اس پمیر امن کے  
 جانشین کا لقب امیر المومنین ہے۔ یعنی پڑا من انسانوں کا سردار، ان کو ضعیف  
 کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام دنیا میں سلامتی اور امن کی فضا پیدا کرنے کے لیے  
 آیا ہے۔ اس میں جنگ و جدل کی اجازت ہے جہاد کہتے ہیں یا تو دفاع و  
 حفاظت کے لیے ہے یا بطور قصاص کے ہے۔ تیسری کوئی صورت نہیں  
 اسلام مدافعتی جنگ (Defensive war) کا حامی ہے اور جہاد  
 اقدام (Offensive war) کا مخالف ہے۔

اسلام جبر و تشدد سے اشاعت مذہب کا حامی نہیں | اسلام میں جبر و تشدد

سے تبلیغ مذہب کرنا بالکل منع ہے۔ ہمارے اس دعویٰ کے اثبات کے لیے قرآن کی یہ آیت کافی ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قَدْ قَبِلَ التَّائِبِينَ مِنَ الْغَيِّ رَابِعًا ۚ مَوْجِبًا لِقَوْلِهِ ۚ

”یعنی دین کے معاملہ میں خبر و اکراہ نہیں۔ ہدایت گمراہی سے نمایاں طور پر ظاہر ہو گئی ہے۔“

ان کفار مکہ سے جو جہاد کا حکم قصاص لینے کے لیے ہے، وہ اس آیت میں ہے:

وَأَقْتُلُوا أُولَئِكَ حَيْثُ تَقِفُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوا كُمُ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ آیت رکوع ۲۷)

”یعنی قتل کرو تم ان کو جہاں پاؤ اور ان کو ان کے گھروں سے نکال دو جن طرح انہوں نے تم کو گھروں سے نکالا اور فتنہ قتل سے زیادہ برا ہے۔“

ان دونوں آیتوں میں تضاد نہیں اور نہ ہی دوسری آیت پہلی آیت کی ناسخ ہے۔ جیسا کہ مسلمان مفسرین نے اپنی ناکجھی کی وجہ سے بلکہ دیا ہے

ان آیتوں میں ناسخ و منسوخ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دونوں آیتیں بذاتِ خود اپنے اپنے مقام پر قائم ہیں۔ اور درست ہیں۔

پہلی آیت میں اسلام کا یہ اصول بیان ہوا ہے کہ اسلام جبر و تشدد سے مذہب کی نشر و اشاعت کا حامی نہیں۔ اس کے زیر سایہ تمام مذاہب کو آزادی خیال حاصل ہے۔ وہ تلوار سے مذہب پھیلانا نہیں چاہتا، بلکہ

امن و سکون میں دلائل عقلیہ و براہین قاطعہ سے تبلیغ مذہب کا حامی ہے۔ جب وہ عقلی طور پر اس ہدایت کو جو گمراہی سے نمایاں طور پر ظاہر ہو چکی ہے

ثابت کر سکتا ہے تو پھر اسے جبر و اکراہ اور تشدد کی کیا ضرورت ہے۔

ہے۔



دوسری آیت صافات بتلا ہی ہے کہ وہ جو مقتلہ کی اجازت دے رہا ہے وہ بدلہ کے طور پر ہے۔ اور کفار ان قریش کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے سرکارِ رسالت اور مسلمانوں کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ حکم ہوتا ہے کہ جس طرح انہوں نے تمہیں نکالا تھا اب تم بھی ان کو نکال دو۔ اس میں اگر عبدال و قتال کی نسبت آجائے تو کچھ ہرج نہیں۔ کیونکہ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو یہ فتنہ پیدا کریں گے اور فتنہ و فساد کے قائم رہنے سے بہتر ہے کہ ان فتنہ پردازوں کو قتل کر دیا جائے اور فتنہ کی اس طرح بے تحاشی کر دی جائے۔ دراصل ان سے تو پہلے سے ہی جنگی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ اس حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے حبیبانی مورخین کہتے ہیں کہ غزوہ بدر کا سبب یہ تھا کہ ابوسفیان کے تجارتی قافلہ پر جو شام سے آ رہا تھا حملہ کر دیا گیا۔ حالانکہ بلاوجہ حملہ نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ ایک طرف سے قریش مکہ، مدینہ پر حملہ کرنے والے تھے، دوسری طرف ابوسفیان تیس سو ارسل کے ساتھ ہزار آدمیوں کے قافلہ کو لیے شام سے اسباب تجارت لا رہا تھا۔ جس میں سامان جنگ بھی تھا اور اس قافلہ کے تجارتی منافع سے مسلمانوں کے تباہ کرنے کی سکیم بھی بن چکی تھی۔ اس طرح مسلمانوں کے دو طرف سے گھیر جانے کا اندیشہ تھا۔ نیز ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ ان سے حالت جنگ پہلے سے قائم ہو چکی تھی۔

ان دونوں آیتوں کی تفسیر بالرائے سے اور انہیں ناسخ منسوخ قرار دینے سے اسلام کے مخالفت یورپین مورخین اعتراض کرتے اور کہتے ہیں کہ جب تک دھرم و عسکری طور پر کمزور تھے اور قریش ان پر غالب تھے کہ دین میں

نبرد دستی نہیں اور جب کفار قریش کمزور ہو گئے تو کہہ دیا کہ ان کو تم مار دو جہاں  
ان کو پاؤں بہر کیفیت اسلام میں تبت کی اجازت یا توقعات کی صورت  
ہے یا دفاع کی صورت میں سہتے یہاں سے نہ جھکنا

اس سلسلہ میں خالق عالم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ  
وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ  
(الانفال آیت ۳۹ پ ۱۴ رکوع ۱۴)

ان سے لڑو جہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب کا  
خالص اور اللہ کے لیے ہو جائے۔  
اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ جدال و قتال برفع فتنہ و فساد  
کے لیے ہے جب دین فتنہ و فساد سے آزاد ہو جائے اور مسلمانوں کو  
اپنی عبادات بجالانے میں روکا وٹ نہ رہے تو پھر جدال و قتال کا  
نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر نے کہا کہ یہ کیفیت رسول اللہ کے زمانہ  
میں تھی جب اسلام کمزور تھا، آدمی اپنے مذہب کی وجہ سے فتنہ میں  
ہو جاتا تھا، لوگ اس کو قتل کر دیتے تھے، اب جب اسلام ترقی کر  
تو کوئی فتنہ نہیں رہا۔

قرآن مجید کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک پڑھ جاؤ  
آپ کو کہیں بھی یہ حکم نہیں ملے گا کہ غیر ملک کے مشرکوں پر جو سب

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لفظی کلام

یہودیوں اور عیسائیوں پر اور کافروں پر حملہ کرو۔ اس لیے کہ انہوں نے مسلمانوں پر چڑھائی نہیں کی تھی۔ انہیں قتل نہیں کیا تھا، انہیں جلا وطن نہیں کیا تھا۔  
 اہل سورۃ النفال میں جو یہ ارشاد ہے کہ ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے وہاں بھی مراد کفار قریش ہی ہیں۔ جنہوں نے پہلے اذیتیں دی تھیں۔ مصیبتوں میں مبتلا کیا تھا کیونکہ اس آیت سے پہلے یہ آیت ہے :-

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ان يَنْتَهُوا يَغْفِرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ  
 وَأَنْ يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ.

(الانفال آیت ۳۸ پ ۹، رکوع ۱۹)

اے رسول! ان کافروں سے کہہ دے کہ اگر وہ اپنے افعال سے باز آجائیں تو جو گزر چکا ہے وہ معاف کر دیا جائے گا۔ اور اگر پھر انہیں ترکتوں کو دہرائے لگیں گے تو اگلے لوگوں کا جو طریق جاری ہو چکا ہے وہی ان کے ساتھ برتنا جائے گا۔ باز آجائے سے یہی مطلب ہے، اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت نہ کریں۔  
 اس آیت سے بھی دفاعی جنگ کا حکم نکلتا ہے۔ ہمارے اقدام کا اس آیت میں اشارہ تک نہیں ہے۔

مدافعانہ جنگ | قرآن حکیم نے سب معاملات میں تحمل و برداشت کی تعلیم دی ہے۔ گرا یہ حملے کے برداشت کرنے کی تعلیم نہیں دی جو دین اسلام کو مٹانے یا مسلمانوں کے حقوق یا ان کی

آزادی کو سلب کرنے کے لیے کیا جلتے۔ اس معاملہ میں تو اس نے سختی کے ساتھ حکم دیا کہ جو کوئی بھی تمہارے انسانی حقوق چھیننے کی کوشش کرے، تم پر ظلم و ستم ڈھائے، جائز ملکیتوں سے تم کو بے دخل کرے، تمہاری دولت طاقت کو مٹانے کی خفیہ یا علانیہ تدبیریں کرے اور اس وجہ سے تمہارے درپے آزار ہو کہ تم مسلمان ہو تو اس کے فتنہ سے ہرگز غفلت نہ کرو۔ اور ایسی سخت مزاد کہ وہ یا تو راہِ راست پر آجائے یا پیوندِ خاک ہو جائے۔ یہی "مدافعتہ جنگ" ہے یہی اسلامی جہاد ہے اور ہر مسلمان پر فرداً فرداً فرض ہے یہ

### عہدِ نبوی کا ہر غزوہ اور ہر سریہ مدافعتہ تھا | جو لڑائیاں سرکاری رسالت کے زمانے

میں لڑی گئیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ "غزوہ" اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں حضور نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ "سریہ" اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں حضور نے خود شمولیت نہیں فرمائی بلکہ کسی شخص کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا۔ غزوات کی تعداد ۲۶ اور سریوں کی تعداد ۳۳ ہے۔ ان میں سے ایک غزوہ کو بھی آپ جارحانہ اقدام نہیں کہہ سکتے۔ سراسر رسالت کے کفار، مشرکین اور یہودیوں سے لڑائیاں لڑیں، مگر اس وقت جب حضور کو معلوم ہوا کہ دشمن کو مادہ پیکار ہے جب تک مخالفوں نے ابتدائی کی آپ نے جنگ شروع نہیں کی۔ اور جب دشمن نے صلح کرنی چاہی

۱۰ اسلامی سیاست کا ابتدائی مطالعہ ص ۱۶ شائع کردہ پاکستان حسینی مشن راولپنڈی



آپ نے اس کی دعوت کو قبول کیا۔ اور فوراً صلح کر لی۔ آپ کے صلح پسندانہ رویہ کی بہترین مثال صلح حدیبیہ ہے۔ بعض مسلمان جو اس کی مصلحتوں سے آگاہ نہیں تھے وہ اس صلح کی شرائط پر حضور کی نبوت میں شک کرنے لگے تھے اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ مگر حضور نے ان شرائط پر اس لیے صلح کر لی تھی تاکہ آپ پر جارحانہ حملہ کا الزام نہ آجائے۔ موتہ کے حاکم نے جو جارحانہ اقدام کیا تھا حضور نے اتنی ہی اس کو مزاد سے دی تھی۔ اور مسلمانوں کو یہ سبق دیا تھا کہ اگر کوئی بلا وجہ تمہارے ملک پر حملہ کرے تو پھر تم بھی اس کے خلاف اعلان جنگ کر دینا۔ یہ مدافعتی جنگ ہوگی۔

اسلامی جہاد ملک گیری، معاشی استحصال، طمع، جوع الارض، مال و زر و تشدد سے اشاعتِ مذہب کیلئے نہیں ممنوع ہے

اسلامی جہاد کی فرض ملک گیری، طمع مال و زر اور تشدد سے مذہب پھیلانا نہیں۔ علامہ شبلی نے اسلامی جہاد کی توضیح ان الفاظ میں کی ہے:-  
اسلام کا اصلی مقصد تبلیغِ دعوت ہے۔ اب اگر کوئی قوم اس دعوت کی سیر راہ نہ ہو تو اسلام کو نہ تو اس سے جنگ ہے اور نہ اس کے رعایا بنانے کی ضرورت ہے۔ صرف معاہدہ صلح کافی ہے۔ جس کی بہت سی مثالیں اسلام میں موجود ہیں لیکن جب کوئی قوم خود اسلام کی مخالفت پر مکرستہ ہو، اور

اسکوٹا دینا چاہیے تو اسلام کو ممانعت کے لیے ہاتھ میں تلوار لیٹی  
پڑتی ہے اور اس کو اپنے زیر اثر رکھنا پڑتا ہے۔

خلفائے ثلاثہ کی لڑائیاں اس | جب ہم خلفائے ثلاثہ کے  
دہانے کی لڑائیاں کو اسلامی جہاد  
معیار پر پوری نہیں اترتیں | کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تو وہ پوری

نہیں اترتیں۔ اس لیے ہم ان فتوحات کی تاریخ کو اسلامی تاریخ نہیں  
کہیں گے بلکہ مسلمانوں کی تاریخ کہیں گے۔ ان جنگوں کے نتائج کا اسلام  
ذمہ دار نہیں بلکہ مسلمان ذمہ دار ہیں۔

جہاد کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ | چونکہ جہاد کے متعلق بہت  
غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے

حکومت مدبر اول کی لڑائیوں کی وجہ سے یہ لفظ بہت بدنام ہو چکا  
ہے لہذا اس پر تفصیلی بحث بہت ضروری ہے۔ امور مندرجہ ذیل  
قابل غور ہیں:-

۱۔ وہ جہاد جس کی تحریک قرآن شریف میں ہے اور جس کی تفصیل و  
تشریح جناب علی مرتضیٰ نے نہج البلاغہ میں کی ہے، ایک ضروری  
ہے اور اس کے اصول کیا ہیں؟

۲۔ جناب رسول خدا کے جہاد قرآنی اصول کے مطابق تھے اور اسی  
طرح حضرت علیؑ کے جہاد تھے۔

- ۱۔ خلافت صدر اول کی لڑائیاں سیاسی وجود کی بنا پر حصول غنیمت و مملکت کے لیے تھیں، مذہب کے لیے نہ تھیں۔
- ۲۔ ان لڑائیوں کی وجہ سے تبلیغ اسلام میں بہت رکاوٹ ہوئی۔
- ۳۔ فتوحات اور توسیع مملکت جو خلافت صدر اول کے وقت میں ہوئی اسلام اور مسلمانوں کے لیے بہت ضرر رساں تھیں۔
- مقتاتے تلاش کے زمانے کی جنگوں کے اغراض <sup>۱۔ قیام و</sup> <sup>۲۔ استحکام سلطنت</sup>

- جسے ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔
- ۱۔ معاشی استحصال اور طمع مال و زر۔ چنانچہ یہ بات ان خطوط سے ظاہر ہے جو حضرت ابو بکر نے عراق کی جنگ میں شمولیت کی ترغیب کے لیے قبائل عرب کو لکھے ہیں۔ جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔
- ۲۔ ارباب اقتدار کی غرض ان جنگوں سے ہر دلعزیزی حاصل کرنا تھا۔
- ۳۔ ملک کی اندرونی مشکلات سے مایوس ہو کر قوم کو بیرونی جہات میں لگا کر شہرت حاصل کرنا۔

فتوحات کے ضرر رساں پہلوؤں پر دعوت فکر <sup>۱۔ مسلمانوں کی</sup> <sup>۲۔ صدر اول کی</sup>

فتوحات کے دلفریب پہلوؤں کو تو آپ تمام تاریخ نویس اور مورخ نگار

مسلمانوں کے مذہب پر مختلف غیر اسلامی ثقافتوں کے اثرات از سلطان لقمہ آفام سلطان مرزا دہلوی ص ۵۹ و ص ۶۰ شائع کردہ پاکستان جینی مشن راولپنڈی۔

حضرات سے سنتے ہی رہتے ہیں۔ مگر ہم آپ کو ضرور رساں سپوؤں پر توجہ فرمانے کی دعوت دیتے ہیں۔ سلطان اعظم آغا محمد سلطان مرزا تحریر فرماتے ہیں کہ:

فتوحات و توسیع مملکت سے جو خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں تان میں سے چند کا شمار ہم کرتے ہیں:-

۱۔ ساری قوم میں غرور و پندار پیدا ہو جاتا ہے۔

۲۔ اول تو یہ غرور پندار خود ہی قابل نفرت بنتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی

اور اس کے نشہ میں فاتح اقوام اپنی مفتوحہ اقوام پر ظلم و زبردستی کرنے

لگتی ہیں۔ جس سے رعایا میں اس کے خلاف نفرت کا جذبہ پھیل جاتا

ہوتا ہے۔ انگریزوں کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ روسیوں اور عربوں

کے حالات ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں۔

۳۔ حکمران سلطنت کو اپنی طاقت پر بیجا انحصار ہو جاتا ہے۔ اور وہ

اپنے اندرونی اور بیرونی معاملات میں اپنے تئیں بالکل محفوظ سمجھنے

لگتا ہے۔ یہ حالت افراد کے لیے تو بے خطرناک، بادشاہوں کے

لیے بہت ہی زیادہ ہولناک ہے۔ انسان کی زندگی کا گڑ تو یہ ہے کہ

وہ اپنے ماحول سے اس طرح چوکتا رہتا ہے جیسے وحشی تھاؤں جال کے

قریب دانہ کھاتے وقت چوکتا رہتا ہے۔ اور چاروں طرف خطرے

کے امکان کو دیکھتا رہتا ہے۔ اگر وہ دودلے لگا تا بغیر سراٹھائے

ہوئے کھا لے گا تو یا تو اپنے تئیں جال میں مقید پائے گا یا شکاری کتوں



کو اپنے اوپر سوار دیکھے گا۔

۴۔ وہ قوم جو دوسروں پر فوج کشی کرتی ہے ہمیشہ کے لیے ان اقوام کو اپنا دشمن بنا لیتی ہے۔ تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں اس عام ناراضگی سے مسلمانوں کو اب تک نقصان ہو رہا ہے۔ ان کے علاوہ یونانیوں، رومیوں، جرمنوں اور انگریزوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ دنیائے قدیم میں اشوری سلطنت کی مثال نہایت قابل عبرت ہے۔

۵۔ مسلمانوں کے مذہب سے جو لوگوں کو تنفر ہوا اس کا سبب سے بڑا سبب یہی تھا۔

۶۔ مسلسل فوج کشی سے ساری دنیا ان کی سپاہی بن جاتی ہے اور سپاہیانہ ذہنیت ہر فرد میں سرایت کر جاتی ہے۔ اس ذہنیت کی چند خصوصیات یہ ہیں :-

غزور بے جا، جہل مرکب یعنی جاہل ہونا۔ اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ عاقل سمجھنا۔ اور کسی کی بات نہ ماننا۔ انسانی جان کی بے قدری، ہر وقت خون بہانے پر آمادہ رہنا۔ لڑائی اور تنازعات کو پسند کرنا۔ مذہب کی طرف سے بے رخی، موت کے خیالات کی طرف سے لاپرواہی، قسادت قلب، فوج کشی کے ایام میں عیش و عشرت کے مشغلوں پر پابندی نہ ہونا اب فوج سے آنے کے بعد یہ لوگ عیش و عشرت کی طرف اس

طرح لپکتے ہیں جیسے بھوکا بھیڑیا اپنے شکار کی طرف جھپٹتا ہے۔  
۷۔ ان فتوحات کے بعد مفتوحہ ممالک سے اس قدر عیش و عشرت کے  
بیان سامان آجاتے ہیں کہ اوپر کے طبقہ کا ہر فرد ان میں منہایت ہونا کہے  
۸۔ عوام ان میں کو ان جنگمائے عظیم کے بعد قحط، گرائی اور بیزاری  
کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۹۔ اہر کے ہر قسم کے نظریات، معتقدات اور رسم و رواج رکھنے  
والے لوگ ملک میں آکر قوم میں مل جاتے ہیں۔ اس طرح قومی اور  
مذہبی اور تمدنی خصوصیات قوم سے چلی جاتی ہیں۔ مذہب پر  
خاص طور سے اس کا بڑا اثر پڑتا ہے۔

۱۰۔ وسعت سلطنت کی وجہ سے انتظام ملکی خراب ہو جاتا ہے  
۱۱۔ مرکز کی طرف سے معقول اور موثر دباؤ نہیں رہتا اور صوبوں کی  
بغاوت شروع ہو کر طوائف الملوکیت پر منتج ہوتی ہے اور گریب  
کی فتوحات دکن اس کی نمایاں مثال ہے۔ اور جب یہ انحطاط شروع  
ہوتا تو پچاس برس کے اندر صوبہ اوڈھ، صوبہ بنگال اور صوبہ دکن کی  
بغاوتیں شروع ہو گئیں۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں کو ہندوستان  
میں قدم جمانے کا موقع مل گیا۔

۱۱۔ جنگ کی مشغولیتیں حکمرانوں کو رعایا کی طرف سے لاپرواہ بنا  
دیتی ہیں۔ رعایا میں بدولی پھیل جاتی ہے۔ ہمیشہ جنگ ہوتے  
بیرونی اور ترقی اندرونی تناسب معکوس میں رہتی ہیں۔ یعنی

جب بیرونی جنگوں میں لوگ مصروف ہوجاتے ہیں تو اندرونی ترقی  
رک جاتی ہے،

۱۱۔ ایسے سخت اور ظالمانہ قانون جاری کرنے پڑتے ہیں کہ جس سے  
رعایا میں بددلی پیدا ہوجاتی ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں ہر ایک  
نے ہندوستان کے جلدی میں مرتب کیے ہوئے قانون و قوانین  
کا اثر دیکھا ہوگا۔ آخر کار انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنا ہی پڑا  
اس کے علاوہ۔

۱۲۔ فاسخ اقوام میں تنازعہ اقتدار شروع ہوجاتا ہے اور اس جنگ  
اقتدار میں ملکی نظم و نسق میں اضمحلال آجاتا ہے۔

۱۳۔ جنگ اقتدار میں اہم شخصیتوں کے خلاف حدود و عناد بڑھ  
جاتا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں کوئی فاتح جرنیل یا بانی سلطنت  
ایسا نہیں ملے گا جو معزول نہ ہوا ہو یا موت کے گھاٹ نہ اتارا  
گیا ہو۔ یا اس کی زندگی قید خانہ میں نہ گزری ہو۔

۱۴۔ بے مروتی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ متدین تاجدار باپ کو نظر بند  
کرتے نظر آئیں گے۔ اور بھائی بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتارتے  
دکھلائی دیں گے۔

ہم نے جن خرابیوں کا ذکر کیا وہ آپ کو مسلمانوں کی تاریخ میں قدم  
قدم پر نظر آئیں گی۔ مسلمانوں نے ممالک کو ضرور فتح کیا۔ مگر وہ مفتوح

لے مسلمانوں کے مذہب پر غیر اسلامی تقاضوں کے اثرات مثلاً ۱۱۸۷ تا ۱۱۸۹ شیعہ کرہ پکتان حسینی خاں دہلی

قوموں کی تہذیب و تمدن کے غلام ہو گئے۔

## سوالات

- ۱۔ ثابت کیجئے کہ اسلام صلح و امن کا مذہب ہے۔
- ۲۔ اسلام میں جہاد کی اجازت کن کن اغراض کے لیے ہے؟
- ۳۔ اسلام جبر و تشدد سے اشاعت مذہب کا حامی نہیں اسے قرآن مجید کی آیات سے ثابت کیجئے کیا جہاد کے متعلق قرآن مجید کی دونوں آیتوں میں تضاد ہے؟ اس کے خلاف استدلال کیجئے۔
- ۴۔ ثابت کیجئے کہ سید کی لڑائی جارحانہ اقدام نہیں تھا بلکہ مدافعتی جنگ تھی۔
- ۵۔ جہاد کے متعلق دونوں آیتوں کی تفسیر بالاسے اور انہیں ناسخ منسوخ قرار دینے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟
- ۶۔ ثابت کیجئے کہ جہاد دفع فتنہ و فساد کے لیے ہے۔
- ۷۔ ثابت کیجئے کہ عہد نبوی کا ہر غزوہ اور ہر سریہ مدافعتی تھا۔ اس پر صلح حدیبیہ اور جنگ موتہ سے روشنی ڈالیے۔
- ۸۔ ثابت کیجئے کہ اسلامی جہاد کی غرض ملک گیری



طبع زرد مال اور تشدد سے مذہب کی اشاعت نہیں ہے۔

۹۔ ثابت کیجئے کہ خلفائے ثلاثہ کے زمانے کی جنگیں اسلامی جہاد کے معیار پر پورا نہیں اترتیں۔

۱۰۔ خلفائے ثلاثہ کے زمانے کی جنگوں کے اغراض و مقاصد کیا تھے ؟

۱۱۔ مسلمانوں کی فتوحات کے اخلاقی مضر رساں پہلوؤں کو بیان کیجئے۔

۱۲۔ مسلمانوں کی فتوحات کے تمدنی اور سیاسی مضر رساں پہلوؤں کو واضح کیجئے۔

۱۳۔ سپاہیانہ ذہنیت کی خصوصیات کیا ہیں۔ اس کے مضر رساں پہلوؤں پر روشنی ڈالئے۔

۱۴۔ جنگ اقتدار کے بڑے نتائج کو بیان کیجئے۔





یہ شجرہ نسب علامہ شبلی کے لکھے ہوئے شجرہ نسب سے مختلف ہے  
 انہوں نے اپنے مدوح کا شجرہ نسب اس طرح لکھا ہے :-  
 حضرت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ  
 بن قریظ بن مذاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک  
 جس سے معلوم ہوا کہ لوی بن غالب بن فہر نہیں بلکہ لوی بن فہر تھا یعنی  
 فہر لوی کا دادا نہیں بلکہ باپ تھا۔

علامہ شبلی نے سیرت النبی میں سرکار رسالت کا شجرہ نسب اس طرح  
 لکھا ہے :-

(سرکار رسالت) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف  
 بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک  
 اس میں اسی لوی کو جیسے الفاروق میں فہر کا بیٹا قرار دیا ہے فہر کا پوتا لکھ  
 دیا ہے۔

علامہ ابوالفدا نے اس طرح لکھا ہے :-  
 فہر کا لڑکا غالب ہوا اور غالب کا لڑکا لوی۔

علامہ دیار بکری نے لکھا ہے :- غالب کے بیٹے لوی کا فرزند کعب تھا  
 علامہ طبری نے لکھا ہے :- کعب ابن لوی ابن غالب ابن فہر ابن مالک

۱۔ الفاروق مطبوعہ کانپور ۱۸۹۹ء جلد ۲ صفحہ ۲۳۳۔ ۲۔ سیرت النبی جلد ۱ صفحہ ۱۱۶

۳۔ تاریخ ابوالفدا جلد ۱ صفحہ ۱۰۴۔ ۴۔ تاریخ خلیف جلد ۱ صفحہ ۱۰۴

۵۔ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ مصر

کتاب سبک الذہب میں جو نسب عرب میں مخصوص کتاب ہے  
حضرت عمر کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد  
بن قریظ بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک  
اس سلسلہ میں زیادہ تاریخی تنقید کو ہم نظر انداز کرتے ہیں۔

اب دیکھنا ہے کہ قریش سے عرب کی کونسی جماعت مراد ہے۔  
میں محققین علم النسب اور مورخین ملک عرب میں شدید اختلاف ہے  
ایک جماعت کا خیال ہے کہ صرف جناب قصی کی اولاد اور نسب  
قریش ہے، دوسری جماعت کہتی ہے کہ ان کے بزرگ فہر کی پوری نسل  
قریش ہے۔

اس اختلاف کا اثر یہ ہوگا کہ اگر صرف جناب قصی کی اولاد قریش  
ہے تو ان کے بھائیوں اور بزرگوں کی اولاد خاندان قریش سے خارج  
جائے گی۔ اور اگر فہر کی اولاد قریش بھی جائے تو ان کے بزرگ فہر کی پوری  
نسل قریش ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ ابن عبد البر جو نسب کے بہت  
بڑے ماہر اور مورخ و ادیب ہیں لکھتے ہیں۔

عرب کے لوگوں کو قصی بن کلاب نے جمع کیا، اس وجہ سے  
وہ سب قریش کہے گئے، تقریش کا معنی اچھی طرح جمع کرنا ہے  
اور قصی کو (قریش) خوب جمع کرنے والا کہتے ہیں، انہی کے بلے



میں شاعر نے کہا ہے کہ تمہارے باپ قصی کو لوگ جمع کرنے والا  
(قریش) کہتے تھے۔ ان ہی کے ذریعہ سے اللہ نے ہر کے  
قبیلوں کو جمع کیا یہ

تاریخ نویسی میں دو مورخ بہت معتبر خیال کیے جاتے ہیں۔ ایک علامہ  
ابن اثیر جزیری اور علامہ طبری اس سلسلہ میں علامہ ابن اثیر جزیری نے لکھا

لوگوں کا بیان ہے کہ جب عرب کو قصی نے جمع کیا۔ تب ان  
لوگوں کو قریش کہنے لگے، قریش کا معنی جمع ہونا ہے۔ اور دوسرے  
لوگوں کا قول ہے کہ جب قصی حرم کے سردار ہوئے اور بہت  
اچھے اچھے کام کیے تو لوگ ان کو قرشی کہنے لگے اور پہلی مرتبہ  
یہ نام انہی قصی کا رکھا گیا۔ اور یہ لفظ اجتماع سے نکلا ہے  
یعنی قصی میں بھی صفتیں جمع تھیں، اس سے ان کو قریش کہنے  
لگے یہ

علامہ طبری نے لکھا ہے :-

خاندان بنی امیہ کے مشہور خلیفہ عبدالملک بن مروان نے  
محمد بن جبیر سے پوچھا کہ قریش کا یہ نام کب سے پڑا۔ اس نے  
کہا کہ جب سے یہ لوگ الگ الگ رہنے کے بعد حرم میں  
اکٹھے ہو گئے۔ کیونکہ قریش کا معنی جمع ہے (یعنی جمع ہونا) اس

جواب پر خلیفہ عبدالملک نے کہا میں نے تو آج تک یہ نہیں سنا  
بلکہ یہ سننا آتا ہوں کہ قضی کو قرشی کہتے تھے۔ اور ان سے پہلے  
کسی کا نام قریش ہوا ہی نہیں تھا یہ

اہل کے بعد ہی یہ لکھا ہے :-

جب قضی حرم (مکہ معظمہ) میں آکر مقیم ہوئے اور اس پر  
غالب آئے اور وہاں بڑے اچھے اچھے کام کیے تو سب  
لوگ ان کو قرشی کہنے لگے۔ لہذا وہی پہلے شخص ہیں جو اس نام  
سے پکارے گئے۔

طبری کی ان روایات کو علامہ حلال الدین سیوطی نے بھی لکھا ہے  
عبدالملک والی روایت کو علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے  
نے بھی لکھا ہے۔

عبدالملک کا یہ قول کہ قضی کے پہلے کسی شخص کا نام قریش ہوا ہی نہیں  
اس اختلاف میں بہت کچھ فیصلہ کن ہے۔ کیونکہ یہ اموی خلیفہ حالات عرب  
سے پوری طرح واقف تھا۔ بہر حال اگر قریش "قضی اوزنان کی اولاد کو  
کہتے ہیں تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دونوں قریش میں سے نہیں تھے۔  
یہ حدیث جو سرکار رسالت کی طرف منسوب کی جاتی ہے، کہ میری  
خلافت یا حکومت کے اہل صرف قریش میں، ان پر صادق نہیں آتی۔

۱۔ تاریخ طبری جلد ۲، ص ۱۸۵، تاریخ طبری جلد ۲، ص ۱۸۵، تفسیر فرشتہ سیوطی جلد ۱، ص ۳۹

۲۔ فتح الباری پارہ ۴، ص ۳۰۲، مطبوعہ دہلی۔

صاحب کنز العمال نے اس حدیث کو اس طرح نقل کیا ہے۔

ما یعد۔ یا معشر قریش! فانکم اهل هذا الامر ما لم تعصوا  
الله۔ اسے قریش والو! اس خلافت کے مستحق تم لوگ ہی ہو۔ جب تک  
تم اللہ کی نافرمانی نہ کرو گے۔

اس سے ظاہر ہے کہ خلافت کے لیے صرف قرشی ہونا ہی کافی نہیں  
بلکہ شرط یہ ہے کہ جب تک تم خدا کی نافرمانی نہ کرو۔ اور خدا کی نافرمانی نہ کرنے  
و عصمت کہتے ہیں۔ پس خلافت کے لیے قریشی ہونے کے ساتھ  
عصمت بھی ضروری ہے۔

قریش کے متعلق دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ہر کی اولاد قریش میں گر قریش  
ہونے پر بھی حضرت ابوبکر اور عمر رسول اللہ کے خاندان سے دور پڑتے  
ہیں۔ سلسلہ نسب کعب پر ملتا ہے۔ حضرت عمر نوں پشت میں اور حضرت  
ابوبکر آشویں پشت میں ملتے ہیں۔ البتہ آپس میں وہ قریب کے رشتہ دار  
ہیں۔ کعب کے ایک بیٹے عدی کی اولاد حضرت عمرؓ کے اور دوسرے  
بیٹے مرہ کی اولاد حضرت ابوبکرؓ کے تھے۔

اس سے زیادہ ہماری اس کتاب میں حضرت عمرؓ کے خاندان کو بیان  
کرنے کی گنجائش نہیں، اور نہ ہم اسے موزوں سمجھتے ہیں۔ جو حضرات ان  
کے خاندانی حالات کو تفصیل سے جانتا چاہیں وہ ان کتابوں کا مطالعہ کریں۔  
دراہمک الذہب علامہ سویدی (۲) معارف ابن قیمہ و بیوری ۳۷

مطبوعہ مصر (۳) شرح المن ابی الحدید جلد ۲ مسک ۲۵۱ (۴) تفسیر وحیدی۔  
(۵) تفسیر طبری۔

۳۔ حضرت عمر اودان کا خاندان دین جاہلیت پر تھا۔ اور وہ اپنے قبیلہ کے  
بھوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔

۴۔ زمانہ جاہلیت میں حضرت عمر کا پیشہ دلالی تھا۔ یعنی بیچنے والے اور  
خریدنے والے کے درمیان معاملہ کرایا کرتے تھے۔ علامہ وحید الزمان  
خان نے لکھا ہے: کان عمر فی الجاہلیۃ مربطاً یعنی دور جاہلیت  
میں حضرت عمر دلال تھے۔

مولوی شبلی نے لکھا ہے: "سن رشد کو پہنچ کر ان کے باپ خطاب  
نے ان کو جو خدمت سپرد کی وہ اونٹوں کا چرانا تھا۔ یہ شغل اگرچہ  
عرب میں معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ قومی شمار تھا۔ لیکن خطاب نہایت  
بے رحمی کے ساتھ ان سے سلوک کیا کرتے تھے۔ تمام تمام دن اونٹ  
چرانے کا کام لیتے اور جب کبھی تھک کر وہ دم لینا چاہتے تو سزا  
دیتے۔ جس میدان میں حضرت عمر کو یہ مصیبت انگیز خدمت انجام دینی  
پڑتی تھی۔ اس کا نام "صنجان" تھا۔ جو کہ معظمہ سے قریب قدید سے ۱۰  
میل کے فاصلہ پر ہے۔ خلافت کے زمانہ میں ایک دفعہ حضرت عمر  
کا گزر ادھر ہوا تو ان کو نہایت عبرت ہوئی۔ آپ دیدہ ہو کر فرمایا: اللہ اکبر  
ایک وہ زمانہ تھا کہ میں یہاں لندے کا کرتا پہنے ہوئے اونٹ چرایا کرتا



تھا اور تھک کر بیٹھ جاتا تھا اور باپ کے ہاتھ سے مار کھاتا تھا اور آج یہ دن ہے کہ خدا کے سوا میرے اوپر اور کوئی حاکم نہیں ہے

ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خاندانی پیشہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر مر پر اٹھا کر لانا اور اسے ایندھن کے طور پر بیچنا تھا عرب میں کوئی پیشہ عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔

عمر و عاص مصر میں حضرت عمر کی طرف سے گورنر تھے جب حضرت عمر کو معلوم ہوا کہ عمر و عاص مصر میں بڑی دولت پیدا کر رہے ہیں۔ تو ایک شخص محمد بن مسلمہ کو ان کے ہاں بھیجا کہ جا کر نصیب پر قبضہ کر لیں اور نصیب عمر و عاص کے لیے چھوڑ دیں۔ محمد بن مسلمہ پہنچے، تو عمر و عاص نے کہا:-

”خدا اس دن پر لعنت کرے جب میں ابن خطاب کی طرف سے مصر کا گورنر مقرر کیا گیا۔ خدا کی قسم میں نے عمر کو بھی دیکھا ہے اور ان کے باپ کو بھی۔ کہ میرا ایک کے جسم پر بعدے کپڑے کی ایسی مختصر عبائیں جو ان کے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچتی تھیں اور اس وقت دونوں کے سروں پر جلانے کی لکڑیوں کا ایک گھڑ رہتا تھا۔ اس وقت میرا باپ ریشم و دیا کی گھنڈیاں لگی ہوئی عباء استعمال کرتا تھا۔“

۵۔ آپ اسلام اختیار کرنے سے پہلے اسلام کے شدید ترین دشمنوں

میں سے ایک تھے۔ آپ مشہور دشمن اسلام ابو جہل کے بھانجے ہیں۔  
 ۶۔ آپ نے دعوت اسلام سے سات سال بعد اسلام اختیار کیا اور  
 عام طور پر یہ مشہور ہے کہ ان کے اظہار اسلام سے کفار قریش دب  
 گئے۔ اوسان کی وجہ بہت کی وجہ سے مرحوب ہو گئے۔ یہ بات مشہور  
 ہی ہے حقیقت سے اسے کوئی واسطہ نہیں اور واقعات کے  
 بالکل خلاف ہے۔ آپ نے نبوت کے ساتویں سال اسلام  
 اختیار کیا یہی وہ سال ہے جس میں سرکار رسالت شعب ابی طالب  
 میں محصور ہوئے اور کفار نے آپ کا معاشی مقاطعہ کیا۔ گویا ان کے  
 اسلام لانے کے بعد سرکار رسالت کی کمی زندگی کا شدید ترین دور  
 شروع ہوا۔ حضور متواتر تین برس شعب ابی طالب میں محصور رہے  
 وہ مصائب برداشت کیے کہ جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے  
 ہوتے ہیں۔ اسلام کی ورق گردانی پر ہمیں کوئی ایسا ریکارڈ نہیں ملا جس  
 میں کسی مشہور صحابی کی امداد کا ایسے نازک دور میں تذکرہ ہو۔  
 ۷۔ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں آپ کا چوتھا نمبر ہے۔  
 ہجرت کی کہانی اس طرح ہے کہ حبیب مدینہ منورہ گئے ایک  
 معزز گروہ نے اسلام قبول کر لیا، اس لیے آنحضرت نے حکم  
 دیا کہ جن لوگوں کو کفار کے ستم سے نجات نہیں مل سکتی وہ مدینہ  
 کو ہجرت کر جائیں۔ سب سے پہلے ابوسلمہ پھر حضرت بلال

لے ازالہ الحفا مقصد ۱۸۳۱ شرح ابن الحدید مکتبہ



۱۰۔ حضرت عمران لوگوں میں سے تھے جو اُحد کے دن بھاگ گئے تھے  
 مگر خدا نے ان کو معاف کر دیا۔ حضرت عمر کا خود ارشاد ہے کہ  
 غزوہ اُحد میں ہم لوگوں نے ہزیمت اٹھائی تو میں نے فرار اختیار  
 کیا۔ یہاں تک کہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ وہاں میں نے اپنے آپ کو دیکھا  
 کہ میں اس طرح اچکتا پھرتا تھا جس طرح پہاڑ پر پہاڑی بکری اچکتی  
 ہے۔

۱۱۔ صلح حدیبیہ میں حضرت عمر کو ہر کارِ رسالت کی رسالت میں  
 شک ہوا۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 صلح حدیبیہ کے دن میرے دل میں خطرہ عظیم گزرا اور میں نے  
 رسول اللہ کے ساتھ ایسے مقابلہ کی بے باکانہ باتیں کیں کہ  
 اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھیں۔ چنانچہ رسول اللہ کے پاس  
 جا کر میں نے کہا، آپ پیغمبرِ برحق نہیں؛ آنحضرت نے فرمایا  
 کہ بیشک ہوں۔ میں نے کہا۔ کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف  
 مایہ ناطل پر نہیں ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ بے شک میں میں نے  
 کہا، تو پھر ہم کیوں ایسی حقارت اور مذلت گوارا کریں۔ اور اس  
 طرح سے صلح کر کے واپس ہوں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اسے  
 خطاب کے بیٹھے اس خدا کا رسول ہوں مگر بغیر اس کے حکم

۱۲۔ کتاب الاشراف علامہ باذری۔ تصنیف و تفسیر سیوطی جلد ۲ صفحہ ۸۸ تفسیر طبری  
 جلد ۴ صفحہ ۹۔ کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۳۔



کے کچھ نہیں کرتا۔ وہی میرا حامی مددگار ہے۔ اور وہ میرے کام کو  
ضائع نہیں کرے گا۔

- ۱۲۔ خیر کی روائی میں حضرت عمر اور ان کے ساتھی بھاگ گئے تھے  
آنحضرت کی خدمت میں جب حاضر ہوئے حضرت عمر کی فوج  
کہہ رہی تھی کہ ہمارے سردار حضرت عمر نے بزدلی دکھائی۔ اور  
حضرت عمر کہتے تھے کہ یا حضرت ہماری فوج نے ہی نامردی کی ہے  
۱۳۔ حضرت ابو قتادہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خنین میں صحابہ بھاگ گئے  
تو میں بھی ان کے ساتھ بھاگا۔ ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ بھاگنے والوں  
میں حضرت عمر بھی ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا لوگوں کا کیا حال  
ہے۔ کہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ کیا کیا جلے  
خدا کا حکم ہی تھا۔ پھر سب بھاگنے والے رسول اللہ کے پاس گئے۔  
۱۴۔ سریہ ذات السلاسل میں جو کہ آٹھ ہجری میں ہوا سردار لشکر عمرو  
بن عبد مناف اور حضرت عمر اور حضرت ابو بکر ان کے ماتحت بھیجے گئے۔  
۱۵۔ حضرت عمر مکہ معظمہ میں بھی سرکار رسالت کے سامنے پہنچے  
مدینہ منورہ میں بھی۔ کہتے ہیں کہ انہیں ۱۹ سال تک سرکار رسالت کی  
صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔ خدا معلوم کیا مسرت تھی کہ نہ تو سرکار  
رسالت نے انہیں کسی سریہ میں سردار لشکر بنا کر بھیجا نہ کہیں مدینہ سے

۱۔ تاریخ النبوة جلد ۲ ص ۲۷۰ ۲۔ تاریخ طبری جلد ۳ ص ۹۳ ۳۔ صحیح بخاری ج ۱  
۴۔ کتاب المغازی۔ ۵۔ طبری جلد ۳ ص ۱۰۰

باہر تشریف لے جانے پر اپنی قائم مقامی کا موقعہ دیا۔ اور نہ ہی کسی ہمدرد

کو ان کے سپرد کیا۔ حالانکہ دوسرے صحابہ کرام کو ایسے موقعے ملتے تھے

۱۶۔ سترہ میں حضرت عمر کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کی صاحبزادی

حضرت حفصہ رسول اللہ کے عقد میں آئیں۔

۱۷۔ جب سرکار رسالت نے اسامہ ابن زید کی کمانڈ میں لشکر روانہ

کرنا چاہا، آپ اسامہ کے ماتحت تھے۔ مگر آپ نے جانے سے انکار

کر دیا۔

۱۸۔ وقت رحلت جناب رسالت نے کاغذ و قلم دوات طلب

کیا تاکہ ایسا وثیقہ لکھ دیں کہ آپ کے بعد امت گمراہ نہ ہو۔ آپ نے

دینے سے انکار کیا۔

۱۹۔ آپ نے سرکار رسالت کے جنازہ میں شرکت نہیں کی۔ اور

آپ اس وقت سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے قضیہ میں مصروف

جدوجہد تھے۔

۲۰۔ خلافت حضرت ابی بکر آپ کی سرطور جدوجہد کا نتیجہ مبنی۔

۲۱۔ آپ چوٹی کے سیاست دان تھے۔ دنیوی سیاست میں ان کے

پایہ کا کوئی دوسرا آدمی نظر نہیں آتا۔

۲۲۔ آپ حضرت ابو بکر کے دور خلافت میں خلیفۃ المسلمین ابو بکر کے

مشیر اعظم دست راست تھے اور امداد سیاسیہ میں کوتاہی دھرتا تھے۔

- ۲۳۔ آپ کو سیاسی جوڑ توڑ میں پوری پوری مہارت تھی۔ آپ ہمیشہ بارہمورخ اور صاحب اثر لوگوں کو اپنی طرف کرنے کی کوشش کرتے تھے۔
- ۲۴۔ آپ نے شام کی حکومت بنی امیہ کے خاندان میں مستقل کی۔ اور اپنے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کو باہر بھیج کر ان کی توجہ دولت ثروت اور عکرائی کی طرف مبذول کرائی۔
- ۲۵۔ آپ کے زمانہ سلطنت میں بہت سے ممالک میں فوج کشی ہوئی اور آپ نے بہت سے علاقے فتح کیے۔
- ۲۶۔ آپ اکثر مشکلات میں حضرت علی کی طرف رجوع کرتے۔ اور جب حلال مشکلات مشکلوں کو حل کر دیتے تھے تو فرماتے تھے۔ فلا علی لہماک عمر۔ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔
- ۲۷۔ آپ نے اپنے دور سلطنت میں بہت سی باتیں ایسی رائج کیں جو زمانہ رسالت میں نہیں تھیں۔

## سوالات

- ۱۔ حضرت عمر کے شجرہ کی وضاحت کر کے بتائیے۔ کہ کتب عامہ میں جو شجرہ ملتا ہے اس سے حضرت بکون کی پشت میں رسول اللہ سے ملے ہیں؟

۲۔ قریش سے عرب کی کون سی جماعت مراد ہے۔ کیا  
حضرت عمر قریش میں سے تھے۔ اس کے متعلق خلیفہ  
عبدالملک کا نظریہ بیان کیجئے۔

۳۔ کیا خلافت کے لیے قریشی ہونا کافی ہے یا کوئی اور  
شرط بھی اس کے ساتھ ضروری ہے۔  
۴۔ قبل نبوت سرکار رسالت حضرت عمر اور ان کے  
خاندان کا کیا مذہب تھا؟

۵۔ حضرت عمر اور ان کے خاندان کا کیا پیشہ تھا؟  
۶۔ کیا حضرت عمر قبل اسلام اسلام کے دشمن تھے  
آپ نے کب اسلام قبول کیا اور ان کے اسلام سے  
کونسی خاص تقویت اسلام کو حاصل ہوئی۔  
۷۔ حضرت عمر کے واقعہ احد اور صلح حدیبیہ کے  
متعلق حالات بیان کرو۔

۸۔ غزوہ حنین و خیبر میں حضرت عمر کی کیا پوزیشن تھی؟  
۹۔ کیا رسول اللہ نے اپنی زندگی میں حضرت عمر کو کوئی ذمہ دار عہدہ دیا؟  
۱۰۔ جیش اسامہ میں حضرت عمر کی کیا پوزیشن تھی؟  
۱۱۔ قضیہ قرطاس کو بیان کیجئے۔ اور کیا حضرت عمر نے رسول اللہ کی  
تائید و تکفین میں کوئی حصہ لیا۔ اگر نہیں تو کیوں؟  
۱۲۔ خلافت حضرت ابوبکر میں حضرت عمر نے کس طرح حصہ لیا؟



# اٹھارہواں باب

## حضرت عمر کا ابتدائی دورِ سلطنت

انفار سلطنت اور حضرت عمر کی دعا | عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد حضرت عمر نے

بالائے منبر جا کر جو کچھ کہا وہ یہ تھا :-

خداوند! میں درشت خو ہوں مجھے نرم دل کر، میں کمزور ہوں، مجھے قوت دے اور میں بخیل ہوں مجھے سخی فرما دے۔

حضرت ابو بکر کی خلافت کے متعلق حضرت عمر کی رائے | حضرت ابو بکر کی

خلافت حضرت عمر کی جدوجہد کا نتیجہ تھی۔ حضرت ابو بکر کی بیعت حضرت عمر نے کی تھی۔ اور پھر دوسروں کو سیاسی تدابیر سے اور سختی سے اس کی طرف کھینچا تھا۔ آپ اسے جمہوری سلطنت کہیں یا شخصی ہر طور اس کے کرتا دھرتا حضرت عمر ہی تھے۔ مگر اس بیعت کے متعلق خود ممدوح نے ان الفاظ میں اظہار خیال فرمایا ہے :-

فلا یفتنون امرؤان یقول انما کانت بیعہ ابی بکر فلتتہ  
وتمت الا وانما قد کانت کذا النک نکن اللہ وفق  
اشیہا۔

کوئی شخص اس دھوکے میں نہ پڑے کہ کہنے لگے کہ ابو بکر کی بیعت  
ناگہانی طور پر ہو گئی اور پوری ہوئی۔ یہ صحیح ہے کہ وہ اسی طرح ہوئی  
لیکن اللہ نے اس کے شر سے سب کو بچا لیا۔

**حضرت عمر کے اس ارشاد کی شرح** | اس جملہ کی شرح میں علامہ  
ابن حجر مکی نے لکھا ہے

انہ لم یکن مع ابی بکر حنین من المهاجرین الا عمر و  
ابو عبیدہ کا۔ اس وقت جماعت ہاجرین سے حضرت ابو بکر کی  
بیعت سوائے حضرت عمر اور ابو عبیدہ کے کسی نے نہیں کی تھی  
علامہ جوہری نے لغت کی مشہور کتاب صحاح میں حضرت عمر  
کے اس ارشاد کی تصریح اس طرح کی ہے :-

فلتتہ سے مراد وہ امر ہوتا ہے جو اچانک بغیر عذر و  
فکر کے ہو جائے۔ ابو بکر کی بیعت اسی طرح واقع ہوئی تھی  
کیونکہ اس کے متعلق مسلمانوں سے بالکل مشورہ نہیں کیا گیا۔  
بلکہ ناگہانی ہو گئی۔ جس میں نہ لوگوں کی رائیں دیکھی گئیں نہ

۱۔ صحیح بخاری مطبوعہ مطبع احمدی ص ۳۹۱  
۲۔ فتح الباری ج ۱ ص ۳۶۸

ان کو اس میں غور و خوض کا موقعہ - یا کیا - بلکہ اس طرح کر لی گئی  
جس طرح کوئی پھینسی، ایسی کی اور غضب کی ہوئی چیز ہوتی ہے۔

حضرت عمر کا پہلا کارنامہ حضرت خالد کی معزولی | حضرت عمر

موتے ہی سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ خالد بن ولید کو معزول  
کر دیا۔ اور اس لئے میں شہر لہرہ کے بنیاد ڈالنے کا حکم دیا۔  
حضرت خالد کی معزولی بہت بڑا امر تھا۔ حضرت عمر نے بغیر مسلمانوں  
کی رائے اور مشورہ کے خالد کو معزول کر دیا۔ اس امر میں ہماری یہ غرض  
نہیں کہ ہم خالد کی بے جا حمایت کریں یا حضرت عمر پر نکتہ چینی پسند  
کریں۔ بلکہ یہ دکھانا مطلوب ہے کہ جو بات جیسے ہے ویسے ہی  
بیان کی جائے۔

حضرت عمر نے جو کچھ اپنی ذاتی رائے یا اجتہاد سے کیا اسے ان  
ہی کا فعل کہا جائے۔ اس کو جمہوریت کا نام دے کر لوگوں کو غلط فہمی  
میں مبتلا نہ کیا جائے۔ حضرت عمر نے خالد کے متعلق حضرت ابو بکر  
کی خلافت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔  
علامہ شبلی نعمانی کہتے ہیں کہ عمر خالد کی بے اعتدالیوں کی وجہ  
سے مدت سے ناراض تھے۔ بے شک حضرت عمر نے خالد کی

۱۔ شرح نیج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۱۲۷

۲۔ تاریخ ابن الوردي و تاریخ احمدی صفحہ ۱۲۷

بے اعتدالیوں کی وجہ سے انہیں معزول کیا۔ اس میں وہ حق بجانب تھے مگر مادی سیاست کے لحاظ سے جس کے وہ علمبردار تھے اس کا ایک اور اثر پڑا۔ سیاست ربانی کا ذکر نہیں۔ سیاست مادیہ میں مالک کے فاتح جرنیلوں اور سلطنت کے معماروں کی بے اعتدالیوں کو ان کے عسکری اور سیاسی کارناموں کی وجہ سے نظر انداز کر دیا جاتا ہے مگر حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ کی معزولی میں اس سیاسی اصول کو اس طرح نظر انداز نہیں فرمایا۔ جس طرح حضرت ابوبکرؓ فرما چکے تھے اور اس کا اثر مسلمانوں کی سیاسی تاریخ پر پڑا۔ مسلمانوں کی تاریخ میں کوئی فاتح جرنیل یا معمار سلطنت خواہ وہ محمد بن قاسم ہو یا موسیٰ بن نصیر یا ابومسلم خراسانی الیا نہیں گزرا جو موت کے گھاٹ نہ اتارا گیا ہو یا قید و بند کے مصائب میں مبتلا نہ رہا ہو۔ یا حکومت کا معتبوب نہ ہوا ہو۔

ہم حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی کو سیاست ربانیہ کے لحاظ سے نظر تحقیر و بیکھتے اور حضرت عمرؓ کی بارگاہ میں تحقیر کا خراج پیش کرتے۔ اگر وہ حضرت خالدؓ پر ان کی معزولی کے بعد باقاعدہ مقدمہ چلاتے اور ان کی مختلف بے اعتدالیوں کی بالخصوص مالک بن نویرہ کے قتل اور انکی زوجہ پر تسلط کی باقاعدہ انکوائری فرماتے اور ان کے مجرم ثابت ہونے پر ان پر شرعی قانون کے احکام جاری کیے جاتے۔



## حضرت عمر کا خطبہ اور حضرت امام حسینؑ کا ارشاد | منبر پر خطبہ حضرت عمر

ارشاد فرما رہے تھے، ناگہاں حضرت حسینؑ بن علی علیہم السلام نے کھڑے ہو کر کہا کہ میرے باپ کے منبر سے نیچے اتر دو۔ حضرت عمر نے فرمایا، بے شک یہ تمہارے باپ ہی کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں ہے، بھلا صاحبزادے یہ تو بتلاؤ تم نے کس کے حکم سے ایسا کہا۔ یہ سن کر حضرت علیؑ بولے، واللہ کسی نے حسینؑ کو اس بات کے کہنے کا حکم نہیں دیا۔

بعض علمائے علم رجال نے اسی روایت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے :-

حضرت امام حسینؑ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت عمر کے ہاں گیا۔ دیکھا کہ وہ منبر پر خطبہ دے رہے ہیں، تو میں بھی منبر پر چڑھ گیا، اور ان سے کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر آئیے اور اس منبر پر جا کر بیٹھیے کہ جو آپ کے باپ کا ہو حضرت عمر نے کہا کہ میرے باپ کا تو کوئی بھی منبر نہیں ہے۔ یہ کہہ کر وہیں مجھے بھی بٹھلا لیا۔ اور جب اس سے اترے تو مجھے بھی اپنے ساتھ گھر لیتے گئے۔ وہاں پہنچ کر مجھ سے پوچھنے لگے۔ کیوں بھائی یہ بات آپ کو کس نے سکھائی تھی۔ میں نے

۱۔ تاریخ الخلفاء سید علی بردسبت ابن عساکر بسند صحیح و تاسیخ احمدی ص ۱۲۵ صواعق شریفة ص ۱۰۵

کہا خدا کی قسم کسی نے بھی نہیں، تب حضرت عمرؓ بولے میرا باپ

آپ پر خدا ہو جیسے آپ کبھی کبھی میرے ہاں آیا کریں۔ اس پر میں

ایک دن ان کے ہاں گیا۔ مگر معلوم ہوا کہ معاویہ ان کے

پاس میں اور وہ دونوں تخلیہ میں کچھ کر رہے ہیں حضرت عمر

کے بیٹے دروازہ پر ہیں۔ وہ بھی اندر نہیں جاسکے بلکہ پلٹ آئے

تو میں بھی پلٹ آیا۔ اس کے کچھ دنوں بعد حضرت عمرؓ نے

مے تو کہا آپ میرے ہاں آئے نہیں؟ میں نے کہا میں آیا تو تھا

مگر آپ اور معاویہ تنہائی میں کچھ کر رہے تھے۔ تو میں بھی عبد اللہ

ابن عمرؓ کے ساتھ واپس آ گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرے رٹکے

مے زیادہ آپ کا حق مجھ پر ہے کیونکہ ہم لوگوں کے سروں کا

ایک ایک بال تک صرت خدا کے فضل اور آپ کے طفیل

میں ہی پیدا ہوا ہے یہ

حضرت عمرؓ نے اس قول میں اعتراض فرمایا ہے کہ ان کی خلقت

ان کا گوشت پوست اور ہر نعمت ان ہی حضرات پر کار محمد و

آل محمد علیہم السلام کے طفیل ملی ہے۔

خلافت کے متعلق حضرت عبد اللہؓ

ابن عباسؓ اور حضرت عمرؓ کا مکالمہ

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن

حضرت عمر ابن الخطابؓ

سہ اصحابہ جلد ۱۵، ازالۃ الخفا جلد ۲، تہذیب الکمال، فکثر الأعمال جلد ۱۵

اور ان کے بعض اصحاب شعر و سخن کا ذکر کر رہے تھے۔ کوئی کسی کا مدح تھا کوئی کسی کو تہذیب دیتا تھا۔ اور کوئی کسی کو۔ اسی اثنا میں میں بھی وہیں پہنچا حضرت عمرؓ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ لو اس فن کے سب سے بڑے ماہر آگے۔ پھر مجھ سے ارشاد کیا۔

حضرت عمرؓ۔ اے ابن عباس! تم کس کو ملک الشعراء سمجھتے ہو؟  
حضرت عبداللہ ابن عباسؓ۔ وہ میر بن ابی سلمیٰ کو۔

حضرت عمرؓ۔ ان کا کوئی شعر استدلال کے طور پر پڑھو۔

عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے چند اشعار پڑھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بہت خوب کہا ہے۔ میرے علم میں ان سے اچھے اشعار کسی کے نہیں ہیں۔ اس کے بعد آپؓ نے یوں گفتگو شروع کی۔  
حضرت عمرؓ۔ ابن عباسؓ تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کس بات نے تم کو امر خلافت سے محروم رکھا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا جواب دینا خلافت مصلحت سمجھا اور کہا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ۔ اگر میں نہیں جانتا تو آپ مجھے آگاہ کریں۔  
حضرت عمرؓ۔ قوم نے اس بات سے کراہت کی کہ نبوت اور خلافت دینوں میں جمع ہوئی اور تم اس پر خوش ہو کر راستے پھرو۔ چنانچہ قوم نے حق بجانب کیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ۔ اگر آپ اجماعت دیں اور خفا نہ ہوں تو میں بھی

لکچر عرض کر دیں۔

حضرت عمرؓ۔ "ہاں کہو"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ آپ کا یہ فرمانا قابلِ نظر ہے۔ کہ قوم خلافت کے اختیار کرنے میں حق بجانب تھی۔ اس لیے کہ اگر قوم خلافت کو خدا کی مرضی کے موافق اختیار کرتی تو بلاشبہ حق بجانب ہوتی۔ نیز آپ کا یہ فرمانا بھی قابلِ نظر ہے کہ قوم نے ہم میں نبوت اور خلافت کے جمع ہونے سے کراہت کی۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ قوم کی کراہت کا وصف اپنے کلام میں ان الفاظ سے فرماتا ہے۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ فَاحْبِطْ أَعْمَالَهُمْ (چونکہ انہوں نے جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا تھا اس سے کراہت کی لہذا ان کے اعمال اکارت گئے)

حضرت عمرؓ۔ افسوس! اے ابنِ عباسؓ خدا کی قسم تمہاری نسبت مجھے ایسی باتوں کی خبریں پہنچائی گئی ہیں جن کو کرید کر تمہاری منزلت اپنے دل سے ذائل کرنا پسند نہیں کرتا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ آپ فرمائیں تو سہی۔ اگر درحقیقت وہ باتیں حق پر مبنی ہیں تو میری منزلت ضائع ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ حضرت عمرؓ میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ خلافت ہم سے بظلم و حسد لی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ اے مسلمانوں کے امیر ظلم کا مفہوم تو ہر واقف



و نادقت پر روشن ہے۔ رہا حسد۔ پس ابلیس نے حضرت آدم پر کیا اور ہم آدم ہی کی اولاد ہیں، ہمیں محسود ہونا چاہیے۔  
 حضرت عمرؓ۔ افسوس اسے بنی ہاشم اتھارے دل میں حسد اور کینے کے  
 سوا کچھ نہیں ہے اور حسد اور کینہ بھی ایسا کہ جو مٹ نہیں سکتا۔  
 حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ اے مسلمانوں کے امیر۔ بس! ان لوگوں کے  
 دلوں کو کینے اور حسد سے منسوب نہ کیجئے جن کو آیہ تطہیر کی رو  
 سے خدا نے ہر برائی اور خباثت سے پاک و صاف فرمایا ہے اور  
 عذر کیجئے کہ خود رسول اللہؐ کا قلب بھی قلوب بنی ہاشم میں سے ہے  
 حضرت عمرؓ (بڑا کر) اے ابن عباس میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔  
 جب میں نے اسٹھنے کا قصد کیا تو انہوں نے بمقتضائے شرم میرے  
 بٹھایا اور فرمایا۔

حضرت عمرؓ۔ اے ابن عباس، واللہ میں تمہارے حقوق کی رعایت ملحوظ  
 رکھوں گا۔ اور تمہاری خوشی کا خواہاں رہوں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ اے مسلمانوں کے امیر! تم پر اوکل مسلمانوں  
 پر میرا حق ہے۔ میں نے اس کو ملحوظ رکھا مصیب ہوا اور جس نے اس کو  
 ضائع کیا۔ خطا کی ہے۔

## حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت میں طبعی واقعات

### طاعون | اسلام میں پہلا طاعون حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت

میں طاعون عموماً تھا۔

**طاعون و قحط** ۱۸۰۰ء میں مدنیہ منورہ اور حجاز میں قحط عظیم کی شکایت پیدا ہوئی۔ اور شام میں طاعون نمودار ہوا۔ جس سے پچیس ہزار آدمی مر گئے۔

**زلزلہ** اسلام میں پہلا زلزلہ وہ تھا جو زمانہ حضرت عمرؓ میں ۲۰ سال بعد عیسوی ہوا۔

**حضرت خالد بن ولید کا انتقال** ۲۱ء میں مسلمانوں کے جرنیل حضرت خالد بن ولید کا انتقال ہوا۔

**ترویج تراویح و حرمت متعہ** حضرت عمرؓ نے وہ شخص ہیں جنہوں نے نماز تراویح کا حکم دیا اور متعہ کو حرام کر دیا۔

**اولیات حضرت عمرؓ** حضرت عمرؓ نے وہ شخص ہیں جنہوں نے گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کی اور شراب نوشی کی حد اسی کوٹے مقرر فرمائی۔ اور متعہ کو حرام کر دیا۔ حضرت عمرؓ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے تراویح کو رائج کیا۔ حضرت عمرؓ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے

۱۔ ادب الیسیوطی، تاریخ احمدی ۱۲۸۰ء تا تاریخ ابوالفدا، تاریخ احمدی ۱۲۸۰ء ۲۔ معاقرۃ الابدان، تاریخ احمدی ۱۲۸۰ء تا تاریخ ابوالفدا، تاریخ احمدی ۱۲۸۰ء ۳۔ حج الکرامہ، کتاب منبہ الخصال، تاریخ احمدی ۱۲۹۰ء تا تاریخ احمدی ۱۳۰۰ء

نے متعہ حرام کیا۔ حضرت عمر پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے نماز جنازہ کے لیے لوگوں کو چار تکبیرات پر جمع کیا۔ حضرت عمر پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے درہ ایجاد کیا۔ یہاں تک کہ یہ مثل مشہور ہو گئی کہ عمر کا درہ تم لوگوں کی تلواروں سے بھی زیادہ تمییب ہے۔ آپ نے مسجد نبوی کو گرا کر اسے وسیع کیا اور فرش پختہ سنگریزوں کا لگوا دیا۔ آپ نے یہودیوں کو حجاز سے نکال کر شام کے ملک میں بھیجا اور یہود بخران کو کوفہ میں بھیجا۔ آپ ہی نے مقام ابراہیم اس جگہ قائم کیا جہاں آج کل ہے۔

## سوالات

- ۱۔ حضرت عمر نے اپنی سلطنت کی ابتداء میں دعا سے کی تھی اسے واضح طور پر بیان کیجئے۔
- ۲۔ حضرت عمر نے اپنے زمانہ حکومت میں حضرت ابوبکر کی بیعت و خلافت کے متعلق کیا اظہار خیال فرمایا ہے۔ اس سے آپ کیا نتیجہ نکالتے ہیں؟
- ۳۔ حضرت عمر کی اس رائے کی شرح علامہ ابن حجر مکی نے کس طرح کی ہے اور شارح نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید نے اس پر کس طرح ردِ شنی ڈالی ہے؟

۴۔ حضرت عمر کے خالہ بن ولید کو معزول کرنے کے متعلق وضاحت کیجئے۔

۵۔ حضرت عمر کے منبر پر خطبہ فرمانے پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے کیا فرمایا۔ اس سلسلہ میں حضرت عمر اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی جس جس طرح گفتگوں ہوئی ہیں انہیں بیان کر کے حضرت عمرؓ کے جس طرح فضیلت عمر فاروقؓ کا اہل محمدؐ کا اعتراف فرمایا ہے اسے بیان کیجئے۔

۶۔ حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عمر کی خلافت کے متعلق گفتگو لکھیے۔ اس کی ابتدا کس طرح ہوئی اور پھر کس نے کس انداز سے خلافت کا ذکر چھڑا اور پھر کس مضمون پر کس طرح بحث ہوئی اور اس کا نتیجہ کیا ہوا؟

۷۔ حضرت عمر کے عہد حکومت میں کیا کیا طبعی واقعات پیش آئے؟

۸۔ حضرت عمر نے کس امر کو رائج کیا جو رسول اللہ کے زمانہ میں رائج نہیں تھا اور کس چیز کو حرام کیا جو دوسری رسالت میں حلال تھی؟

۹۔ حضرت عمر کے اولیات کو بیان کیجئے۔ یعنی ان امور کو بیان کیجئے جو پہلے نہیں تھے۔ اور حضرت عمر نے انہیں رواج دیا۔



# امیسواں باب

## حضرت عمر کے زمانے کے ملکی فتوحات

حضرت عمر کے دورِ سلطنت میں ملکی فتوحات بہت ہوتی ہیں اس زمانہ میں مسلمانوں نے عراق، ایران، شام، فلسطین اور مصر جیسے ممالک فتح کیے۔

**فتح عراق** | عرب ایک بھر ملک تھا، اس لیے وہاں کی معاشی حالت عراق اور ایران سے بہت پست تھی۔ عربوں کی نگاہیں جب عراق اور ایران کے اہل ہتھیاروں پر پڑتی تھیں اور عراقی ایران کے باشندوں کو ان سرزمینوں کی زرخیزی سے مالا مال دیکھتے تھے، تو وہ چاہتے تھے کہ ان سرسبز علاقوں پر تسلط جما کر اقتصادی برتری حاصل کریں۔ برسرِ اقتدار حکومت یہ چاہتی تھی کہ مسلمانوں کی توجہ اندرونی معاملات سے ہٹا کر بیرونی ممالک کی طرف منتقل کر دے۔ اس لیے عربوں کی اقتصادی برتری کی خواہش سے فائدہ اٹھا کر حضرت ابوبکر نے عراق کی مہم شروع کی تھی۔ چنانچہ عراق میں فتوحات کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ جب حضرت ابوبکر نے خالد بن ولید کو عراق سے ہٹا کر شام کی مہم پر بھیج دیا تو

وہ نصف فوج اپنے ہمراہ لے گئے تھے اور نصف فوج پر مثنیٰ بن حارث کو اپنا قائم مقام مقرر کر گئے تھے۔

**بابل کی جنگ** | خالد کی روانگی پر ایرانیوں نے ایک زبردست فوج ہرمز کی کمانڈ میں مسلمانوں کے مقابلے کے لیے

روانہ کی۔ بابل کے مقام پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ زبردست لڑائی کے بعد مسلمانوں نے ایرانیوں کو پسپا کر دیا۔ مگر مثنیٰ نے یہ محسوس کیا کہ عراق پر پورے طور پر تسلط کے لیے یہ فوج کافی نہیں ہے۔ اس لیے وہ بشیر بن خصاصیہ کو اپنی جگہ مقرر کر کے مزید ملک حاصل کرنے کے لیے مدینہ پہنچے۔ ان دنوں حضرت ابو بکر بیمار تھے۔ مثنیٰ نے انہیں مہم عراق کے حالات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے حضرت عمر کو بلا کر اس سلسلہ میں گفتگو کی اور انہیں صورتِ حالات کی اہمیت کو ذہن نشین کر کے نہایتش کی کہ مثنیٰ کی پورے طور پر امداد کی جائے۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد جب حضرت عمر نے سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تو ابو عبیدہ ثقفی کی قیادت میں عراق کی مہم کے لیے مزید لشکر روانہ کیے۔

**نماروق و سکر کی لڑائیاں** | جس زمانہ میں مثنیٰ بن حارثہ شیبانی

مدینہ میں تھے، ایرانی اپنے باہمی جھگڑے ختم کر کے مجتمع ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس سلسلے میں پوران دخت تحت سلطنت پر مہمی

اور رستم ایرانی سلطنت کا نائب السلطنت اور ایران کے لشکر وں کا کمانڈر  
 ان چھپت مقرر ہوا اور اس نے تمام ایران سے لشکر اکٹھے کر کے دو فوجیں  
 مسلمانوں کے خلاف روانہ کیں۔ ایک فوج کا سپہ سالار نرسی تھا، اور  
 دوسری کا جابان، جابان کے ماتحت فوج نے نمارق کے مقام پر ڈیرے  
 ڈال دیے اور نرسی کی فوج کسکر میں خیمہ زن ہوئی۔ غنی خیرہ پہنچ کر جنگی  
 تیاریوں میں مصروف تھے کہ ایک ماہ بعد ابو عبیدہ بھی کمک لیے ہوئے  
 حیرہ آ پہنچے۔ پہلی جنگ نمارق پر ہوئی جس میں ایرانی سردار جابان گرفتار  
 کر لیا گیا۔ یہ ایرانی فوج شکست کھا کر نرسی کی فوج سے جا ملی جو کسکر  
 میں مقیم تھی۔ پھر دوسری لڑائی ستاقلیہ کے مقام پر ہوئی جس میں ایرانیوں  
 کو شکست فاش ہوئی۔

مروحمہ کی لڑائی اور مسلمانوں  
 کا شدید جانی نقصان

ایرانیوں کی اس شکست کی خبر حیر  
 کمانڈر ان چھپت رستم کو پہنچی تو اس  
 نے ایک تازہ دم فوج بہمن بن  
 جادویہ کی کمانڈ میں روانہ کی۔ یہ فوج کوفہ کے قریب مروحمہ کے مقام پر  
 مسلمانوں سے نبرد آزما ہوئی، مسلمانوں نے فرات کو عبور کر کے ایرانی فوجوں پر  
 دھاوا بول دیا۔ مگر جہاں مسلمان دیا کو عبور کر کے پہنچے وہ جگہ ناہوار تھی اس  
 لیے اچھی طرح لڑ نہ سکے۔ ایرانی فوج کے کسکے ہاتھیوں کی قطار تھی، عربی  
 گھوڑے جنہوں نے کبھی ہاتھی نہیں دیکھے تھے خوفزدہ ہو گئے۔ ابو عبیدہ  
 نے گھوڑے سے اتر کر اپنی فوج کو پیدل ہو کر ہاتھیوں پر حملہ کرنے کا حکم

دیا۔ اس حملہ میں ابو عبیدہ مارے گئے۔ سردار کی موت سے مسلمانوں میں  
 بددلی پھیل گئی۔ اس اضطراب کو دیکھ کر بنی ثقیف کے ایک فوجی عبداللہ  
 نے فرات کا پل توڑ دیا۔ اب مسلمانوں کے لیے لڑائی کے سوا کوئی  
 چارہ کار نہیں تھا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی مگر دشمن پر مسلمان فوجیں  
 غلبہ نہ پاسکیں۔ ثنیٰ نے فوراً پل تعمیر کرایا اور اپنی فوجوں کو لوٹ آنے  
 کا حکم دیا۔ اس جنگ میں چار ہزار مسلمان مارے گئے۔ صرف تین  
 ہزار مسلمان زندہ بچے۔ اس جنگ کو جسردیل کی لڑائی بھی کہتے ہیں  
 اس جنگ میں ثنیٰ خود بھی بڑی طرح زخمی ہوئے۔ مسلمانوں کی خوش قسمتی  
 سمجھئے کہ ایران کے پایہ تخت مدائن میں بغاوت ہو گئی اور بہمن بن  
 جادویہ کو مدائن واپس جانا پڑا۔

## جنگ بویب

رمضان ۱۳ھ نومبر ۶۳۲ء

جب جنگ جسردیل کی شکست اور مسلمانوں  
 کے کثیر تعداد میں مارے جانے کی خبر  
 مدینہ پہنچی تو حضرت عمر کو بہت صدمہ

ہوا۔ انہوں نے فوج کے مزید دستے مختلف سرداروں کی قیادت  
 میں روانہ کیے۔ اس فوج میں جریر بن عبداللہ بھی شامل تھے مسلمانوں  
 کی فوجیں خثان کے مقام پر خمیہ زن ہوئیں۔ ادھر بہمن مدائن میں امن  
 قائم کر کے پھر مسلمانوں کے مقابلے میں آڈٹا۔ ثنیٰ خثان سے روانہ  
 ہو کر فرات کے غریبی کنارے بویب کے مقام پر آ پہنچے۔ ایرانیوں نے



دریا عبور کر کے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ سخت جنگ ہوئی۔ طرفین کے کشتوں کے  
پشتے لگ گئے۔ ایرانی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ان کا سردار مہران  
مارا گیا۔ ایرانی فوج بھاگ نکلی اور اس بھاگ دوڑ میں انہوں نے پل کا رخ  
کیا جسے مسلمان پہلے ہی بند کر چکے تھے۔ جب ایرانیوں کے لیے فرار  
کا کوئی راستہ نہ رہا تو وہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ وہ سینکڑوں کو مارے  
اور خود مر جاتے۔ مسلمانوں کا بے حد جانی نقصان ہوا جس کا ثمنی اکو بہت  
انسوس تھا اور وہ دشمن پر راہ فرار بند کر دینے پر مدتوں متاسف رہے  
آخر مسلمانوں کو فتح ہوئی اور ایک لاکھ ایرانی مارے گئے۔ مفتوحہ علاقوں پر  
مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ بہت سا مال غنیمت اور تاج کے ذخائر  
مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اس جنگ کے بعد ثمنی بنجار میں قتل ہوئے  
اور ان کا انتقال ہو گیا۔

**جنگ قادسیہ**  
محرم ۱۴ھ مطابق ۶۳۵ھ  
ساسانی دربار پوران دخت کی سلطنت  
اور رستم کی قیادت سے تنگ آچکا  
تھا۔ کیونکہ اس عہد میں ایرانی مملکت  
کاشیرازہ بکھر چکا تھا۔ اس لیے ایرانی درباریوں نے یزدگرد کی سلطنت  
کے لیے پسند کیا۔ یہ ایرانی شاہزادہ شیرویہ کے قتل عام میں پیشکل  
اپنی جان بچا سکا تھا۔ اس وقت یہ اکیس سالہ ہوتا تھا جو ان تھا نہایت  
دانا و زیرک تھا۔ اسے بادشاہ بنا کر ایران کے اعیان سلطنت ایران کے

تاریخ اسلام سید عبدالقادر مرحوم ۲۲۸ھ کے تاریخ خلافت اسلامیہ ص ۱۰۳

ان علاقوں کو پھر سلطنت ایران میں شامل کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہو گئے۔ جو صحرائی عربوں کے قبضہ میں جا چکے تھے۔ یزدجرد نے ایرانی سرحدوں کو مضبوط کر کے عربوں کے خلاف جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت عمر کو زبیر کو قبضہ میں لانے کا موقع مل گیا۔ وہی زبیر جو حضرت ابوبکر کے قیام خلافت کے وقت علی کے ساتھ حزب اختلاف میں تھے۔ چنانچہ جو مزید فوجیں اس وقت ایرانیوں کے مقابلہ میں روانہ کی گئیں۔ وہ حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن ابن عوف کی کمانڈ میں تھیں اور سعد بن ابی وقاص ان افواج کے سپہ سالار تھے۔ سعد کی فوج نے پہلے زردو میں مقام کیا۔ پھر ثرات پہنچے۔ یہاں ثنی کے بھائی معنی بن حارثہ ان سے آئے۔ اس وقت اسلامی لشکر کی کل تعداد تیس ہزار تھی۔ سعد نے نہایت موزوں فوجی پوزیشن اختیار کی۔ قلابہ کے مقام پر ڈیرے ڈال دیے جو موجودہ کوفہ سے ۱۴ میل پر اور حیرہ سے ۱۱ میل پر ایسی جگہ واقع تھا جہاں ملائین اور حیرہ کی سڑکیں گزرتی تھیں اس کے مشرقی سرے پر دریائے فرات کی ایک نہر تھی اور مغرب کی طرف خندق شاپور جسے شاپور نے دفاع ملی کے لیے بنوایا تھا۔ فوج کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے اس طرح لشکروں کو مرتب کیا کہ ہر زمین ایران ان کے سامنے تھی۔ اور عرب کے ہاٹھ سان کی پشت پر بستے۔ اس میں فوجی مصلحت تھی کہ اگر مسلمانوں کو فتح ہو تو وہ وسیع پیمانہ پر ایران میں آگے بڑھ سکیں اور اگر خدا نخواستہ شکست ہو جائے

وہ پہاڑوں میں پناہ گزین ہو سکیں۔ اس فوج میں چودہ سو صحابی تھے۔

**عرب وفد دربار ایران میں** | سب سے پہلے سعد بن ابی وقاص نے چودہ آدمیوں کا ایک وفد جن

میں مغیرہ بن شعبہ، معنی بن عارضہ، نعمان بن مقرن، عاصم بن عمر تمیمی اور عدی بن سہیل بھی تھے کسریٰ یزدجرد کے دربار میں روانہ کیا۔ وفد جب شاہی دربار میں پہنچا، ترجمان کے ذریعہ گفتگو ہوئی۔ یزدجرد نے کہا

**یزدجرد کی تقریر** | تم لوگوں نے ہمارے علاقے میں شورش پیدا کر دی ہے۔ ہم ہمیشہ تمہیں حقیر سمجھتے تھے تمہارے

لوگ ہمارے ملک میں تجارت یا گداگری کے لیے آیا کرتے تھے۔ یا بھوک کے مارے ہمارے مال آباد ہو جاتے تھے۔ تم سو سمار کا گوشت کھاتے اور اونٹ کا دودھ پیتے تھے۔ تمہارا کام آپس میں لڑائی جھگڑا تھا۔ اب تم ہمارے علاقہ پر قبضہ کر بیٹھے ہو۔ یہاں کے میوے اور کھانے کھا کر موٹے ہو گئے ہو۔ یاد رکھو اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا؟

**مغیرہ بن شعبہ کا جواب** | جو تم کہتے ہو سب سچ ہے۔ اللہ نے ہمارے حال پر رحم فرمایا۔ اور ہم پر

ایک نبی مبعوث فرمایا۔ اس نے ہمیں ہدایت فرمائی اور اللہ کی برکتیں ہمارے شامل حال ہوئیں۔ اب دنیا کو مہامت کرنا ہمارا فرض ہے۔ پس اب یا تو تم سب مسلمان ہو جاؤ یا تمہیں دنیا قبول کرو۔ یا پھر تمہارا ہی فیصلہ کرے گی۔



یہ سن کر نزدِ جدِ طیش میں آیا اور اس نے کہا اگر میں الا قوامی قانون اجازت دیتا تو میں تم سب کو قتل کر دیتا۔ اب ہمارا میدان جنگ میں مقابلہ کے لیے آؤ۔

**شدید جنگ** | رستم ایک لاکھ بیس ہزار فوج کے ساتھ قادیسیہ پہنچا۔ ابتدا میں رستم جو مسلمانوں کی فوج سے خائف تھا تاہم ٹول کرتار ہا اور سفیروں کے ذریعہ صلح کی گفتگو جاری رہی۔ آخر محرم ۳۸۷ھ کو ایرانی شروع ہوئی۔ پہلے دن ایرانی کامیاب رہے، دوسرے دن مسلمان دھڑ کر پڑے اور اس دن ایرانی سردار بہمن اور ایرانی شاہزادہ براز مارے گئے تیسرے دن مسلمانوں نے ہاتھیوں کو نیزوں سے اندھا کر دیا اور ان کی سونڈیں تلواریں سے کاٹ دیں۔ چوتھی خونزدہ ہو کر دوڑ پڑنے ایرانی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ دن رات گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ چوتھے روز مسلمانوں نے شدید حملہ کیا۔ ان کا سپہ سالار رستم مارا گیا۔ ایرانی فوج بھاگ پھری ہوئی مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

**طرفین کا نقصان** | اس جنگ میں تیرہ ہزار مسلمان کام آئے اور ایک لاکھ ایرانی قتل ہوئے۔

**مالِ غنیمت** | اس جنگ میں بیشمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ سپہ سالار رستم کی نعش نے جو جواہرات اتارے کئے ان کی مالیت ستر ہزار شرفی تھی۔ جواہرات اسلحہ، زیورات، گھوڑے، تعدادِ کثیر مسلمانوں

سے تاریخ اسلام میں عبدالقادر مرحوم ص ۱۱۱



کے ہاتھ لگے۔

**جنگِ قادسیہ کے نتائج** | ۱۔ قادسیہ کی جنگ سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے اور ایمانوں کی کمرمت ٹوٹ گئی۔

۲۔ عربوں کی فوجی طاقت کی دھاک بیٹھ گئی۔

۳۔ قادسیہ کی فتح سے مسلمانوں کے متول میں بہت اضافہ ہو گیا۔

۴۔ اس متول سے مسلمانوں میں بہت سی اخلاقی برائیاں آ گئیں۔ مال دنیا کی محبت بڑھ گئی اور باہمی رقابت پیدا ہو گئی۔ جب فتحِ قادسیہ کے بعد حضرت عمر کی نظر زرد جو اہر کے ڈھیروں پر پڑی تو آپ نے فرمایا "بھال دولت آتی ہے وہاں حسد و رقابت بھی آ جاتے ہیں" مسلمانوں میں ایسا انقلاب آیا اور یہ انقلاب ان فتول کا باعث ہوا جنہوں نے حضرت علیؑ کو چین سے حکومت کرنے کا موقع نہ دیا۔

۵۔ عرب اور ایرانی تمدن کا تصادم ہوا جس سے اسلامی سادگی خست ہو گئی اور ایرانی تخیل نے مسلمانوں کی تہذیب کو تباہ کر دیا۔

۶۔ حضرت عمرؓ نے بصرہ اور کوفہ کے شہر بسائے اور عرب عراق میں آکر آباد ہوئے۔

**فتحِ بابل** | جنگِ قادسیہ میں بہمن اور رستم مارے گئے۔ دو ایرانی سردار ہرمزان اور فیروزان باقی ایرانی سپاہ کو لے کر بابل پہنچے۔ عرب لشکروں نے قنقاع بن عمروؓ کی قیادت میں ان کا تعاقب کیا۔

ایرانی مقابلہ کی تاب نہ لائے۔ ہرمزان اپنی ریاست اہواز کی طرف بھاگ گیا اور فیروزان نے نہادند کی راہ لی۔ سعد بن ابی وقاص مفتوحہ علاقے کے انتظام میں مصروف ہو گئے۔ چیرہ کے شہر پر تیسری بار مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ بابل سے ایرانی صدر مقام مدائن صرف تیس میل تھا۔

**مدائن** مدائن اس زمانہ میں ایرانی حکومت کا صدر مقام تھا۔ یہ شہر دریائے دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد تھا۔ مشرقی آبادی طیسیفون کہلاتی تھی۔ اس میں شاہی محلات تھے۔ شہنشاہ ایران کا سفید محل کلخ کسری تھا جس کی خوش منظر اور بلند محراب طاق کسری کہلاتی تھی۔ اور بہت دور دراز فاصلہ سے دکھائی دیتی تھی۔ اسی حصہ شہر میں ایرانی مقتدر امرا آباد تھے۔ مغربی آبادی سلوسیہ تھی۔ اس میں بہت عالیشان عمارتیں تھیں۔ اس حصہ کو یونانیوں نے آباد کیا تھا۔ اس حصہ کے استحکام کے لیے جانب شرق جھیل بنا کر خندق کھودی گئی تھی جس سے یہ شہر مضبوط و مستحکم ہو گیا تھا۔ عرب ان دو شہروں کو مدائن یعنی دو شہر کہتے تھے۔ ان کے استحکام کا یہ عالم تھا کہ ۶۲۸ء میں رومی فوجوں نے اس پر حملہ کیا تھا اور اسے فتح نہیں کر سکے۔

**فتح مدائن** سعد بن ابی وقاص نے قادسیہ میں دو ماہ قیام کر کے بحیرہ شہر کی طرف پیش قدمی کی، راستے میں بہت سی بستیوں کو تاخت کر کے بحیرہ شہر پہنچے۔ سعد بن ابی وقاص کا خیال تھا کہ جب تک مدائن فتح نہیں ہوتا۔ عراق کی مہم سر نہیں ہوتی۔ یزدجرد نے مدائن کی حفاظت کے انتظامات شروع کر دیے تھے۔ سعد نے مدائن پر حملہ کر دیا۔ پہلی معرکہ آرائی

سلوسیہ میں ہوئی۔ اس مقام پر شہنشاہ ایران کی ماں خود فوجوں کو کمان کر رہی تھی مسلمانوں کی بہادری سے عرب ہو کر یزدجرد نے پیغام بھیجا کہ عرب دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر قبضہ رکھیں اور یہ علاقہ ہمارے پاس رہنے دیں۔ اس سے دریائے دجلہ دونوں حکومتوں کے درمیان حد حاصل رہیگا مگر اس شرط کو عرب پہ سالار سعد نے منظر نہ کیا۔ ایرانیوں نے مقابلہ کی تاب نہ لا کر سلوسیہ کو خالی کر دیا۔ اور طیسیفون میں قلعہ نشین ہو گئے۔ اور انہوں نے دجلہ کے تمام بپوں کو توڑ دیا یزدجرد نے عربوں کے بڑے ہوئے حوصلے دیکھ کر اپنے خاندان کو حلوان بھیج دیا۔ یہ مقام مدائن سے سو میل کے فاصلہ پر پہاڑوں میں واقع ہے۔ شاہ ایران اپنے خزان اور نقد و جنس کو بھی دور دراز مقامات میں منتقل کرنا چاہتا تھا۔ کہ سعد نے حملہ کر دیا۔ عربوں نے نہایت دلیری سے دجلہ کو عبور کیا۔ صفر ۱۶ھ مارچ ۶۳۷ء کو طیسیفون پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

**مدائن کے غنائم** | مدائن سے بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جو اہرات، صونا، چاندی، سونے چاندی کے جانوروں کے بت مثلاً سولے کا ایک گھوڑا تھا جس میں یا قوت جڑے ہوئے تھے۔ چاندی کی ایک اذینٹی جو موتی اور ہیروں سے مزین تھی گذشتہ بادشاہوں کی تلواریں، نادر روزگار قالین، المختصر کونسی چیز تھی جو مسلمانوں کے ہاتھ نہ آئی۔

**نادر روزگار قالین نو بہار یا قرش بہار** | اہل غنیمت میں ایک

نادر روزگار قالین "نو بہار" یا "فرش بہار" تھا۔ اس پر موسم بہار کے پھول اور  
 اور طبیور کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اس کی زمین سونے کی تھی، سبزہ زمرد کا  
 جدولیں مکھیراج کی تھیں۔ یہ قالین بھی مال غنیمت میں مدینہ پہنچا۔ بعض  
 کرام چاہتے تھے کہ اس زمانہ کی صنعت کے شاہکار قالین کو نادر روزگار  
 یادگار کے طور پر محفوظ رکھا جائے مگر حضرت عمرؓ نے اسے ٹکڑے ٹکڑے  
 لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ بعض یورپین مورخوں نے حضرت عمرؓ کے اس اقدام کی  
 کی ہے اور کہا ہے کہ حضرت عمرؓ میں صنعت و حرفت کی اقدار کا احساس  
 تھا ورنہ وہ ایسی نادر روزگار چیز کو اس طرح معدوم نہ فرماتے۔ انہیں ایسا  
 کرنا چاہیے تھا۔ ان کے جواب میں بعض خوش عقیدہ مسلمانوں نے جنہیں  
 عمرؓ سے بہت مذہبی عقیدت تھی اس اعتراض کا جواب عجیب و غریب  
 سے دیا ہے۔ لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ خسروؒ پر ویز نے چونکہ سرکا یورپ  
 کے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تھے یہ اس گستاخی کا جواب تھا،  
 سلطنت ایران کے ٹکڑے کیے جانے کی دلیل تھی جس سے عربوں  
 قومی وقار میں اضافہ ہو گیا۔ اعتراض کا یہ جواب ایک خطابی نکتہ ہے۔ اگر  
 کے نکات حضرات علمائے کرام اپنے خطبات میں بیان کر کے سامعین  
 محو کر لیا کرتے ہیں۔ مگر ایک مورخ کا ایسی باتیں لکھنا مورخانہ نشانہ  
 طرح نشانہ نہیں۔ درحقیقت یہ اقدام حضرت عمرؓ کے تدبیر اور رفعت  
 سیاست کی دلیل ہے۔ جواب دینے والوں نے خطابی نکتہ بیان کر دیا  
 حضرت عمرؓ کی نیا صنی اور نفسیاتی ہمارت پر نظر نہیں کی۔ حضرت عمرؓ



ت کے نباض تھے اور اپنی عرب کو مال غنیمت سے جو شغف تھا اس  
 سے خوب واقف تھے ان کو صنعت کی قدردانی سے بڑھکر ان جانبازد  
 مالیت قلب کا زیادہ احساس تھا جو اپنی جان جو کھول میں ڈال کر  
 لکب خارجہ میں لڑ رہے تھے، ان کی حوصلہ افزائی نہایت ضروری تھی  
 وہ باتیں ہیں جن سے حضرت عمرؓ نے ایک دیر پاہر و اعزتری حاصل کی  
 بروہ آسمان سیاست پر مہر و ماہ بن کر چمکے۔ بعض مورخین نے قالین کے  
 رٹے ٹکڑے کرنے کے متعلق لکھا ہے کہ ایسا حضرت علیؓ کے مشورہ  
 کیا گیا جو قطعاً خلاف واقعہ ہے۔

**جلولہ کی فتح** | مدائن کو خالی کرنے کے بعد ایرانی فوج جلولا پہنچی ایرانی  
 اہل نے ہم عراق میں عربوں سے آخری فیصلہ کن لڑائی  
 ہونے کے لیے جلولا میں جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ شہر کے ارد گرد خندق  
 کھود کر چاروں طرف نوہے کے کاسٹے بچھا دیئے۔ کسریٰ یزدجرد نے مہران  
 رازی کی سپہ سالاری میں جلوان سے مزید فوج روانہ کی۔ سعد نے جلولا پر حملہ  
 کے لیے بارہ ہزار فوج ہاشم بن عقبہ کی کمان میں روانہ کی اور خود مدائن کے  
 نظم و نسق میں مصروف رہے۔ مسلمانوں کی فوج نے جلولا کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ  
 عسکریں کے پاس سامان رسد کافی تھا اس لیے محاصرہ طویلانی ہو گیا۔ آخر مسلمانوں  
 نے تنگ آ کر ایک دن جلولا پر دھاوا بول دیا۔ اس حملہ میں تعقاع سب  
 سے آگے تھے۔ ایبائی بھی دل کھول کر لڑے مگر آخر شکست کھائی۔  
 اس جنگ میں ایک لاکھ ایرانی مارے گئے۔ اور زمین کر دڑ کا مال غنیمت

مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جب یہ خبر حلوآن پہنچی تو یزدجرد نے حلوآن سے  
 راہ فرار اختیار کی، مسلمانوں نے حلوآن پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔  
 اور اسے سرحد کی حفاظت کے لیے فوجی پو کی قرار دیا۔

**معرکہ تکریت** | حضرت سعد بن وقاص مدائن کے انتظامات میں مصروف  
 تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ علاقہ موصل کے رومی اور  
 عربی عیسائی قبیلے لڑائی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آپ نے عبداللہ بن معتمر  
 کی سرداری میں پانچ ہزار کا ایک ہزار لشکر تکریت کی طرف روانہ کیا۔ دشمن  
 شہر کے گرد خندق کھود کر مورچوں میں مقابلہ کرتے رہے۔ چوبیس مقابلوں  
 کے بعد دشمن نے بہت ہار دی۔ اور عرب قبائل جنگ سے تنگ آ کر مسلمان  
 ہو گئے اور ان کی مدد سے رومیوں سے مقابلہ کیا۔ تکریت پر فتح پا کر یہ لشکر  
 نینوا اور موصل کی طرف بڑھے لیکن تکریت کی فتح کے بعد یہاں سے بغیر  
 لڑے دونوں شہروں پر قابض ہو گئے اس طرح اور چند بستیوں اور شہروں  
 پر بھی قبضہ ہو گیا۔

اس طرح عراق کی مہم ختم ہوئی مفتوحہ علاقہ کے غیر مسلموں پر جزیہ لگا دیا  
 گیا۔ زرعی اراضی کاشتکاروں کے قبضہ میں ہی چھوڑ دی گئی۔

**کوفہ کی آباد کاری** | فتح عراق کے بعد شہر مدائن کو عرب لشکروں کا ہیڈ  
 کوارٹر قرار دیا گیا۔ مگر وہاں کی آب و ہوا عرب سپاہ

کے موافق نہ تھی۔ چنانچہ ایک نئے شہر کے آباد کرنے اور اسے عرب لشکروں

کی چھاؤنی بنانے کی سکیم مرتب کی گئی۔ حضرت سلمان اور حضرت خذیفہ میانی نے اس مقام کو پسند کیا جہاں کوفہ آباد ہے۔ چنانچہ وہاں شہر آباد کیا گیا۔ اور اسے سلمان شکرول کا صدر مقام قرار دیا گیا۔ اس میں نہایت عالیشان عمارتیں تعمیر کی گئیں اور عراق کے گورنر کے لیے ایک رفیع الشان محل تعمیر کیا گیا۔ شہر کے وسط میں ایک وسیع مسجد تعمیر ہوئی جس میں چالیس ہزار نمازیوں کے نماز پڑھنے کی گنجائش تھی۔ مسجد اور گورنر کے محل کے درمیان ایک تہ خانے میں بیت المال (خزانہ) کی تعمیر ہوئی۔ گورنمنٹ ہاؤس اور مسجد کے گرد و نواح میں چاروں طرف شاندار عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ آبادی کو مختلف محلوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس شہر کی سڑکیں اور گلیاں نہایت کثرت سے بنیں۔ سڑک کی چوڑائی ۱۰۰ گز اور گلی کی چوڑائی ۲۰ سات گز قرار دی گئی۔ اس شہر کا نقشہ ابوالبیاض بن مالک نے تیار کیا تھا۔ محرم ۳۸۵ مطابق جنوری ۶۳۸ء کو عراق کے پہلے گورنر سعد بن ابی وقاص نے کوفہ میں نزول اجلال فرمایا۔ اسی طرح ابلہ کی آب و ہوا خراب تھی اور وہ بھی ایک حصہ کا فوجی صدر مقام تھا۔ اس جگہ بصرہ کو بسا کر فوجی چھاؤنی قرار دیا گیا۔

## سوالات

۱۔ عراق پر حملہ کے کیا وجوہات ہیں؟ خالد کی مہم شام پر روانگی کے بعد عراق کی مہم کس کے سپرد ہوئی؟

۲۔ بابل کی جنگ کو بیان کر کے عراق کے متعلق حضرت ابو بکر کی ہدایت اور حضرت عمر کے عمل کو بیان کیجئے۔  
 ۳۔ نمارق اور کسکر کی لڑائیوں کو بیان کر کے اس کے نتیجہ کو بیان کیجئے۔

۴۔ مردہ کی لڑائی کے حالات بیان کیجئے اور بتائیے کہ اس میں کتنے مسلمان کام آئے اور اسے جنگ جہر کیوں کہتے ہیں اور اس کا نتیجہ کیا ہوا؟

۵۔ جنگ بویب کے واقعات بیان کر دو۔ اور بتاؤ کہ اس میں مسلمانوں کا جانی نقصان کس قدر اور کیوں ہوا۔ کس قدر ایرانی موت کے گھاٹ اتارے گئے مسلمانوں کے حق میں اس کے کیا نتائج تھے؟

۶۔ جنگ قادسیہ کی ابتدا کس طرح ہوئی اس جنگ میں کون کون سے مشاہیر بھیجے گئے اور میدان جنگ کی کیا پوزیشن تھی؟

۷۔ دربار ایران میں عرب وفد کے حالات بیان کیجئے اس وفد کے سامنے یزدجرد نے کیا تقریر کی اور مغیرہ بن شعبہ نے کیا جواب دیا۔ اور اس وفد کا نتیجہ کیا ہوا۔

۸۔ قادسیہ کی جنگ کو بیان کیجئے۔ طرفین سے کس قدر تعداد کام آئی اور مال غنیمت کا کیا اندازہ تھا؟



۹۔ جنگِ قادسیہ کے نتائج بیان کیجئے۔

۱۰۔ بابل کی فتح کو بیان کیجئے۔

۱۱۔ مدائن کی اہمیت، اس کا محل وقوع اور اس کے دونوں حصوں اور اس کے استحکام کو بیان کر کے بتلاؤ کہ عرب اسے مدائن کیوں کہتے تھے؟

۱۲۔ فتحِ مدائن کے حالات بیان کیجئے اور بتلائیے کہ یہاں سے کس قدر مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور اس میں کون کون سی چیزیں قابلِ ذکر تھیں؟

۱۳۔ نادر روزگار قالین ڈو بہار یا فرش بہار کی ندرت کو بیان کر کے بتلائیے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کے مشورہ کے برخلاف اسے کس طرح تقسیم کیا؟ یوہین مؤرخوں نے اس پر کیا اعتراض کیا ہے۔ اور مسلمانوں نے عقیدت سے اس کا کیا جواب دیا۔ اس جواب پر مؤرخانہ تنقید کر کے لکھیے کہ حضرت عمرؓ نے اسے پانچ پارہ کر کے کیوں تقسیم کیا؟

۱۴۔ جلولا کی فتح کے حالات بیان کیجئے۔ اس میں کس قدر ایرانی مارے گئے اور کس قدر مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا؟

۱۵۔ تکريت کی فتح اور اس فتح کے اثرات بیان کیجئے۔

۱۶۔ کوفہ کی آبادکاری کی کیا وجہ تھی؟ اسکی آبادی اور حصول وغیرہ مفصل طور پر روشنی ڈالئے۔

# بیسواں باب

## تسخیر ایران

کیا حضرت عمر عراق سے آگے بڑھنے کے خلاف تھے؟ کہا جاتا ہے کہ

حضرت عمر کی رائے تھی کہ مسلمان اپنی فتوحات کو عراق تک ہی محدود رکھیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو ایک خط بھی تحریر فرما دیا تھا۔

مگر حیب ہم اسے ناقدانہ نظر سے دیکھتے ہیں تو یہ خیال صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ ذرا اس خیال کی کمزوری پر غور و فکر کیجئے:-

۱۔ حضرت عمر نے اپنے سیاسی رویہ سے عربوں پر پورا تسلط حاصل کر لیا تھا۔ وہ ایسے کمزور حکمران نہیں تھے کہ عرب عساکر ان کے کنٹرول سے باہر ہو کر جنگ کے ممالک خارجہ میں جاری رکھ سکیں۔ لڑائیوں کا یہ سلسلہ ان کی مرضی اور منشاء کے بغیر جاری نہیں رہ سکتا تھا۔

۲۔ عراق کے بعد ایران، شام، فلسطین اور مصر میں ان کا جنگی شغف

بتلا رہا ہے کہ ان کا فتوحات کو عراق تک محدود کرنے کے لیے اظہار  
خیال ایک سیاسی کارنامہ تھا۔ وہ یہ دیکھتا چاہتے تھے کہ آیا عراق میں  
جو ہزار مسلمان ختم ہو گئے اس سے ان کے جنگ و جدل کے جوش  
اور مال غنیمت کے والہانہ جذبہ میں کوئی کمی تو نہیں آئی۔ اور وہ  
ان مسلسل جنگوں سے تنگ تو نہیں آ گئے۔ جب انہوں نے دیکھا  
کہ قادیسیہ، جلولاء اور مذائن کی فتوحات اور کثیر التعداد مال غنیمت نے  
ان کی جہلتِ جدلیہ اور جہلتِ اکتساب کو تیز کر دیا ہے تو انہوں نے  
فتوحات کے جاری رکھنے کے لیے مسلمان بہادروں کی حوصلہ  
افزائی فرمائی۔

**ایران پر حملہ** فتح عراق کے بعد مملکتِ عربیہ میں متعدد بنیابی وقاص  
کے جنگی کارناموں سے ان کی بہادری کے چرچے  
عام ہوئے تو ان کے حریفوں میں سبقت لے جانے اور بڑا بننے کا  
جذبہ مشتعل ہو گیا۔ چنانچہ اسی جذبہ کے تحت علاربین حضرمی کے  
دل میں جو حضرت عمر کی طرف سے بحرین کے حاکم تھے سعد کی زیارت  
بھڑک اٹھی۔ اور انہوں نے بھی شہرت اور ناموری کے جذبہ میں مرکزی  
حکومت سے اجازت حاصل کیے بغیر بحرین سے مسلمانوں کی فوج  
کشتیوں کے ذریعہ سرزمینِ فارس پر اتار دی۔ یہ فوج فارس کے  
ساحل پر اتر کر اصطخر کی طرف بڑھی۔ مگر ایک ایرانی فوج ان کے اور  
کشتیوں کے درمیان حائل ہو گئی۔ مجبوراً یہ فوج مرتے مارے خشکی

کی راہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئی۔ مگر ایرانی مرزبان (گورنر) شہر کے لئے ان کا راستہ روک کر انہیں محاصرہ میں لے لیا۔ اور طاؤس کے مقام پر علاء بن حضرمی کو نظر بند کر دیا۔ جب حضرت عمر کو یہ خبر پہنچی تو آپ بہت ناراض ہوئے۔ اور علاء بن حضرمی کو معزول کر کے عقیقہ بن غزوہ کو جو بصرہ کا حاکم تھا حکم دیا کہ وہ محاصرہ میں آئی ہوئی فوج کا انتظام کرے چنانچہ اس نے ابوسبرہ کی سپرداری میں بارہ ہزار فوج بھیجی جس نے شہر کو شکست دے کر محصور فوج کو محاصرہ سے نکالا۔

ایران کا جو صوبہ بصرہ سے مشرق

کی طرف واقع ہے خوزستان

کہلاتا ہے۔ اس صوبہ کا گورنر ہرمزان

خوزستان کی مہم

۳۸-۳۹ء

اپنے صدر مقام اہواز سے عربی سلطنت کی سرحدوں پر حملے کرتا رہتا تھا۔ ان دنوں یزدجرد شاہ ایران اپنی سلطنت کی شمال مشرقی سرحد پر مرو میں قیام پذیر تھا۔ وہ بھی ایرانی سرداروں کو عربوں کے خلاف مشتعل کر رہا تھا۔ اس پر حضرت عمر نے سعد کو حکم دیا کہ وہ نعمان بن مقرن کی زیرکمان ایک فوج خوزستان روانہ کریں۔ نیز بصرہ کے حاکم کو حکم دیا کہ وہ ایک فوج سہیل بن عدی کی سرکردگی میں بھیج دے ابوسبرہ ان دونوں فوجوں کے سپہ سالار مقرر ہوئے۔

نعمان نے اہرمزد (اہواز) پر حملہ

کیا اور اہرمزد کو فتح کر کے ہرجان

اہرمزد اور تیسرے یاشوستر کی فتح



پر قبضہ کر لیا اور پھر قسٹر (خوستر) کا محاصرہ کر لیا۔ اسی اثنا میں لبرہ کی فوج بھی پہل  
بن عدی کی قیادت میں آن پہنچی۔ خوب لڑائی ہوئی اور محاصرہ طویل پکڑ گیا  
قسٹر کے وسط سے ایک نہر گزرتی تھی۔ عرب سپاہی اس نہر کے ذریعہ شہر میں  
گھس گئے اور اندر جا کر شہر کے دروازے کھول دیے۔ ہرمزان نے اس  
شرط پر ہتھیار ڈال دیے کہ اسے حضرت عمر کے دربار میں بھیجا جائے  
چنانچہ اس نے وہاں پہنچ کر جان بخشی کرا لی اور دو ہزار دھم سالانہ اس کا وظیفہ  
مقرر ہوا۔

**نہادند کی لڑائی** | پے درپے شکستوں کے باوجود یزدجرد بدل نہیں  
ہوا۔ اس نے ایرانی سرداروں کی مدد سے نہادند میں  
ایک زبردست لشکر جمع کر لیا۔ حضرت عمر نے نعمان بن مقرن کی قیادت  
میں تیس ہزار فوج روانہ کی۔ اس فوج نے محرم ۱۹ء میں نہادند پر دھاوا  
بول دیا۔ اس قدر شدید لڑائی ہوئی کہ میدان جنگ میں خون پانی کی طرح بہ رہا  
تھا۔ یہاں تک کہ گھوڑوں کے پاؤں پھسلنے لگے۔ اس جنگ میں ڈیڑھ لاکھ  
ایرانی قتل ہوئے۔ سپہ سالار لشکر نعمان اس جنگ میں کام آئے۔ بہتر مسلمانوں  
کو فتح ہوئی۔ ساسانی عسکری قوت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ فتح اس قدر عظیم الشان  
تھی کہ اسے "فتح الفتوح" کے نام سے موسوم کیا گیا۔

**ایران کو کلی طور پر فتح کرنے کا ارادہ** | نہادند کی لڑائی کے بعد حضرت  
عمر نے ایران کو پورے طور

پر فتح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ سات سرداروں کو علم دے کر مختلف صوبوں کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا گیا۔

**فتح ہمدان** ایک ایرانی سردار فیروزان نہادند سے شکست کھا کر ہمدان پہنچا۔ حضرت عمرؓ نے حذیفہؓ کو سپہ سالار بنا کر اس کے

تعاقب میں بھیجا۔ حضرت حذیفہؓ نے فیروزان کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اہل ہمدان نے صلح کر لی مگر حذیفہؓ کے چلے آنے پر پھر باغی ہو گئے۔ حضرت حذیفہؓ نے نعیم بن مقرنؓ کو فوج دے کر روانہ کیا۔ انہوں نے ہمدان کو فتح کر لیا۔

**زے کی فتح** نعیم بن مقرنؓ نے زے پر حملہ کیا اور وہاں رستم کے بھائی اسفندیار کو شکست دے کر زے پر قبضہ کر لیا۔

**فتح طبرستان** نعیمؓ نے ایک فوج اپنے بھائی سوید کی سرکردگی میں طبرستان روانہ کی۔ اس نے قومس پر حملہ کیا۔ وہاں کے

باشدوں نے بغیر لڑے صلح کر لی۔ پھر اس نے جرجان کو فتح کیا۔ اس پر طبرستان کے حاکم نے پانچ لاکھ درہم تاوان ادا کر کے اطاعت قبول کر لی۔

**فتح اصفہان** عبداللہ بن عقیلؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ دس ہزار فوج کے ساتھ اصفہان کی طرف بڑھے۔ یہاں بھی ایرانیوں

کو شکست ہوئی اور اصفہان کے رہنے والوں نے عربوں کی شرائط قبول کر کے صلح کر لی اور شہر کا قبضہ دے دیا۔

**فتح آذربائیجان** | آذربائیجان کی مہم کے لیے عتبہ بن فرقد مقرر ہوئے  
 انہوں نے اسفندیار کو جوڑے سے خزاہ ہو کر یہاں پہنچا  
 تھا گرفتار کر لیا۔ اور آذربائیجان کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد آذربائیجان  
 کی شمالی سرحدوں کو بھی فتح کر لیا۔ دربند کے قریب پہاڑی جنگجو قوموں نے  
 مقابلہ کیا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد یہ علاقہ بھی فتح ہو گیا۔ عبدالرحمن  
 بن ربیعہ دربند کے حاکم مقرر ہوئے اور دربند کو فوجی چھاؤنی بنا دیا گیا۔

**فتح باب** | باب کا شہر ایک ایسے مقام پر آباد تھا جہاں روس آرمینیا  
 اور ایران کی سرحدیں ملتی تھیں۔ اس شہر کی فتح کے لیے  
 سراقہ بن عمرو مقرر ہوئے۔ اس شہر کا حاکم براز تھا۔ اس نے اطاعت قبول کر  
 لی۔ اس کے بعد بالغیر تک کا تمام علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

**فتح فارس** | فارس کا حاکم شہرک جنگی تیاریوں میں مصروف تھا۔ عثمان بن  
 العاص اس مہم پر بھیجے گئے۔ انہوں نے مختلف معرکوں  
 میں شہرک کو شکست دیکر فارس کے صوبہ پر قبضہ کر لیا۔

**فتح درابگرد** | ساریہ بن زہیم نے ایرانیوں کو شکست دے کر درابگرد پر  
 قبضہ کر لیا۔ حضرت عمر نے ساریہ کو اس جگہ کا حاکم مقرر  
 کر دیا۔

**فتح کرمان و بختان** | سہیل بن عدی نے کرمان کو فتح کیا اور عامر بن  
 عمر نے بختان پر ایرانیوں کو شکست دے  
 کر قبضہ کر لیا۔

## سیستان اور مکران کی فتح | فتح مسلمانوں نے سستان کو بھی فتح کر لیا

نہر سندھ کے کنارے اہل مکران سے لڑائی ہوئی۔ سندھ کے مہدوراج نے بھی مکرانیوں کی مدد کی مگر کفار کے یہ مشترکہ لشکر بھی عرب فوجوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ مسلمانوں کا مکران پر قبضہ ہو گیا۔ اس طرح عرب سلطنت کی سرحدیں سندھ سے جا ملیں۔

## فتح خراسان | خراسان کی فتح کے لیے احنف بن قیس مامور ہوئے

انہیں یہ حکم دیا گیا کہ یزدجرد کا تعاقب کر کے اسے ختم کر دیا جائے۔ احنف نے پہلے ہرات اور پھر مرو فتح کیا۔ یزدجرد بھاگ کر مرو چلا گیا۔ احنف نے جب بلخ کا محاصرہ کیا تو وہ بھاگ کر چین کے علاقے میں چلا گیا۔ احنف نے مرو کو اپنا صدر مقام بنایا۔ وہاں سے فوج کو سارے ملک میں پھیلا دیا۔ اور دریائے جیوں تک تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

اس طرح سارے ایران پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

## عراق کی تقسیم | ایران کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے ایران کو بھی عراق میں شامل کر کے عراق کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا

اپر عراق (عراق بالائی) اور لوئر عراق (عراق زیریں) عراق بالائی کا صدر مقام کوفہ تھا اور عراق زیریں کا صدر مقام بصرہ۔ بالائی عراق کے گورنر سعد بن ابی وقاص مقرر ہوئے اور زیریں عراق کے گورنر عتبہ بن غزوہ



کوئٹہ کی گورنری کے ماتحت باب آذربائیجان، سہدان، ارے، اصفہان، ماہ، موشل  
اور قلیسہ کے علاقے تھے اور لہجہ کی گورنری کے ماتحت خراسان، بختان  
کرمان، کرمان، فارس اور ایوان کے علاقے قرار دیے گئے۔



## سوالات

۱۔ کیا حضرت عمر فتوحات کا سلسلہ عراق سے آگے بڑھانے  
کے خلاف تھے؟ یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ وہ خلاف  
تھے اس کی توثیق عقلی طور پر کیجئے۔

۲۔ ایران پر حملہ کی کیا وجہ تھی؟ عرب فوج کس طرح  
محاصرہ میں آئی اور پھر اسے کس طرح محاصرہ سے  
نکالا گیا؟

۳۔ خوزستان کا محل وقوع بیان کر کے اس صوبہ پر حملہ  
کی وجوہات بتائیے اور بتائیے کہ حضرت عمرؓ نے اس  
مہم کے لیے کیا انتظامات کیے؟

۴۔ اہرمزد اور شوشر کی فتح کے حالات بتائیے۔ شوشر  
کس طرح فتح ہوا اور اس روایت کا کیا نتیجہ ہوا؟

۵۔ نادر کی روایت کو بیان کر کے بتائیے کہ اسے

- ”فتح الفتوح“ کیوں کہتے ہیں۔ اس لڑائی میں کس قدر خوزیدی ہوئی اور کس قدر ایرانی مارے گئے؟
- ۷۔ ایران کو کلی طور پر فتح کرنے کے لیے حضرت عمر نے کیا انتظامات کیے؟
- ۸۔ ہمدان اور رے کی فتح کو بیان کیجئے۔
- ۹۔ طبرستان کی فتح کا حال بیان کیجئے۔
- ۱۰۔ اصفہان کس طرح فتح ہوا؟
- ۱۱۔ آذر بایجان کس طرح فتح ہوا؟ آذر بایجان کے صدر مقام کو کیا اہمیت دی گئی اور یہاں کا حاکم کون مقرر ہوا؟
- ۱۲۔ باب کی اہمیت کو بیان کر کے بتائیے کہ اس کے فتح سے مسلمانوں کی حکومت کو کیا فائدہ پہنچا؟
- ۱۳۔ قاز، درابجرد، کرمان اور سجستان کی فتوحات کو بیان کیجئے؟
- ۱۴۔ سیستان، کرمان اور خراسان کی فتوحات کو بیان کر کے بتائیے کہ ان فتوحات کے سلطنتِ عربیہ پر کیا اثرات پڑے؟
- ۱۵۔ فتح ایران کے بعد حضرت عمر نے عراق اور ایران کو کس طرح تیار کیا اور ان کو کن دو حصوں میں تقسیم کیا؟ اور ان کی انتظامات کیے؟

# ایک سوال باب

## فتوحات شام و فلسطین

شام و فلسطین کا کچھ حصہ حضرت ابو بکر کے زمانے میں فتح ہو چکا  
 نا۔ باقی حصہ حضرت عمر کے زمانہ میں فتح ہوا۔

**فتح دمشق** | یرموک کی شکست کے بعد رومی لشکر فحل میں جمع  
 ہوئے اور قیصر روم نے ایک عظیم الشان لشکر دمشق  
 بھیج دیا۔ حضرت عمر نے ابو عبیدہ کو سپہ سالار اعظم مقرر کیا اور رومیوں  
 کے مقابلہ کے لیے شام بھیجا۔ دمشق کی زمینیں نہایت سرسبز و شاداب  
 تھیں۔ اس کی درختی اور سرسبز دادیوں کی وجہ سے اسے ”عالم بارخ“  
 (GARDEN OF THE WORLD) کہتے تھے۔ اس شہر

میں رومیوں کے استخلاصات اس قدر زبردست تھے کہ یہ ناقابل تسخیر  
 سمجھے تصور کیا جاتا تھا۔ ابو عبیدہ نے ایک لشکر فحل کی طرف بھیجا اور خود  
 دمشق پر حملہ آور ہوئے۔ رومی جنرل نسطار بن نسطور نے جو کہ دمشق میں رومی  
 لشکر کا سردار تھا۔ مسلمانوں کی آمد پر دمشق کے دروازے بند کر دیے۔

اور قلعہ نشین ہو کر مسلمانوں پر تیروں سے حملہ کر دیا۔ ابو عبیدہ نے دمشق کے چاروں دروازوں پر فوج کا ایک ایک دستہ مقرر کر دیا۔ ایک ہزار عمروں عاص کی قیادت میں تھا، ایک دستہ خالد بن ولید کی سرکردگی میں اور ایک یزید بن ابی سفیان کے ماتحت اور ایک کی کماند خود سنبھالی۔ ایک رات جبکہ رومی لشکر شراب میں مست تھا۔ رقص و سرود کا محفل گرم مٹی اور رومی سپاہی رنگ رلیاں مٹا رہے تھے۔ خالد بن ولید نے رسول کے ذریعہ مسلمان سپاہیوں کو دمشق کی فصیل پر چڑھا دیا۔ جنہوں نے رومی پہرہ داروں کو قتل کر کے شہر کے دروازے کھول دیے۔ ابو عبیدہ لشکر کو شہر میں داخل ہو گئے۔ رومی فوج نے ناچارانہ طور پر صلح کر لی۔

- ۱۔ فی جریب زمین ایک جریب گندم ادا کی جائے۔
- ۲۔ دمشق کے باشندے اپنی جائداد اور سونے چاندی کا نصف حصہ ادا کریں۔

- ۳۔ ہر بالغ مرد اور زن ایک دینار ادا کرے۔
- ۴۔ جو لوگ شہر چھوڑ کر جانا چاہیں انہیں جانے کی اجازت ہوگی۔ یہ شرطیں شام کے دوسرے شہروں کے لیے جو بعد میں فتح ہوئے نمونہ ثابت ہوئیں۔

اس کے معاوضہ میں مسلمانوں نے وعدہ کیا کہ وہ اہل دمشق سے کبھی طرح کا تعرض نہیں کریں گے۔

ابو عبیدہ نے آخری دم تک رسول اللہ سے لڑنے والے اور مجبور



سلام کا اعلان کرنے والے ابوسفیان کے بیٹے کو دمشق کا گورنر مقرر کیا۔ اور  
 وہ نخل کی طرف روانہ ہوا۔ یزید نے گورنر ہونے کے بعد عرقہ، صیدا اور  
 بعلن پر لشکر کشی کر کے انہیں فتح کر لیا۔ معاویہ بن ابی سفیان نے بیروت  
 سیدون اور لبنان کے ساحلی شہروں کو فتح کر لیا۔ فتح دمشق کے بعد گرجاؤں  
 کی عمارتیں بھی تقسیم ہو گئیں۔ چنانچہ سینٹ جان کے نصف حصے میں مسجد بنائی  
 گئی اور صرف نصف گرجا کے طور پر استعمال ہونے لگا۔

**فتح نخل** | نخل میں رومی سپہ سالار سقلان نامی تھا۔ اس نے فصیل کے گرد اردپانی  
 ڈال کر شہر کو مضبوط کر لیا تھا۔ ابو عبیدہ نے شہر کو محاصرہ میں لے  
 لیا۔ ایک رات جب سقلانوں پر شیخون کی نیت سے باہر نکلا تو مسلمانوں نے  
 اس پر حملہ کر دیا۔ ساری رات گھمان کا رن پڑا۔ رومی بہت بڑی تعداد میں  
 قتل ہوئے۔ جن کی کم از کم تعداد اسی ہزار تھی۔ سقلان خود بھی مارا گیا۔ اس روایت  
 میں بے حد غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔

**ویرانی القدوس کی جنگ** | دمشق سے تیس میل کی مسافت پر  
 شمال کی طرف ایک شہر ویرانی القدوس  
 تھا، جہاں ہر سال عیسائیوں کا ایک

نہرہ میلا لگتا تھا۔ طرابلس کا رومی گورنر اپنی بیوی کے ساتھ جو قیصر کی  
 بیٹی تھی اس میلے کی شمولیت کے لیے آیا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ پانچ  
 ہزار جنگجوؤں کا لشکر تھا۔ حضرت عبداللہ ابن جعفر پانچ سو کی فوجی جماعت  
 کے ساتھ اس طرف گشت کر رہے تھے اس فوج کے ساتھ ان کا مقابلہ ہو گیا

حضرت عبداللہ ابن جعفر نے فوج کی قلت کے احساس پر دمشق سے کمک طلب کی۔ خالد ایک ہزار لشکر لے کر آ پہنچے رومیوں کو شکست دے قیصر کی بیٹی کو گرفتار کر لیا۔ اس سلسلہ میں پادریوں کا ایک وفد خالد کے پاس آ پہنچا اور قیصر کی بیٹی کے لیے استدعا کی۔ خالد نے اس استدعا منظور کر لیا۔

**ہمارا استعجاب** | اس واقعہ نے ہمیں حیرت زدہ کر دیا۔ کلمہ گو نماز گو مالک بن نویرہ کے قبیلے کے ساتھ یہ سلوک کہ ان عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنایا گیا۔ اور عیسائیوں کے ساتھ یہ سلوک کہ ان کی استدعا پر قیصر کی بیٹی کو آزاد قرار دیا گیا۔

**فتح مرج روم** | فتح فحل کے بعد ابو عبیدہ نے بیسان او طبریہ کی طرف پیش قدمی کی اور انہیں فتح کر کے حمص کی طرف بڑھ رہے تھے کہ مرج روم کے مقام پر رومیوں کے دو دستوں سے مقابلہ ہوا ایک دستہ رومی سردار توذر کے ماتحت تھا تو دوسرا رومی سردار شنس کے ماتحت تھا۔ توذر کو خالد نے شکست دی اور شنس کو ابو عبیدہ نے۔ اس طرح مرج روم فتح ہو گیا۔

قیصر ہرقل حمص میں جنگی تیاریوں میں مصروف تھا۔ جب اسے فتح مرج روم کی خبر ملی۔ تو فوراً الطاکبہ چلا گیا۔ ابو عبیدہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اہل حمص کو امید تھی

**فتح حمص**  
ذی قعدہ ۱۲ھ مطابق جنوری ۶۳۶ء

فوراً الطاکبہ چلا گیا۔ ابو عبیدہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اہل حمص کو امید تھی

قیصران کے لیے ملک بھیجے گا۔ مگر ایک ماہ کے انتظار کے بعد حب ملک نہ پہنچی تو انہوں نے مجبور ہو کر صلح کر لی۔ ابو عبیدہ نے عبادہ بن صامت کو حص کا گورنر مقرر کیا اور خود آگے بڑھے۔ حماہ شیزر، مصر اور لاذقیہ کو فتح کر کے قبضہ کر لیا۔

حضرت عمر کا فرمان اور شام کے  
دوسرے شہروں پر قبضہ

حصص کی فتح کے بعد حضرت عمر کا حکم موصول ہوا کہ شمالی شام دوسرے شہروں پر قبضہ کے لیے بقیہ شہروں کو فتح کیا جائے چنانچہ خالد نے رومی سردار نبیاس کو شکست دے کر قنسرين کو فتح کیا۔ اہل حلب نے قلعہ بند ہو کر کچھ دنوں مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ مگر آخر مجبور ہو کر صلح کر لی۔ ابو عبیدہ نے انطاکیہ کو فتح کر کے اسے مسلمانوں کی فوجی چھاؤنی قرار دیا۔ اس کے بعد تو اس، بیج اور تل عراز فتح ہوئے۔ اس کے بعد ابو عبیدہ فلسطین کی طرف چلے گئے اور خالد بن ولید مرعش کی طرف روانہ ہوئے۔ رملہ اغرہ سبط، کد، عمواس، جبرین اور یافہ کو فتح کر کے مسلمان بیت المقدس کی سرزمین میں داخل ہو گئے۔

فتح بیت المقدس | ابو عبیدہ، عمرو بن عاص، خالد بن ولید مختلف مقامات سے اپنی فوجیں بیت المقدس پر لے

آئے۔ اہل بیت المقدس نے مناسب سمجھا کہ بغیر اسے صلح کر لی جائے چنانچہ انہوں نے اس ڈر سے کہ کہیں مسلمان ان کی زیارت کا ہیں نہ چھین لیں درخواست کی کہ حضرت عمر خود آکر صلح نامہ مرتب کریں۔ چنانچہ حضرت عمر

نے بیت المقدس پہنچ کر اس صلح نامہ کو مکمل کیا۔ اور صوبہ فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک کا صدر مقام بیت المقدس تھا۔ اس پر علقمہ بن مجزر گورنر مقرر کیے گئے۔ دوسرے کا صدر مقام زطلہ تھا جس کے والی علقمہ بن حکیم مقرر ہوئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ لاہمہ میں مدینہ واپس آ گئے۔

**حمص کی دوسری لڑائی** | قیصر ہرقل نے زبردست تیاری کر کے حمص پر دھاوا بول دیا۔ چنانچہ ابو عبیدہؓ، خالد اور دوسرے مسلمان سرداروں نے زبردست مقابلہ کیا اور رومی افواج کو پسپا کر دیا۔

## سوالات

۱۔ دمشق کی زخمی حیثیت کیا تھی اور اس کے فوجی استحکامات کیسے تھے؟

۲۔ حضرت عمرؓ نے فتح دمشق کے لیے کیا کیا انتظامات کیے؟

۳۔ ابو عبیدہؓ سپہ سالار نے دمشق کے حملہ آویں لشکروں کو کس طرح تقسیم کیا اور لشکر کے سردار کون کون مقرر کیے؟



- ۴۔ دمشق کی فتح کس طرح ہوئی؟
- ۵۔ دمشق میں کن شرائط پر صلح ہوئی؟
- ۶۔ ابو عبیدہ نے دمشق کی حکومت کس کے سپرد کی۔ ابوسفیان کے بیٹوں کی حکومت پر آنے کے بعد فتوحات کیا ہیں؟ اور انہوں نے عیسائی گزبوں سے کیا سلوک کیا؟
- ۷۔ فحل کس طرح فتح ہوا۔ اس جنگ میں کس قدر خون ریزی ہوئی اور کس قدر مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا؟
- ۸۔ دیرابی القدوس کی جنگ کو بیان کر کے خالد کا قبیلہ کی بیٹی سے سلوک بیان کرو۔ اور بتلاؤ کہ یہ سلوک حیرت انگیز کیوں ہے؟
- ۹۔ بیان، طبریہ اور مرج روم کی فتوحات کو بیان کیجئے۔
- ۱۰۔ حمص اور اس کے گرد و نواح کی فتوحات کو بیان کیجئے۔
- ۱۱۔ فتح حمص کے بعد حضرت عمر نے کیا حکم دیا۔ اور اس حکم کے مطابق شام کے دوسرے شہر کس طرح فتح ہوئے؟

۱۲۔ بیت المقدس کس طرح فتح ہوا۔ حضرت  
 عمر نے بیت المقدس پہنچ کر کیا فیصلے کیے  
 اور حمص کی دوسری لڑائی کا حال بیان  
 کیجیے۔



# بالیسوال باب

## فتح مصر

مصر رومی سلطنت کی ایک ریاست تھی جس کا بادشاہ مقوقس تھا۔ اسے دیوی حاکم ہونے کے علاوہ مذہبی منصب بھی حاصل تھا۔ قیصر روم نے اس ریاست کی حفاظت کے لیے قصر شمع اور اسکندریہ کی چھاؤنیوں میں رومی فوجیں متعین کی تھیں۔ مقوقس کی بیٹی اریانسہ فریجیر ہرقل کے بیٹے قسطنطین کی بیوی تھی۔

حضرت عمرؓ نے عمرو بن عاص کو جو فتح مصر کے بہت خواہشمند تھے چار ہزار فوج کے ساتھ مصر کے حملہ کے لیے مامور فرمایا۔ وہ شام میں حدود مصر میں داخل ہو گئے۔

**فتح قصر شمع** | قصر شمع دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ کی صورت میں آباد تھا۔ اس کے مقابل دریائے نیل کے مغربی ساحل پر مصر کا قدیمی صدر مقام منف آباد تھا۔ قصر شمع میں رومی لشکر مقیم تھے۔ ان کا سردار غیرج تھا۔ مقوقس خود

منف میں سکونت رکھتا تھا۔ قصر شمع کا دوسرا نام باب لیون تھا۔ مسلمانوں نے  
 حملہ کر کے اس شہر کو محاصرہ میں لے لیا۔ شہر کے استحکامات کی وجہ سے  
 محاصرہ نے طویل پکڑا۔ حضرت عمرؓ نے بارہ ہزار مزید فوج روانہ کی جس میں  
 زبیر، مقداد اور عبادہ بن صامت جیسے بہادر جنگجو بھی تھے۔ ملک پہنچنے پر  
 عمرو بن عاص نے منجین لگا کر شہر پر سنگباری شروع کر دی۔ اہل شہر  
 دریائے نیل میں کشتیاں ڈال کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ عمرو عاص نے  
 قصر شمع پر قبضہ کر کے منف پر حملہ کر دیا۔ مقوقس نے ایک وفد عمرو عاص کے  
 پاس بھیج کر صلح کر لی۔ صلح کی شرائط یہ تھیں:

- ۱۔ ہر مصری مرد، دو دینار سالانہ ادا کرنے کا۔
- ۲۔ مسلمان مصریوں کی جان و مال کی حفاظت کریں گے۔
- ۳۔ مصری مسلمان فوجوں کی حجب ان کے ملک میں سے گزریں گی نہ دو کریں گے۔

۴۔ مصر میں جو روپی آباد تھے انہیں اجازت دی گئی کہ خواہ وہ مصر میں آباد  
 رہیں یا مصر کو چھوڑ کر چلے جائیں۔

قیصر کو حجب اس صلح کی اطلاع ملی تو وہ مقوقس پر بہت ناراض ہوا اور  
 اس نے پیغام بھیجا کہ معاہدہ کو منسوخ کر کے لڑائی جاری رکھو مگر مقوقس  
 نے اسے قابل توجہ نہیں سمجھا۔

اس معاہدہ کے بعد عین شمس، قیوم، اشمونین، انیس، قری سعید، و میاط  
 اور شطار تمام شہروں نے مسلمانوں کی اطاعت اختیار کر لی۔



مصر کا دوسرا فوجی مرکز اسکندریہ تھا یہ شہر  
بحیرہ روم کی بندرگاہ ہے۔ عمرو عاص نے  
اسکندریہ پر حملہ کر دیا اور چھ ماہ کے محاصرہ

## فتح اسکندریہ

۶۴۱ء

کے بعد مسلمانوں نے اسکندریہ کے تمام قلعے فتح کر کے اسکندریہ پر قبضہ کر لیا  
اسکندریہ کو سر کرنے کے بعد عمرو عاص نے فسطاط کی چھاؤنی قائم کی۔ فتح  
اسکندریہ کے بعد کچھ مسلمان غنیمت میں آباد ہو گئے۔ یہ وہی مقام ہے، جہاں  
اب قاہرہ آباد ہے۔ یہاں عمرو عاص نے ایک مسجد بھی تعمیر کی جو آج تک مصر  
کی تاریخی یادگار ہے۔

## اسکندریہ کا کتب خانہ

اسکندریہ علمی جدوجہد کا ہمیشہ مرکز رہا تھا۔  
بطلمیوسی یونانیوں کے زمانہ میں یہاں ایک

بہت بڑا کتب خانہ بنایا گیا، جہاں علمی تحقیقات کی بہت سی کتابیں جمع  
کی گئیں۔ جب اسکندریہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تو ایک پادری نے استدعا کی  
کہ یہ کتب خانہ اسے بخش دیا جائے۔ عمرو عاص نے اس معاملہ پر حضرت  
عمر کا فرمان طلب کیا تو حضرت عمر نے عمرو عاص کے جواب میں لکھا۔

”اگر یہ کتابیں اللہ کی کتاب قرآن کے علاوہ مطالب رکھتی ہیں  
تو ان کا رکھنا درست نہیں۔ اگر وہ قرآن کے مطابق ہیں تو ان کا  
رکھنا ضروری نہیں، مسلمانوں کو صرف اللہ کی کتاب کافی ہے۔“

گویا انہیں تلف کر دینا چاہیے۔ اس حکم کے موصول ہونے پر عمر  
نے اس کتاب خانہ کے اٹلات کی یہ صورت نکالی کہ کتابوں کا انبار لگا کر

انہیں آگ دکھائی اور خاکستر کے ڈھیروں میں تبدیل کر دیا۔  
 عام طور پر حزب اقتدار کے حامی مورخ اس کا جواب یہ دیتے ہیں  
 کہ یہ روایت درایت سے صحیح معلوم نہیں ہوتی۔  
 کہنے والے کہتے ہیں کہ روایت درایت کی کسوٹی پر پوری اترتی ہے۔ اس  
 میں ایک جملہ "اللہ کی کتاب کافی ہے" بتلا رہا ہے کہ یہ روایت سولہ آٹھ  
 صحیح ہے۔ قضیہ قرطاس میں بھی یہ جملہ ہے۔ حضرت عمر کے یہ الفاظ بالکل  
 صحیح ہیں۔ مگر اس سے دونوں واقعات میں جو مراد لی گئی ہے، اسے  
 کوئی صاحب عقل سلیم تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔

## سوالات

- ۱۔ رومی سلطنت میں مصر کی کیا پوزیشن تھی؟ حضرت عمر  
 نے کسے مصر کے حملے کے لیے مقرر فرمایا اور کیوں؟
- ۲۔ قصر شمع کی فوجی پوزیشن بیان کر کے بتائیے کہ  
 اس کی فتح میں مسلمانوں کو کیا دقیق پیش آئیں حضرت  
 عمر نے اس کی فتح کے لیے کیا کچھ کیا اور اس حمل  
 پر کسے کسے مامور فرمایا۔ اور یہ پتھر کس طرح فتح  
 ہوا؟

۴۔ مقوقس نے کن شرائط پر مسلمانوں سے صلح کی۔ مصر کے

باقی شہر کس طرح مسلمانوں کے قبضہ میں آئے؟

۴۔ فتح اسکندریہ کے حالات بیان کیجئے۔

۵۔ کتب خانہ اسکندریہ کے قضیہ پر تفصیل سے روشنی

ڈالے۔



# مجلس سوال و جواب

حضرت عمر کے عہد کی بعض قابل ذکر باتیں

اور اہم واقعات و ملکی انتظامات

تقسیم دولت اور مسلمانوں میں طبقاتی امتیاز

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نیز زمانہ حضرت ابوبکر میں یہ دستور ہا کہ مال غنیمت مسلمانوں میں فی الفور تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اور اس سلسلہ میں نہ ہی مسلمانوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا گیا تھا اور نہ ہی تقسیم دولت میں طبقاتی امتیاز تھی حضرت عمر نے تقسیم دولت میں اس مساوات کو ختم کر دیا اور تقسیم دولت کا نیا طریقہ اس طرح رائج کیا :-

- ۱۔ اہمات المؤمنین یعنی ازواج سرکار رسالت دس دس ہزار درہم سالانہ
- ۲۔ غزوہ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ
- ۳۔ بیعت رضوان والے صحابیوں کے لیے چار چار ہزار درہم سالانہ



- ۴۔ ارتدادی لڑائیوں میں لڑنے والوں کے لیے تین تین ہزار درہم سالانہ
- ۵۔ عراق و شام کی جنگوں میں لڑنے والوں کو دو دو ہزار درہم سالانہ
- ۶۔ قادسیہ اور یرموک کے معرکوں میں شامل ہونے والوں کو ایک ایک ہزار درہم سالانہ
- ۷۔ دوسری لڑائیوں میں نمایاں خدمات انجام دینے والوں کو مزید پانچ پانچ سو درہم سالانہ
- ۸۔ باقی لوگوں کو خدمات کے لحاظ سے پانچ سو سے سو درہم سالانہ
- ۹۔ بنی ہاشم میں سے حضرت عباسؓ کو پانچ ہزار درہم سالانہ
- ۱۰۔ اہل بیتؑ کے افراد کو حسب قرابت مختلف رقمیں۔
- قابل غور ہے کہ حضرت عباسؓ کو پانچ ہزار کیوں اور اہل بیت کے افراد کے لیے کسی رقم کا تعین کیوں نہیں۔ حالانکہ اہل بیت میراث رسولؐ سے بھی محروم کر دیے گئے تھے۔ انہیں ہبہ کی ہوئی جائداد سے بھی دست بردار ہونا پڑا تھا۔ خمس میں سے بھی سہم قرہنی جو از روئے قرآن ان کا حق تھا ضائع کر دیا گیا تھا۔ حج بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است عورتوں کو مردوں سے الگ دسواں حصہ دیا جاتا تھا، ہواؤں اور یتیموں کے لیے الگ انتظام تھا۔ نو واردوں کو دس درہم سالانہ دیے جاتے تھے۔ غلاموں کو ان کی خدمت کے لحاظ سے رقم دی جاتی تھی۔
- سن ہجری کی ترویج** | حضرت عمرؓ کے زمانے میں یہ سوال پیدا ہوا کہ کائنات میں تاریخ بندی کے لیے اسلامی کیلنڈر کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ علیہ السلام کے مشورہ سے سن ہجری کو رواج دیا۔

## ایک ناکام مہم اور اس میں جانی نقصان

ایک جمیعت کشتیوں میں سوار کر کے حبشہ روانہ کی۔ ابھی یہ لوگ رستے میں تھے کہ بحیرہ قلزم میں طوفان آگیا اور بہت سی کشتیاں ڈوب گئیں۔ حادثہ میں بہت سے مسلمانوں کی جانیں ضائع ہو گئیں۔

## ملکی اور فوجی انتظامات

چونکہ حضرت عمر کے زمانے میں عرب کی سلطنت بہت وسیع ہو گئی تھی۔ اس لیے انہیں ایک مالی حسابات کا محکمہ قائم کرنا پڑا۔ اس میں عام طور پر محاسب (Accountants) اور محرر (Clerks) عوامی

اور شاہی تھے۔ آپ نے عراق، شام، ایران اور مصر میں فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ حضرت عمر عربوں کو جنگی شغف میں ہی مصروف رکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے عربوں کو زراعت اور زمینداری کی اہادیت نہیں دیتے۔ حضرت عمر نے پیادہ فوج کے علاوہ ایک سوار رسالہ بھی مرتب کیا۔ اس رسالہ کے گھوڑوں کی پرورش کے لیے الگ محکمہ قائم کیا گیا۔ یہ رسالہ مختلف چھاؤنیوں میں تقسیم ہوتا تھا۔

## پہلا بندوبست اور عثمان بن حنیف

مالیہ اور لگان کے تعبیر میں حضرت عمر نے تعمیر و ترمیم کے طریق کار کو اپنی اختیار کیا۔ عراق کی زمینوں کی نئے سرے سے پیمائش کرانا اور اس کے مطابق مالیہ کی نئی شرحیں مقرر کرنا بہت مشکل

م تھا۔ اور عرب ان چیزوں سے نا آشنا تھے۔ اس لیے صحابہ کے  
 شورہ سے حضرت علیؑ کے خاص مقرب صحابی حضرت عثمان بن حنیف  
 کو اس عہدہ پر مامور کرنا پڑا۔ انہوں نے نہایت خوبی سے اس کام  
 کو انجام دیا۔ اس سلسلہ میں قاضی یوسف صاحب بیان کرتے ہیں۔ عثمان  
 کو خراج میں پوری واقفیت تھی۔ انہوں نے زمین کو اس اہتمام سے پیمائش  
 کیا جس طرح قیمتیں کپڑا پاپا جاتا ہے۔ کتاب الخراج ص ۱۱ و ۱۲ و سیر الانصار  
 ص ۱۱۱، پہاڑ، صحرا، اور دریا کو چھوڑ کر قابل زراعت زمین میں کروڑ ہاتھ  
 ایک جریب نکلی۔ یہ ملکی بندوبست کا کام کئی مہینوں میں ختم ہوا۔ یہ بھی  
 حضرت عثمان بن حنیف کی مہارت کی دلیل تھی۔ ورنہ ہم ہندوستان پر انگریزوں  
 حکومت میں دیکھتے رہے ہیں کہ ایک ایک ضلع کا بندوبست ہمالوں میں  
 ختم ہوتا تھا۔ انہوں نے ایک پورے صوبہ کا کام مہینوں میں ختم کر دیا۔ اس  
 کے بعد حضرت عثمان بن حنیف عراق کے پہلے فائنل کمشنر مقرر ہوئے  
 اور یونہی کام ان کے سپرد کیا گیا۔ انہیں خراج اور جزیہ کی تشخیص اور وصولی  
 پر مقرر کیا۔ انہوں نے مالگزاری کی تشخیص کی اور حسب ذیل شرح پر لگان

۱۔ درہم سالانہ	نی جریب یعنی پون بیگیہ بختہ	انگور
۲۔ درہم سالانہ	”	نخلستان
۳۔ درہم سالانہ	”	نیشکر
۴۔ درہم سالانہ	”	گیہوں

بوجہ فی جزیہ یعنی پول بیکھہ پختہ

جزیہ کی شرح حسب ذیل تھی اس کے تحت

امراء سے ۴۸ درہم سالانہ، متوسط طبقہ سے ۲۴ درہم سالانہ اور ادنیٰ

طبقہ سے ۱۲ درہم سالانہ۔ عورتیں اور بچے جزیہ سے مستثنیٰ تھے یہ بذریعہ

اس اہتمام اور خوبی سے ہوا کہ در سرے ہی سال خراج کی مقدار ۸ کروڑ

دس کروڑ پین ہزار درہم تک پہنچ گئی اور پھر برابر اضافہ ہوتا گیا۔ صرف کوئی

خراج حضرت عمر کی وفات سے ایک سال قبل ایک کروڑ درہم تک پہنچ

راستیغاب جلد ۲ ص ۶۶) حضرت عمر کو خراج اور جزیہ کی یہ تقسیم اس قدر

پسند آئی کہ انہوں نے اسے تمام مفتوحہ علاقوں میں رائج کر دیا۔

حضرت عمر کے زمانہ میں انصار ذمہ وار عہدوں (KEY POSTS)

پر شاذ و نادر ہی نظر آتے ہیں۔ یہ عثمان بن حنیف کی قابلیت اور اہلیت

تھی کہ وہ اتنے اہم عہدہ پر فائز ہوئے۔ حضرت عثمان بن حنیف کی تنخواہ

۵ درہم یومیہ اور آٹے کی ایک قصبی تھی۔ حضرت عثمان بن حنیف

جزیرہ اور مالیہ کی یہ شخصیں اس قدر نرمی اور آسانی سے کی تھی کہ جب عثمان

مدینہ آئے تو حضرت عمر نے فرمایا: "شاید تم نے زمین پر اس کی طاقت

زیادہ بوجھ لا دیا ہے" تو انہوں نے جواب میں کہا: "میں نے آدھا چھوڑ دیا"

ہے اک پٹ چاہیں تو وہ بھی مل سکتا ہے۔" (کتاب الخراج)



وزنوں، قاضیوں اور معلموں کا تقرر، تبادلہ معزولی

اور خاندان ابی سفیان سے امتیازی مراعات

مقرر عمر گوزنوں  
قاضیوں، حوچوں

معلموں کا تقرر خود فرماتے تھے۔ فتح دمشق کے بعد ابو عبیدہ دمشق کے  
نزد مقرر ہوئے۔ شرجیل کو یردون کا وائی بنایا۔ اور عمرو عاص کو فلسطین کی  
نزدی سپرد کی گئی۔ پھر یزید بن ابی سفیان شام کا گورنر مقرر ہوا جب عمرو عاص  
مصر کا ملک فتح کر لیا تو مصر کی حکومت اس کے سپرد کی گئی۔ پھر یزید بن ابی سفیان  
۱۹ء میں یزید کی موت کی خبر حضرت عمر کے پاس ایسے وقت پہنچی جب  
ابو سفیان دوبارہ میں موجود تھا۔ حضرت عمر نے خط پڑھا کہ ابو سفیان سے اظہار رنج و  
ال کیا۔ جان بیٹے کی خبر موت سن کر ابو سفیان کو سب سے پہلے دمشق کی حکومت  
ماہی خیال آیا۔ پوچھا کہ آپ یزید کی جگہ پر کس کو مقرر کر رہے ہیں۔ حضرت عمر  
نے فرمایا اس کے بھائی معاویہ کو۔ ابو سفیان نے خوش ہو کر کہا کہ حضور نے قرابتداری  
کے حق کا لحاظ رکھا۔ حضرت عمر نے معاویہ کے اس تقرر کے ساتھ ہی ساٹھ ہزار  
شرقی ماہوار گوزنری کی تنخواہ بھی مقرر فرمادی (استیعاب جلد ۵ ص ۲۵۳) شرجیل  
یہ چونکہ ظاہری تزک و احتشام کیا تھا۔ اور وہ مناکش کو بیت پسند کرتا تھا۔  
اس لیے اسے گوزنری سے معزول کر کے یہ علاقہ بھی عمرو عاص کے سپرد  
کر دیا گیا۔ جب عمرو عاص مصر کا حاکم مقرر ہوا تو یردون کا علاقہ بھی اولاد  
ابی سفیان کو سونپ دیا گیا۔ ابو عبیدہ ۱۸ء کی دہائیے طاعون میں فوت

ہو گئے۔ انہوں نے اپنا جانشین معاذ کو بنایا تھا، معاذ بھی چند روز کے بعد  
 فوت ہو گئے۔ اس لیے معاویہ بن ابی سفیان شام، یردوں اور فلسطین  
 کے گورنر بنادے گئے۔ خالد کو قنسرین کا حاکم بنایا گیا۔ مگر ان کی بڑھاپہ  
 ہوئی شہریت اور ہر دلعزیزی کے پیش نظر ان کو معزول کر دیا گیا۔  
 معاویہ بن ابی وقاص کو عراق کا گورنر مقرر کیا گیا مگر چند سال بعد ۲۱ھ میں  
 انہیں معزول کر دیا گیا ان کی جگہ عمار کا تقرر ہوا مگر کچھ عرصہ بعد ان کی جگہ ابو موسیٰ  
 اشعری کا تقرر ہوا مگر ان کے خلاف شکایات کی بنا پر انہیں واپس بلا لیا گیا  
 ان کی جگہ مغیرہ کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ بصرہ کا گورنر عتبہ تھا مگر آرام طلب  
 ہونے کی وجہ سے اسے معزول کر دیا گیا۔ اور مغیرہ بن شعبہ کو گورنر بنایا گیا  
 بصرہ کے باشندوں نے اس پر زنا کا الزام عائد کیا۔ حضرت عمر نے اسے  
 معزول کر دیا ابو موسیٰ کو ان کی جگہ بصرہ کا گورنر بنایا۔ ابو موسیٰ بھی بصرہ کے  
 لوگوں کے الزامات سے نہ بچ سکے۔ حضرت عمر نے انہیں بصرہ سے تبدیل  
 کر کے کوفہ کا گورنر بنادیا۔ حضرت عمر گورنروں کے معاملے میں بہت سخت گیر  
 تھے۔ ولایت مقرر کے ایک حاکم عیاض بن غنم کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ ریشمی  
 لباس پہننے لگے ہیں۔ حضرت عمر نے انہیں ڈانٹا اور ان کا ریشمی لباس اتروائے  
 اونٹ کی ادن کا موٹا عربی لباس پہنوا یا اور انہیں غصا دے کر کہا کہ جاکر ماہی  
 چراغ۔ اس نے عذر کیا تو اس کے جواب میں فرمایا "تمہارے باپ واداعی  
 کام کیا کرتے تھے پھر اب تمہیں اس کام سے کیوں عاز ہے؟" یہ سن کر  
 اولاد ابی سفیان سے امتیازی سلوک | جلب ہم دوسرے گورنروں

سے اس سخت گیرانہ سلوک کو پڑھتے ہیں اور اس کے برخلاف اموی خاندان یعنی ولاد ابی سفیان سے امتیازی مراعات دیکھتے ہیں تو ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ حضرت عمر کو یقیناً علم تھا کہ یہی وہ خاندان ہے کہ جب تک ان کا بس چل سکا یہ سرکار رسالت سے بدسر پرکار رہے۔ یہ وہی ابوسفیان تھے کہ جب حضرت عباسؓ کی فتح کے دن اسے ساتھ لیے رسول اللہؐ کے لشکر میں پہنچے تھے تو حضرت عمرؓ تلوار لے کر جھپٹ پڑے تھے اور کہا تھا میں اس دشمن خدا کو قتل کر دوں گا۔ حضرت عباسؓ نے منع کیا تھا۔ حضرت عمرؓ جیسے سیاست دان کو یہ بھی علم تھا کہ یہ لوگ دل سے مسلمان نہیں ہیں حضرت عمرؓ کو یہ بھی علم تھا کہ جنگ حنین میں جب مسلمانوں کی اکثریت میدان جنگ سے پسپا ہوئی تو ابوسفیان نے کہا تھا بس جادو ختم ہو گیا۔ (طراز النبوة) وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت علیؓ جیسے نقاد نے ان کے اسلام کے متعلق فرمایا ہے۔ ما اسلموا و لکن استسلموا یہ لوگ حقیقتاً اسلام نہیں لائے بلکہ اسلام کے سامنے یہ جھک گئے۔ اور انہیں اس کا بھی علم تھا کہ رسول اللہؐ ان کے بارے میں بڑی احتیاط فرماتے تھے۔ ان کو عام مسلمانوں کے ساتھ خلط ملط ہونے نہیں دیا جاتا تھا۔ اور نہ ان کو مسلمانوں پر حاکم بنایا جاتا تھا۔ بلکہ اکثر تحفہ تحائف دے کر ان کی دجوئی کی جاتی تھی تاکہ یہ لوگ اپنے مخالف اسلام انداز بھول جائیں۔ اور اگر یہ نہیں تو ان کی آئندہ نسلیں اسلام میں رہ کر امن و امان کی زندگی اختیار کر لیں۔ اور سچے مسلمان بن جائیں۔ حضرت عمرؓ کو یہ بھی علم تھا کہ بیعت خلافت ابی بکرؓ کے



وقت اسی ابی سفیان نے حضرت علی کے جذبات کو ابھارنے کی کوشش کی تھی۔ اور مسلمانوں میں خانہ جنگی چاہتا تھا۔ اگر حضرت علی جذباتی انسان ہوتے مسلمان اسی وقت خانہ جنگی میں مبتلا ہو جاتے اور اسلام کی بنیاد ہل جاتی۔ یہ سب تھے جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو تباہی سے بچالیا۔ اور اسے ڈانٹ کر کہا تو ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کا دشمن رہا (استیعاب جلد ۳ ص ۳۵۵ جلد ۲ ص ۱۸۱) مطبوعہ حیدرآباد دکن، صواعق محرقة ص ۳۳ مطبوعہ مصر) حضرت عمر کے سیاسی اور فوجی میں یہ بات بھی یقیناً محفوظ ہوگی کہ جنگ یرموک میں جبکہ مسلمانوں کا مقابلہ سلطنت روم کے لشکر سے تھا اور معرکہ کارزار گرم تھا تو اس وقت ابوسفیان دور سے کھڑا تماشا دیکھ رہا تھا۔ جب رومیوں کو غلبہ حاصل ہوتے دیکھتا تو کتا شاہانہ اسے ملک روم کے بہادر و بہادری اور جب مسلمانوں کو ذرا تقویت حاصل ہوتی تھی حسرت و یاس سے کہتا تھا کہ سلطنت روم کے پُر شوکت بادشاہوں کا نام ٹٹتے ہوئے نظر آتا ہے۔ عبداللہ ابن زبیر نے اس واقعہ کو دیکھ کر اپنے باب زبیر سے بیان کیا تھا۔ اس پر حبیب مسلمانوں کو فتح ہوئی تو زبیر نے کہا: خدا اسے غارت کرے، یہ نفاق سے باز نہیں آئے گا۔ کیا ہم اس کے رومیوں سے بہتر نہیں ہیں۔ (استیعاب)

حضرت عمر کا ایک ایسے خاندان کو برسرِ اقتدار لانا، ابوسفیان کے بڑے بڑے یزید کو شام جیسے زرخیز صوبہ کا گورنر مقرر کرنا، اس کے مرنے پر ساٹھ ہزار اشتر مامور پر اس کے بجائی معاویہ کو اس کی جگہ مقرر کرنا اور اسے برابر ترقی دینا جانا یہاں تک کہ تین حاصل خیز صوبوں، شام، فلسطین اور یردوں کو پورے



طور پر اس کے سپرد کر دینا تاریخ کے طالب علم کے لیے سرمایہ حیرت ہے اور پھر ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر دوسرے گورنروں کو معمولی معمولی باتوں پر باز پرس کر رہے ہیں۔ ڈانٹ رہے ہیں۔ حتیٰ کہ معزول بھی کر رہے ہیں۔ مگر اس کے برخلاف اس خاندان کی کچ روایوں کو برداشت کیا جاتا ہے۔ اور ان کے بارے میں بے بسی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ شام میں تشریف فرما تھے تو صبح شام جب معاویہ ان کی ملاقات کو آتے ہر وقت جدا تازہ جلوس سواری ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے اس شان و شکوہ کو مشاہدہ فرما کر صرف اتنا ان سے ارشاد فرمایا کہ صبح کو اور جلوس ہوتا ہے شام کو اور، یہ بھی تذکرہ کیا کہ سنتا ہوں کہ ہر صبح کو تمہارے برآمد ہونے سے پہلے تمہارے دروازہ پر اہل حاجات کا مجمع تھا را منتظر رہا کرتا ہے۔ معاویہ نے بواب دیا کہ دشمن یعنی قبیر روم قریب ہے۔ اور اس کے جاسوس یہاں پھیلے ہوئے نگران حال ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ خوب شان و شوکت اسلام دیکھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ سمجھ دار آدمی کا دھوکا اور نریک و ہوش مند کا فریب ہے۔ معاویہ نے کہا۔ آپ جو کچھ فرمائیں اس پر کار بند ہوں۔ حضرت عمرؓ نے ارشاد کیا، کیا خوب حالت قریب ہے کہ میں جس امر میں بھی تبصرہ اعتراض تم سے سلسلہ کلام شروع کرتا ہوں تم مجھ کو ایسا متحیر بنا دیتے ہو کہ کچھ نہیں سمجھ میں آتا کہ کیا کہوں اور کیا کروں (طبری جلد ۶ ص ۱۸۵) اللہ اللہ یہ ہے بے بسی۔



رہا ہے ہیں۔ سیاست کی دنیا بھی عجیب ہے۔ بہت سے نتائج توقع  
کئے گئے تھے۔ مگر یہ سب نہیں ہوئے ہیں اور توقع سے بڑھ کر بھی اور توقع کے  
مطابق بھی۔ اس سے زیادہ کیا کہا جاسکتا ہے۔

## سوالات

۱۔ سرکارِ رسالت کے زمانے میں تقسیمِ دولت کا کیا طریق  
کار تھا؟ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو مختلف طبقوں میں  
تقسیم کر کے اسے کس طرح بدلا؟

۲۔ اس امتیازی تقسیمِ دولت میں اہل بیتؑ کے لیے  
کوئی تعین کیوں نہیں؟

۳۔ سرکارِ رسالت کے بعد اہل بیتؑ کن کن اقتصادی  
مفادات سے محروم کیے گئے؟

۴۔ حضرت عمرؓ نے سن ہجری کی ترویج کیوں کی؟  
اس کے مشورہ سے اور کس طرح فرمائی؟

۵۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ کی ایک ناکام مہم اور اس  
میں جانی نقصان کو بیان کیجئے۔

۶۔ حضرت عمرؓ کے علیؓ اور فوجی انتظامات کو بیان

کیجئے اور بتائیے کہ انہوں نے کون کون سے نئے  
محکمے قائم کیے اور ان محکموں کے انتظامات امتیازی  
طور پر کن کن کے سپرد کیے؟  
۷۔ عراق کے زرعی بندوبست کے لیے کیا وقت پیش  
آئی۔ اور اس وقت کو کس شخص کی فنی قابلیت نے  
دور کیا؟

- ۸۔ بندوبست اور ٹیکسیشن کے سلسلہ میں عثمان بن  
حنیف کی حسن کارکردگی کو تفصیل سے بیان کیجئے۔  
۹۔ حضرت عثمان بن حنیف کے مقرر کردہ جزیہ  
ٹیکس اور مالیہ کو بیان کر کے بتائیے کہ اس سے  
ملکی آمدنی میں کس قدر اضافہ ہوا۔ نیز بتائیے کہ  
عثمان بن حنیف کی تنخواہ کیا تھی؟  
۱۰۔ سلطنت کے مختلف عہدوں کے تقرر، تبادلہ  
اور برطرفی کے متعلق حضرت عمر کے طریق  
کار کو بیان کیجئے۔  
۱۱۔ زید بن ابی سفیان کی موت کو بیان کر کے  
اس کی جگہ اس کے بھائی معاویہ کے تقرر  
اور اس کی امتیازی تنخواہ کو بیان کیجئے۔  
۱۲۔ حضرت عمر کے خلاف معمول اور لا



ابی سفیان سے امتیازی سلوک کی ایک غیر مسلم کی  
 نظر میں کیا وجوہات ہو سکتی ہیں ؟  
 ۳۱۔ خاندان ابی سفیان کی خلافِ اسلام حرکات کو  
 بیان کر کے ان کے برسرِ اقتدار آنے پر جو  
 نتائج برآمد ہوئے انہیں بیان کیجئے۔



# چوبیسواں باب

## حضرت عمر کا زخمی ہونا

انکی علالت، نظام حکومت کے متعلق شوری المہدی کا اصرار اور انکی وفات

حضرت عمر کا زخمی ہونا <sup>۲۳</sup> ۲۴ رذی الحجہ کو ایک شخص نے جس کا نام ابو لوفیروز تھا، حضرت عمر

کو زخمی کر دیا۔ تاریخ ابوالفداء حضرت عمر کی فتوحات کے زمانہ میں یہ قاعدہ تھا کہ جنگی قیدیوں کو بطور غلام ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا جنہوں نے اس جنگی مہم میں حصہ لیا ہوتا۔ ان غلاموں کے آقا ان کی کمائی کو مالکانہ طور پر لے لے کر کچھ حصہ ان کے بیوی بچوں کے اخراجات کے لیے دے دیا کرتے تھے۔ یہ ابو لوفیروز ایسے ہی غلاموں میں سے ایک تھا۔ اور یہ حضرت عمر کی سلطنت کے ایک رکن مغیرہ بن شعبہ کے حصہ میں آیا تھا۔

یویب کی فتح کے بعد حضرت عمر نے سفیر کے طور پر انہیں ایران بھیجا تھا اور نہادند کی لڑائی میں جن آدمیوں کو یکے بعد دیگرے سردار ہی شکر کے

عہدے کے لیے نامزد کیا تھا۔ ان میں سے ایک مغیرہ بن شعبہ بھی تھے جب عربی لشکر نہادند پہنچا تو ایرانیوں سے مصالحت کی گفتگو کے لیے مغیرہ پیر سفیر مقرر ہوئے۔ نہادند کی لڑائی میں مغیرہ میرہ (LEFT WING) کے سردار تھے۔ ہمدان کی مہم میں مغیرہ سپہ سالار تھے۔ حضرت عمر کے زمانے میں بصرہ اور کوفہ کے گورنر تھے۔ المختار ابو لوفیروز مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا۔ اس نے حضرت عمر سے شکایت کی تھی کہ میرا آقا مغیرہ بن شعبہ مجھ سے زیادہ مالکانہ لیتا ہے۔ آپ اسے کم کر دیجئے۔ حضرت عمر نے دریافت کیا تمہارا مالک کیا لیتا ہے۔ اس نے کہا دو درہم روزانہ۔ آپ نے فرمایا تم ایک صنّاع ہو، تمہاری آمدنی کافی ہوگی۔ دو درہم ادا کرنا تمہارے لیے کوئی زیادہ نہیں ہے۔ وہ اس جواب سے رنجیدہ ہو گیا۔ چند روز بعد اس نے اسی رنج میں حضرت عمر پر حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا۔

**حضرت عمر کی علالت اور علاج** | جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو قبیلہ بنی حارث کا ایک طبیب

بلا یا گیا۔ اس نے حضرت عمر کو بنید پلائی جو کہ بجنہ خارج ہو گئی۔ پھر دودھ پلایا وہ بھی اسی طرح خارج ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اس طبیب نے کہا ایہ المومنین آپ کو جو وصیت کرنا ہو کیجئے یہ

**حضرت عمر کی وصیت** | حضرت عمر نے اپنے بعد خلیفہ کے تقرر کے لیے اس طرح وصیت کی۔ علیؓ، عثمانؓ

عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ سے  
جسے چاہو خلیفہ بنا لینا۔ اگر پانچ آدمی متفق ہوں اور ایک مخالفت ہو تو اس کو  
قتل کر دینا اگر چار متفق ہوں اور دو اختلاف کریں تو ان دونوں کو قتل کر دینا۔ اگر  
تین ایک طرف ہوں اور تین دوسری طرف ہوں تو جس طرف عبدالرحمن ہوں  
اس کو خلیفہ بنانا اور دوسری طرف کے تینوں آدمیوں کو قتل کر دینا۔

آج کل جمہوریت کا زمانہ ہے۔ پنجایت کمیٹیوں، میونسپل کمیٹیوں، ڈسٹرکٹ  
بورڈوں، اسمبلیوں اور قومی پارلیمنٹوں میں ووٹوں پر فیصلے ہوتے ہیں، مگر  
ناکامیاب ہونے والوں کو کہیں بھی قتل نہیں کیا جاتا۔ وہ حزب اختلاف میں  
رہتے ہیں اور نظام ملکی کی اصلاح کے لیے ایک اچھے حزب اختلاف کی اہمیت  
کو ہر جگہ تسلیم کیا جا رہا ہے۔ حضرت عمر کا یہ حکم آب زر سے لکھنے کے قابل  
ہے کہ جن صحابہ رسول کو ووٹ کم ملیں وہ سب قتل کر دیے جائیں۔ یہ ظاہر  
ہے کہ ووٹ دینا دوسروں کا کام ہے مگر قتل کیے جائیں گے وہ جن کو کم  
ووٹ ملیں۔ یہ ان بزرگوار کا حکم ہے کہ جو حسینا کتاب اللہ کا کتاب  
خدا کافی ہے، کے مدعی ہیں۔ خدا معلوم انہوں نے یہ شوریٰ کے متعلق  
فتویٰ قتل کس آیت قرآنیہ سے استنباط فرمایا ہے۔ اس قرآن میں  
جس پر ہم سب مسلمانوں کا ایمان ہے۔ کوئی ایسی آیت موجود نہیں ہے۔

شوریٰ کمیٹی پر حضرت علیؑ کا تبصرہ | حضرت عمرؓ کی اس وصیت  
پر حضرت علیؑ نے حضرت



عباس سے فرمایا۔ اس دنہ بھی سلطنت دوسروں میں گئی۔ حضرت عباس نے پوچھا کیونکر؟ حضرت علیؑ نے فرمایا وصیت کے یہ الفاظ قابل غور ہیں کہ اگر اہل شوریٰ میں دونوں طرف تعداد برابر ہو تو اس کو ترجیح دینا جسے عبدالرحمن ہوں۔ اب عبدالرحمن نو عثمان کے نسبتی اور سعد کے چچا زاد بھائی ہیں یہ تینوں ایک طرف ہو جائیں گے۔ جناب عباس یوسلمہ نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ یہ لوگ تو خاندان رسولؐ کو سلطنت سے ہمیشہ الگ ہی رکھیں گے۔

**اصحاب شوریٰ پر حضرت عمرؓ کا تبصرہ** | حضرت عمرؓ نے اپنی وصیت پر لوگوں سے دریافت کیا کہ

میرے بعد تم کس کو خلیفہ کرنا چاہتے ہو۔ ایک شخص نے کہا زبیر بن العوام کو۔ حضرت عمرؓ بولے تو کیا ایسے شخص کو خلیفہ کرو گے جو ایک بخیل اور بد اخلاق آدمی ہے۔ پھر دوسرے شخص نے کہا ہم طلحہ کو خلیفہ کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسے آدمی کو کیا خلیفہ کرو گے جس نے رسولؐ کی عطا کی ہوئی زمین کو ایک یودیہ کے ہاں رہن کر دیا۔ یہ سن کر ایک تیسرے شخص نے عرض کیا کہ ہم علیؑ کو خلیفہ کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے میری جان کی۔ تم علیؑ کو خلیفہ نہ کرو گے۔ بخدا اگر علیؑ کو خلیفہ کرو گے تو چاہے تم ناخوش ہی کیوں نہ ہو وہ تم کو امر حق پر قائم کیے بغیر نہیں رہیں گے۔ یہ سن کر ولید بن عقبہ بولا کہ میں سمجھ گیا کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ حضرت عمرؓ اسٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور انہوں نے پوچھا کون؟ ولید نے کہا

عثمان۔ اور حذیفہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر سے جب وہ مدینے میں تھے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد کون شخص آپ کا خلیفہ ہوگا۔ انہوں نے فرمایا کہ عثمان بن عفانؓ۔

لوگوں نے کہا، اے امیر المومنین (عمر) ایسی بات کہو کہ جس سے تمہاری رائے ہم معلوم کریں۔ اور اس کی اقتدا کریں۔ حضرت عمر نے کہا، قسم اللہ کی کوئی چیز مانع نہیں اے سعد کہ میں تجھے خلیفہ کر دوں مگر تیری سختی اور بد مزاجی تو راقی ہے۔ اور نیز تو جنگ جو شخص ہے۔ اے عبدالرحمن کوئی مانع بجز اس کے نہیں کہ تو اس امت کا فرعون ہے۔ اے زبیر تیرے واسطے سوائے اس کے کوئی مانع نہیں کہ تو رضا مندی میں مومن اور ناراضگی میں کافر ہوتا ہے۔ اور تیرے واسطے اے طلحہ کوئی امر مانع نہیں سوائے تیرے فخر اور تکبر کے۔ اگر تو خلافت کا مالک ہو جائے تو ہمارا اپنی زوجہ کی انگلی میں دے دیگا۔ یعنی جو وہ کہے گی تو اسی پر عمل کرے گا۔ اور اے عثمان مجھے تیرے لیے کوئی اور امر مانع نہیں سوائے تیری محبت کے جو تو اپنے قوم و قبیلہ سے رکھتا ہے۔ اور اے علی تیرے واسطے کوئی امر مانع نہیں سوائے اس کے کہ تو اس کی بہت حرص رکھتا ہے اور تحقیق اگر تو دالی ہو جائے تو واقعی تو قوم سے لائق تر ہے (الاماتہ والسیاستہ ج ۱ ص ۲۳)

**شوری کے متعلق معاویہ کی رائے** علامہ ابن عبد ربہ نے لکھا ہے کہ ابن حصین سے معاویہ نے کہا تو بڑا ذہین ہے۔ بتا کہ کونسا امسلمانوں میں پراگندگی اور اختلاف کا باعث

اے کنز العمال، تاریخ احمدی ص ۱۳۳

ہوا کہا لوگوں کا حضرت عثمان کو قتل کرنا معاویہ نے کہا نہیں۔ کہا پھر علی کا خلیفہ ہونا اور آپ سے جنگ کرنا، کہا نہیں۔ کہا جنگ چل ہونا۔ کہا یہ بھی نہیں۔ سنو یہ سب شوریٰ کی وجہ سے ہوا جو حضرت عمرؓ نے چھ آدمیوں کے درمیان قائم کیا تھا یہ

**شوریٰ کے متعلق حبش میں امیر علی کی رائے** | خلافت کو شوریٰ پر چھوڑنے میں

خلیفہ ثانی سے ایسی غلطی سرزد ہوئی جس نے بنی امیہ کی سازشوں کے لیے راستہ صاف کر دیا۔ خاندان بنی امیہ کے ممبر حضرت عثمان خلیفہ ہوئے۔ جن کا انتخاب آخر کو تباہی اسلام کا باعث ہوا یہ

**وصیت کو عملی جامہ پہنانے کیلئے حضرت عمر کا فرمان** | حضرت

صہیب (یا ابولحہ) سے ارشاد کیا کہ تین دن تک لوگوں کو نماز پڑھائے اور ان چھ آدمیوں کو رات میں امر امانت مختصر کیا گیا ہے) ایک مکان میں داخل کر کے ان کے سروں پر کھڑا ہو۔ پس اگر ان میں سے پانچ آدمی باہم اتفاق کریں اور ایک شخص اختلاف کرے تو اس کا سراڑا دے اور اگر چار شخص متفق ہوں اور دو آدمی انکار کریں تو ان دونوں کے سراٹھارے۔ اور اگر تین آدمی ایک رائے پر ہوں تو فیصلہ کے لیے عہد الشہین عمر کو حکم قرار دے

۱۔ عقد فرید جلد ۲ ص ۲۰۳

۲۔ انگریزی تاریخ اسلام میں امیر علی، تاریخ اسلام جلد ۳ ص ۱۲۳

اور اگر یہ لوگ عبداللہ بن عمر کا حکم ہونا منظور نہ کریں تو جس گروہ میں عبدالرحمن  
ہو اس گروہ کو اختیار کر کے باقی اشخاص کو قتل کر دینا۔

حضرت عمر کی وفات | آخر ذی الحجہ شنبہ کے دن حضرت عمر  
نے وفات پائی۔ اور وہ حضرت ابوبکر

کے پہلو میں دفن ہوئے۔





## سوالات

۱۔ حضرت عمر کے زمانہ میں جنگی قیدیوں کو کس طرح غلام قرار دیا جاتا تھا۔ پھر انہیں کس طرح فوجیوں کے سپرد کیا جاتا تھا اور وہ معاشی طور پر ان سے کیا سلوک کرتے تھے؟

۲۔ ابو لولو فیروز کس کا غلام تھا۔ اس کے آقا کی حکومت میں کیا پوزیشن تھی؟

۳۔ ابو لولو فیروز کے قاتلانہ حملہ کی کیا وجہ ہوئی؟

۴۔ حضرت عمر کی علالت، ان کا علاج بیان کیجئے اور طبیب کی آخری رائے بتائیے۔

۵۔ حضرت عمر نے تقرر حاکم کے متعلق کیا وصیت فرمائی؟

۶۔ اس وصیت کے غیر جمہوری پہلوؤں پر روشنی ڈالیے؟

۷۔ شوری کمیٹی پر حضرت علی کا بافرست تبصرہ بیان کیجئے۔

۸۔ حضرت عمر نے اصحاب شوری کے متعلق جس جس

طریق پر ایک ایک شخص کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اس سے بیان کرو۔

۹۔ معاذیہ کی شوری کے متعلق رائے بیان کرو۔

۱۰۔ شوری کے متعلق حبش سید امیر علی کی کیا رائے ہے؟

۱۱۔ حضرت عمرؓ نے شوری کو عملی جامہ پہنانے کے لیے

کیا حکم دیا تھا؟

۱۲۔ حضرت عمرؓ نے کب وفات پائی؟



# مسلمانوں کی تاریخ

دور خلفائے ثلاثہ

(۳)

## حضرت عثمان

محرم ۲۲ھ تا ذی الحجہ ۳۵ھ

نومبر ۴۲ھ تا ۷ اربون ۵۶ھ

۱۲ سال

# پرسوال باب

## اسلام مذہب مساوات تقسیم دولت اور اسلام

DISTRIBUTION OF WEALTH AND ISLAM.

**مذہب کی ضرورت** | اس عالم کے نظام کو قائم رکھنے کے لیے دنیا کو مذہب کی ضرورت ہے

جتنا دنیا مذہب سے دور ہوتی جائے گی۔ اتنا ہی بے چین و مضطرب ہوتی جائے گی۔ موجودہ زمانہ باوجودیکہ علوم و فنون کا زمانہ ہے ایجادات و انکشافات و اختراعات کا زمانہ ہے۔ مگر پھر بھی جس قدر بے چین مضطرب اور مشکلات میں مبتلا ہے۔ اس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملے گی اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ دنیا مذہب سے دور ہو گئی ہے۔ موجودہ زمانے کے حکمائے مادیین اور مفکرین نے اب اسے محسوس کرنا شروع کر دیا ہے کہ سکون قلب اور طمانینت نفس کے لیے مذہب کی ضرورت ہے اور



وہ مذہب ایسا ہوتا چاہیے جو انسان کو دنیاوی مسرتوں اور اخروی راحتوں سے مالا مال کر سکے۔ چنانچہ ہم اس مقدمہ میں اسی بات کو بیان کریں گے کہ بنی نوع انسان کو مذہب کی ضرورت ہے۔ اور وہ مذہب معاش و معاہدہ کا جامع ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں ایک مغربی شاعر کہتا ہے۔

TIS RELIGION WHICH CAN GIVE SWEATEST  
PLEASURES WHEN WE LIVE TIS RELIGION  
WHICH CAN SUPPLY ETERNAL COMFORTS  
WHEN WE DIE.

”ایسا مذہب کہ جو انسان کو دنیاوی زندگی میں شیریں ترین مسرتیں  
مہیا کر سکے، ایسا مذہب کہ جو انسان کو مرنے کے بعد ابدی راحتیں  
دے سکے۔“

ہم اس مقدمہ میں مذہب کی ضرورت کے صروت ایک پہلو پر روشنی ڈالیں  
گے۔ اس دنیا میں بہترین معاشرت اور بہترین تمدن کے لیے حسن معاشرت  
اور حسن تمدن کے لیے سکون قلبی اور طمانیت کے لیے مذہب کی ضرورت  
ہے۔

**انسان اور احتیاج** | انسانیت اور احتیاج لازم و ملزوم ہیں۔ انسان  
احتیاج پیدا ہوتا ہے، احتیاج جیتا ہے اور محتاج

مرتا ہے۔ اور پھر اس کی حاجتیں محدود نہیں بلکہ نامحدود ہیں۔ یہ چاہتا ہے  
کہ اس کی حاجتیں تمام کی تمام پوری ہوں۔ اور پھر یہ انسان بالفاظ قرآن عجل

یعنی جلد باز بھی ہے۔ چاہتا ہے کہ میری حاجتیں جلد سے جلد پوری ہوں اور پھر یہ اپنی خود غرضی سے یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کی حاجتوں کو دوسروں کی حاجتوں پر ترجیح ہو۔ یہ خود غرضی پھر یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ یہ چاہتا ہے کہ دوسرے بنی نوع انسان کے مقابلہ میں اس کی اولاد اس کے خاندان اور اس کے قبیلہ کی حاجتیں پوری ہوں۔ اگرچہ دوسروں کی حاجتوں کو تلف و تباہ کرنا پڑے۔ اس صورت میں مختلف انسانوں کی حاجتوں ٹکراؤ اور تصادم ضروری ہے۔ جو معاشرت و تمدن کی تباہی کا سبب ہے۔ چونکہ حاجات کے ایذا کے لیے مختلف منزلیں ہیں جنکو علمائے معاشیات نے اس طرح بیان کیا ہے۔

WANT

۱۔ احتیاج

DESIRE

۲۔ خواہش

STRUGGLE

۳۔ جدوجہد

SATISFACTION

۴۔ اطمینان

احتیاج سے اطمینان تک چار درجے ہیں۔ ان میں درمیانی دو منزلیں نہایت طوفان خیز ہیں۔ خواہش اور جدوجہد دنیا کے تمام فتنہ و فساد کا سبب ہے۔ اس سے ہی اختلال معاشرت و اختلال تمدن ہوتا ہے اور وہ بدترین مشکلات میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اس لیے دنیا میں اطمینان کے لیے ایک قانون کی ضرورت ہے جو تمام بنی نوع انسان کی جائز حاجتوں کے ایذا کا قبیل ہو۔ اسی قانون کو مذہب کہتے ہیں۔

دنیا میں اطمینان کے لیے  
کیسے مذہب کی ضرورت ہے؟  
دنیا میں اطمینان کے لیے حسن معاشرت  
و حسن تمدن کے لیے قانون کی  
ضرورت ہے۔ اب یہ قانون اگر

کوئی انسان بنائے گا تو وہ اپنی حاجتوں، اپنی خواہشوں کو دوسرے انسانوں کی  
خواہشوں پر ترجیح دے گا۔ اپنی ذات کی، اپنی اولاد کی، اپنے خاندان کی  
اپنے ملک کی حاجتوں کو پورا کرنے کی سہولتیں مہیا کرے گا۔ اگرچہ اس سے  
دوسرے انسانوں کی حاجتوں کو پس پشت ڈالنا پڑے۔ اگرچہ انہیں تباہ و  
برباد کرنا پڑے۔ اسی طرح اگر یہ قانون کوئی جماعت بنائے گی۔ تو ایسی  
جماعت بھی تقسیم دولت، تقسیم اقتدار اپنی جماعت کے افراد میں تقسیم کر کے  
دوسرے گروہوں کی تباہی کا ذریعہ ہو گی۔ جس سے اختلال معاشرت و تمدن  
لازم آئے گا۔

توحید | اس لیے یہ قانون کسی ایسی ذات کی طرف سے وضع ہونا چاہیے  
جو خود محتاج نہ ہو۔ اور ان باپ، اولاد و خاندان کے رشتوں  
سے بلند و برتر ہو و احد و یگانہ ہو اور وہ صرف اللہ ہے۔ اس لیے کسی  
انسان کا بنایا ہوا یا کسی دستور یہ کا وضع کیا ہوا قانون امن کا ضامن نہیں ہو  
سکتا۔ امن عالم کے لیے الہی قانون کی ضرورت ہے۔ اور اسی الہی قانون کو  
مذہب کہتے ہیں اور اس کا پہلا اصول توحید ہے۔

عدل | قانون اسی صورت میں امن عالم کا کفیل ہو سکتا ہے جبکہ وہ مبنی بر عدل  
ہو۔ اس لیے قیام امن کے لیے مذہب کا دوسرا اصول عدل

ہونا چاہیے۔

دنیا میں وہی مذہب بنی نوع البشر کو اطمینان بخش سکتا ہے جس کے عقائد میں عقیدہ عدل موجود ہو۔

**نبوت** | اب ایسا قانون اللہ کی طرف سے کون لائے۔ اگر عام انسان جو خواہشات کا پتلا ہے لائے گا تو اس قانون کا اللہ کی طرف سے

ہونا یعنی بر عدل ہونا بے کار ہو جائے گا۔ کیونکہ ایسا انسان اپنی خواہشات اور اپنے متعلقین کی خواہشات کے پیش نظر الہی اور ربی بر عدل قانون کو صحیح طور پر پہنچا نہیں سکے گا۔ اس لیے اس قانون کو لائے والا ایسا ہونا چاہیے جو اپنی خواہش نفس سے لب تک نہ ہلائے، جو کچھ کہے وہ اللہ کی وحی ہو خواہش سے بری ہونے کو عصمت کہتے ہیں اور خواہشات سے بلند انسان کو معصوم اس لیے امن عالم کے لیے ایسے مذہب کی ضرورت ہے جس کا تئیر اصول معصوم مطلق انسان کی نبوت ہے۔

**امامت و خلافت** | نبی کے بعد اس قانون کی صحیح ترجمانی کے لیے اس قانون کے رواج کے لیے ایک ایسے انسان

کی ضرورت ہے جو نبی کی طرح معصوم ہو۔ کیونکہ اگر وہ اس قانون کی ترجمانی میں اپنی اور اپنے متعلقین کی خواہش کو ترجیح دے گا۔ تقسیم دولت و تقسیم اقتدار میں اپنا، اپنے خاندان کا، اپنی اولاد اور اپنے قبیلہ کی برتری کا سبب ہوگا، تو اس قانون کا خدا کی طرف سے آنا اور اس کا ربی بر عدل ہونا اور اسے نبی معصوم کا لانا بیکار ہو جائے گا۔ اس لیے قیام امن کے لیے چوتھا عقیدہ



امام معصوم و خلیفہ معصوم کا عقیدہ ہے۔ اگر خلیفہ اور امام معصوم نہ ہو اور خود غرضی یا دوست نوازی اور اقربا پروری اختیار کر لے تو قانون الہی یعنی اسلام کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

**قیامت** | اس مبنی بر عدل قانون کی نافرمانی کرنے والوں کے لیے سزا اور فرماں برداری کرنے والوں کی جزا کے لیے ایک دن ہونا چاہیئے۔ یہ اسلام کا پانچواں اصول ہے۔ اس دن کے تصور سے زبردستوں کو ظلم کرنے کی جرأت نہ ہو اور زیر دستوں کا حوصلہ پست نہ ہو۔

پس دنیا کے لیے ایک ایسے مذہب کی ضرورت ہے کہ جس کے یہ پانچ امن پرور اصول ہوں۔

الغرض امن عالم کے قیام کے لیے دولت اور اقتدار کی صحیح تقسیم نہایت ضروری ہے اور اسے معصوم اللہ کا نقیب ہی انجام دے سکتا ہے۔ خواہ وہ رسول ہو یا منصوص من اللہ خلیفہ رسول یا منصوص من اللہ امام۔ اگر یہ کام غیر معصوم پبلک کے نمائندہ کے ہاتھ میں چلا جائے گا تو اختلال معاشرت، اختلال تمدن، اختلال سلطنت کا سبب ہوگا اور مملکت میں اسی سے ہی فتنہ و فساد پیدا ہو جائے گا۔ اور دین کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ ہاں معصوم کی عدم موجودگی میں اس کام کو عادل انسان جس کی عدالت میں عیصیت سے ملی ہوئی ہو انجام دے سکے گا۔

اس غیر معصوم انسان میں چار شرطوں کا ہونا ضروری ہے (۱) اپنے

نفس کی صیانت کرنے والا ہو (۲) دین کی حفاظت کرنے والا (۳)، اپنی خواہش نفس کی مخالفت کرنے والا اور (۴) اللہ کا مطیع و فرماں بردار ہو۔

## تقسیم دولت اور اسلام

۱۔ رسالت مآبؐ کے پاس جب مال خراج آتا تو آپ اسی دن مسلمانوں میں تقسیم فرما دیتے۔ شادی شدہ کو دھرا اور کنوارے کو ایک حصہ دیتے تھے۔

۲۔ اموال صدقات و زکوٰۃ میں سرکار رسالت کا مقرر کردہ دستور العمل یہ تھا کہ جس شہر سے یا قبیلہ سے یہ اموال وصول کیے جاتے وہ اسی شہر و قبیلہ کے محتاج افراد میں تقسیم کر دیے جاتے جب کوئی محتاج ان میں نہ ملتا تب مرکز کو بھیجے جاتے۔ جو حکام اموال صدقات کی وصولی کے لیے مقرر کیے جاتے، ان کے تقریباً غرض یہ نہ ہوتی کہ خراج جمع کر کے مرکز کو بھیجیں۔ بلکہ یہ امیروں سے وصول کر کے غریب مستحقین کو دے دیں۔ سرکار رسالتؐ نے جب اپنے صحابی معارف کو یمن بھیجا تھا تاکہ وہ تبلیغ اسلام کریں۔ اور لوگوں کو نماز کی دعوت دیں۔ تو آپ نے انہیں تاکید کی تھی :-

”جب یہ لوگ اسلام کا اقرار کر لیں تو ان سے یہ بھی کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اموال میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو

تمہارے بالداروں سے وصول کی جائے گی اور تمہارے ناداروں کو لوٹا دی جائے گی۔

**حضرت عمر کی تقسیم مال کی پالیسی** | جب حضرت عمر نے بیت المال کو صحابہ نے پسند نہیں کیا۔ مقرر کیے۔ اور کسی خاص فہمیت

کے سبب سے کسی کی زیادہ کسی کی کم تنخواہ مقرر کی تو صحابہ نے اس کی بیشی کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا۔ حضرت عمر نے ازواج پیغمبر کے وظائف بہ نسبت دیگر خواتین کے زیادہ مقرر کیے۔ پھر ازواج میں بھی تفریق رکھی۔ اسی طرح وہ مسلمان جنہیں جنگ بدر میں شرکت کی فہمیت حاصل تھی۔ ان کے وظائف ان لوگوں سے زیادہ تھے جو بدر میں نہ شریک ہوئے۔ مہاجرین کے وظائف انصار سے زیادہ تھے۔ لیکن پھر بھی اتنا تو تھا کہ حضرت عمر عام طور پر کسی مسلمان کو محروم نہیں کرتے تھے۔ تنخواہیں ہر ہر فرد کی بیت المال سے مقرر تھیں۔ وہ ہر منبر کہا کرتے تھے جسے مال کی ضرورت ہو وہ میرے پاس آئے۔ خداوند عالم نے مجھے خزانچی اور تقسیم کرنے والا قرار دیا ہے۔

**تقسیم دولت اور قرآن** | اللہ تعالیٰ نے تقسیم دولت کے متعلق ایک واضح نصاب ایک قطعی دستور العمل قرآن حکیم

۱۔ صحیح بخاری جلد ۳ ص ۲۱۵ ۱۱۔ الاسوال ابی عبیدہ ص ۵۹۵ و ص ۶۱۲ المحلی جلد ۶

ص ۱۲۶ ۱۲۔ اسوال ابی عبیدہ ص ۲۲۴ و ص ۲۲۵ فتوح البلدان باذنی ص ۴۵۳ و ص ۴۶۴

سنن بیہقی جلد ۶ ص ۳۲۹ و ص ۳۵۰

میں مقرر کر دیا ہے۔

۱۔ یہ سمجھ رکھو کہ جو کچھ مال غنیمت ملتا ہے تو اس کا پانچواں حصہ خدا کے لیے اس کے رسول کے لیے اور رسول کے قریبداروں کے لیے

اور یتیموں اور یتیموں اور پردیسیوں کے لیے ہے۔ (الانفال)

۲۔ اموال و زکوٰۃ فقراء و مساکین کے لیے ہے اور ان لوگوں کی تنخواہیں

اس سے دی جائیں گی۔ جو مولیٰ پر مقرر کیے جائیں۔ مؤلفۃ القلوب لوگوں

کے لیے ہے، غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے اور قرضداروں کے

قرضے میں اور جہاد میں اور مسافروں میں۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر

ہے اور اللہ بڑا علم والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ (التوبہ آیت ۱۰)

۳۔ اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلویا تم نے اس پر نہ گھوڑے

دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے

مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے

جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو دوسرے بستیوں کے لوگوں سے دلوائے

وہ اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور قریبداروں کا اور یتیموں کا اور

غریبوں کا اور مسافروں کا۔ (سورۃ احقر آیت ۶-۷)

## تقسیم دولت روحانی معاشیات کے لحاظ سے مادی معاشیات

MATERIAL ECONOMICS کے لحاظ سے ذرائع

(AGENTS OF PRODUCTION) چار ہیں۔ زمین



(Land) سرمایہ (CAPITAL) مزدوری (LABOUR) اور تنظیم (ORGANIZATION) اس لیے ادیات تقسیم دولت انہی چار حصوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔ مگر روحانی معاشیات۔ (SPIRITUAL ECONOMICS) میں ذرائع پیداوار AGENTS (OF PRODUCTION) تین ہیں:-

اللہ (DIVINE) سوسائٹی (Society) اور فرد (INDIVIDUAL) اللہ تعالیٰ:- پیداوار میں سب سے زیادہ حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ وہی پیدا کرنے میں کسان تو زمین میں ہل چلاتا اسے صاف کرتا: بیج بوتا اور فصل کاٹتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا سارا کارخانہ قدرت وہی پیدا کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔ سو سب تجارت پیدا کرتا اور ان کے بادل بناتا ہے مومن مومن ہوا میں انہیں حرکت میں لاتی ہیں اور ان بادلوں کو دور و دراز ممالک میں لے جا کر پانی برساتی ہیں۔ ہوا میں ان کی تربیت کرتی ہیں اور مختلف علاقوں سے گزر کر زرخیز مادے زمین میں ڈالتے ہیں سو سب املج کو پکاتا ہے اور چاند کی کرنیں اس میں مٹھاس پیدا کرتی ہیں۔ الغرض جب سارا کارخانہ قدرت حرکت میں آتا ہے تو انسان کو وہی کی شکل دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے۔ مَا اَنْتُمْ تَزْعُمُونَ ام تحن الزارعون (کیا تم زراعت کرتے ہو یا ہم زراعت کرتے ہیں؟) ایک کارخانہ کو چلانے کے لیے کئی لاکھ کیوبک فٹ ہوا کی ضرورت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہوا کی سپلائی بند کرے تو سب کارخانے بند ہو جائیں

سوسائٹی - سوسائٹی پیداوار کو پیداوار بنانے کے لیے ضرورت اور بانٹ

یا منڈی (DEMAND AND MARKET) ہم پہنچاتی ہے

آپ کی پیداوار کی فروخت کے لیے منڈی تیار ہو اور آپ کی پیداوار کی

ضرورت پر ہو تو یہ ساری پیداوار یونہی بے کار رہے

فرد - فرد پیدا کرنے کے لیے اپنی طاقت اپنا وقت اور اپنی مہارت فن

(ENERGY, TIME AND TALENT) کو صرف

کرتا ہے۔ الغرض جب پیداوار کے یہی تین اہم ذرائع ہیں تو قانون

کا تقاضا ہے کہ پیداوار میں حصول میں تقسیم ہو۔ اسی مبنی پر عدلی طریق پر

نے دولت کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اللہ کے حصہ کو خمس کہتے ہیں

سوسائٹی کے حصہ کو زکوٰۃ اور فرد کے حصہ کو نفقہ کہتے ہیں

اللہ کا حصہ اس کا نمائندہ (REPRESENTATIVE) اللہ کا نقیب

لیڈر کا تقریب اس کی طرف سے ہو اور جو معصوم ہو جسے رسول، امام یا خلیفہ

معزز القابات سے یاد کیا جائے گا ہو گا اور اس کی عدم موجودگی میں اس

کا نائب جو عدل کی صفت سے موصوف ہو وصول کرے گا۔ اور سوسائٹی

حصہ کو بھی وہی وصول کر کے سوسائٹی میں تقسیم کرے گا۔ اور اللہ کے حصہ

کو امور الہیہ میں جیسے کہ قرآن مجید نے اس کی توضیح کی ہے صرف کرے گا

فرد کا سب رکھنے والا اپنے حصص کو اپنے پاس رکھ کر باقی دولت

کو اللہ کے منصوص اور معصوم نمائندے یا اس کے نائب عادل کے

کرے گا۔ تاکہ تقسیم عادلانہ ہو اور حقداروں کو حق پہنچ جائے

# اللہ کے حصّہ خمس کے متعلق توضیحات

قرآن حکیم میں خمس کے متعلق پارہ ۱۰ کے شروع

میں فرمایا حکم اس طرح یہ ہے :-  
 یہ سمجھ لو کہ مال غنیمت جو کچھ ملے تو اس کا پانچواں حصہ خدا  
 کے لیے، رسول کے لیے اور رسول کے قریبداروں کے لیے  
 اور یشیوں پر ولیسیوں کے لیے ہے۔ اگر تم اللہ پر جو کچھ اللہ  
 کی طرف سے نازل ہوا ایمان رکھتے ہو۔ (الانفعال)  
 اس حکم میں بار بار تاکید ہے کہ اگر تمہارا خدا اور قرآن پر ایمان ہے تو  
 خمس کو اس طرح تقسیم کرو یعنی ایمان کا تقاضا ہے کہ اسے اس آیت کے  
 مطابق تقسیم کیا جائے۔

یہ واضح اور تاکید حکم پر بھی مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ شہنشاہ  
 عالمگیر اورنگ زیب کے استاد ملا جیون نے اس موضوع کو صراحت سے بیان  
 کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد خمس تین  
 گروہوں میں ہی تقسیم کیا جائیگا۔ اس لیے کہ خدا کا ذکر تو تبرکاً ہے اور  
 اسے حصّہ لینے کی ضرورت نہیں (کیا امور الہیہ جنہیں مذہب کہتے  
 ہیں ان میں اخراجات کی ضرورت نہیں؟) اور نبی کریم کا حصّہ بھی آپ  
 کی وفات کے ساتھ ساقط ہو گیا۔ (کیوں؟ کیا جن اغراض کے لیے  
 حضور مبعوث ہوئے تھے اور ان میں اخراجات کی ضرورت تھی نہیں؟)

اور اہل بیت نبیؐ کا حصہ بھی نبیؐ کی وفات کے ساتھ ختم ہو گیا۔ اس لیے کہ ذی القربی سے مراد بالاتفاق امت قرابت رسولؐ ہی ہے (لاریب) قریبی صرف نبیؐ بھی ہوتے ہیں۔ اور قریبی محبت والے بھی مراد ہیں۔ اس دلیل سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہیں اور حضرت عبدمناف کے چار بیٹے تھے، ہاشم، مطلب، عبدالمطلب اور نوفل۔ حضرت عثمان عبدالمطلب کی اولاد تھے اور جبیر بن مطعم نوفل کی اولاد تھے۔ پس نبی کریم نے خیر کا خمس تقسیم فرمایا۔ تو ہاشم و عبدالمطلب کی اولاد کو حصہ دیا حضرت عثمان اور جبیر کو اصلاً کچھ نہ دیا۔ پس ان دونوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کی وجہ سے بنی ہاشم کی فضیلت میں کلام نہیں لیکن ہم اور مطلب کی اولاد برابر ہیں۔ کیا وجہ کہ آپ نے انہیں دیا اور ہمیں محروم رکھا پس نبی کریم نے فرمایا وہ بنی عبدالمطلب ہم سے جاہلیت اور اسلام میں علاحدہ نہیں ہوئے۔ اور آپ نے تشبیہ کے طور پر دونوں باحقوں کی انگلیاں آپس میں ملائیں۔ پس معلوم ہوا کہ قرابت صرف نبیؐ مراد نہیں اگر ایسا ہوتا تو آپ حضرت عثمان اور جبیر کو بھی بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کی طرح دیتے۔ پس جب قرابت سے مراد محبت والی قرابت ہے تو بے شک وہ قرابت اور محبت نبیؐ کی وفات کے ساتھ فوت ہو گئی۔



اس بیان سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں :-

۱۔ بنی امیہ اور بنی نوفل کا خمس میں حصہ بالکل نہیں ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ کے الفاظ اور عمل سے ظاہر ہے۔

۲۔ دوسرے یہ عجیب بات ہے کہ کسی کی موت سے قرابت بھی ختم ہو جاتی ہے اور محبت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

بسوخت عقل و ہجرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

شیعہ اور شافعی خمس کو حق اہل بیت قرار دیتے اور حنفی نہیں اس پر ملا جیوں صاحب اس طرح لکھتے ہیں :-

امام زادہ نے کہا ہے کہ ہمارے اور شافعی کے درمیان بنائے اختلاف

یہ ہے کہ خبر متواتر کے ساتھ قرآن کا منسوخ ہونا ہمارے (حنفیوں کے)

نزدیک جائز ہے اور شافعیوں کے نزدیک جائز نہیں، بے شک

آل رسول کا حصہ قرآن میں از روئے نص صاف مذکور ہے۔ اس

پر خلفائے راشدین نے عمل نہیں کیا۔ پس آیہ مبارکہ ہمارے نزدیک

منسوخ ہو گئی اور شافعی کے نزدیک نہیں ہوئی۔

بحان اللہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلفائے ثلاثہ جو باتفاق غیر معصوم ہیں

آیات قرآنیہ کو منسوخ کر سکتے ہیں یعنی غیر معصوموں کے فعل سے آیات قرآنیہ

منسوخ ہو جاتی ہیں، اس عقیدہ سے امپریزم کے لیے قرآن منسوخ کرنے

کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔

سہ تفہیمات احمدیہ ص ۲۲۶

پھر یہی مآجیون صاحب لکھتے ہیں :-  
 بعض کا قول ہے کہ خمس تمام اہل بیت نبی کا حق ہے۔ کیونکہ نبی  
 کا حصہ آپ کی وفات سے ساقط ہو گیا اور یتیم، مسکین اور ابن سبیل  
 سے مراد بھی انہی میں سے ہیں۔ اور ان بعض میں سے حضرت علی ابن  
 ابی طالب بھی ہیں۔ یعنی حضرت علی کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ کا  
 حصہ ان کی اہل بیت میں جو ان کے وارث ہیں منتقل ہو گیا۔ تاکہ وہ  
 اس سے امور متعلقہ رسالت کو اسی طرح سے انجام دیں۔ تفسیرات  
 احمدیہ کے حاشیہ پر مولوی رحیم بخش صاحب حضرت علی علیہ السلام  
 کا مذہب نقل کرتے ہیں :-

”حضرت مولا علی نے پوچھا کیا کہ قرآن میں خمس کے حقدار یتیم  
 اور مسکین بھی مذکور ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ یتیم اور مسکین ہمارے  
 ہی مراد ہیں۔“

یہ اس لیے کہ زکوٰۃ و صدقات میں خاندان رسالت کا حصہ نہیں ہے  
 اس لیے عدالت الہیہ نے خمس یعنی اللہ کے اپنے حصہ سے اس کمی کو پورا  
 کیا جسے ہمیں تعجب ہے کہ درحقیقت سرکار رسالت کو ورثہ رسالت سے  
 بھی محروم قرار دیا گیا۔ ان کی موجودہ جائداد کو بھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ زکوٰۃ و صدقات  
 سے وہ محروم تھے ہی، اس کے معاد منہ میں جو شریعت نے انہیں تقسیم وراثت  
 میں حصہ دیا تھا، ارباب اقتدار نے انہیں اس خمس سے بھی محروم کر دیا۔

۱۔ تفسیرات احمدیہ ص ۲۳۷ ۲۔ حاشیہ تفسیرات احمدیہ ص ۲۳۷

یو یا معاشی طور پر انہیں کمزور کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ المختصر اسلامی نظام کے لیے ایک ایسی سلطنت قرار دی گئی تھی جن کا صاحب اقتدار اعلیٰ خود غرضی اقربا پروری، دوست نوازی سے بلند رہ کر تقسیم دولت و تقسیم اقتدار عادلانہ طریق پر کرے۔ جس سے بہترین تمدن کی فضا پیدا ہو۔ ہر قلبی و طمانیت نفس سے دنیا جنت ارضی ہو جائے۔ اور وہ اغراض و مقاصد پر سے ہوں جن کے لیے دنیا کو اسلام جیسے مذہب کی ضرورت ہے۔

## سوالات

- ۱۔ کیا دنیا کو مذہب کی ضرورت ہے؟ دوسرا میں کیسے مذہب کی ضرورت ہے؟
- ۲۔ جو مذہب بے چین دنیا کو اطمینان دے سکتا ہے اس کے اصول کیا ہونے چاہئیں۔ مدلل طور پر ثابت کر دے۔
- ۳۔ کیا پاپک کا غیر معیوم نمائندہ الہی قانون کا نافذ اور ترجمان ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو اس پر دلائل بیان کرو۔
- ۴۔ تقسیم دولت کے متعلق اسلام کیا چاہتا ہے۔ اور رسول اللہ کا طریق کار کیا تھا؟
- ۵۔ حضرت عمر کی تقسیم مال کی کیا پالیسی تھی؟ کیا

صحابہ سے اسے پسند کیا تھا؛ اور اس کے متعلق

۷۔ قرآن سے تقسیم دولت کو بیان کرو۔ اور اس کے متعلق جو تین باتیں ہیں ان سے توضیح کرو۔

۸۔ مادی معاشیات کے لحاظ سے ذرائع پیداوار کون کون سے ہیں؟

۸۔ روحانی معاشیات کے لحاظ سے ذرائع پیداوار کون کون سے ہیں۔ ان کے لحاظ سے تقسیم دولت کے عقلی اصول کو بیان کیجئے۔

۹۔ اللہ کے حصہ خمس کے متعلق کیا اصول ہے۔ اسے رسول اللہ کے بعد کس طرح بدلا گیا؟ اور اس کے لیے کیا کیا تدبیریں کی گئیں۔ ان تدبیروں کی تردید کر کے بتاؤ کہ اس اصول کو بدلنے کے کیا اثرات پڑ رہے ہیں؟

۱۰۔ خمس کے متعلق حضرت علیؑ کا نظریہ بیان کیجئے۔

۱۱۔ اہل بیت کے متعلق صدر اول کی سلطنتوں نے کیا طریق اختیار کیا جس سے انہیں معاشی طور پر کمزور کرنا مطلوب تھا؟

۱۲۔ اسلامی نظام کے لیے کیسی سلطنت کی ضرورت ہے؟



# پچھلیوں کا باب

## عہد حضرت عثمان

شوری کمیٹی کی کارروائی، حضرت عثمان کی بیعت  
اور احتجاجات

**ابو طلحہ کی نگرانی** (حضرت عمر نے اپنے آخری وقت جب چھ آدمیوں کو نامزد فرمایا تو حضرت ابو طلحہ کو بلا کر کہا کہ آپ لوگوں کے سبب سے خدا نے اسلام کو عزت دی آپ انصار کے پچاس آدمی لے کر ان لوگوں پر متعین رہیے۔ اگر چاہے آدمی ایک طرف ہوں۔ اور دو مخالفت کریں تو دو کی گردن مار دیجئے اور اگر پتہ برابر ہو تو اس گروہ کو قتل کیجئے جس میں عبدالرحمن بن عوف نہ ہوں اور اگر تین دن گزر جائیں اور کوئی فیصلہ نہ ہو تو سب کے سر کاٹ دیجئے۔)

غرض مسور بن مخزومہ کے گھر میں ان چھ آدمیوں کی مجلس شوری قائم ہوئی۔ اور حضرت ابو طلحہ دروازہ پر حفاظت کے لیے کھڑے ہوئے۔ بنو ہاشم شروع

سے اس مشورے کے خلاف تھے۔ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چاہتے تھے  
 اس لیے حضرت عباس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ آپ اپنا معاملہ ان  
 لوگوں کے ہاتھ میں نہ دیجئے، اپنا خود فیصلہ کیجئے۔ حضرت علی نے اس کا  
 کچھ جواب نہ دیا۔ حضرت ابو طلحہؓ آپس کھڑے یہ باتیں سن رہے تھے حضرت  
 علیؓ کی ان پر نظر پڑی تو کچھ خیال پیدا ہوا۔ حضرت ابو طلحہ نے کہا۔ اے  
 ابوالحسن خوف نہ کیجئے۔

اس طرح ایک دن جلسہ کے وقت عمرو عاص اور مغیرہ بن شعبہ بھی پہنچے  
 اور دروازہ پر بیٹھ گئے۔ حضرت ابو طلحہ نے کچھ نہ کہا، حضرت سعد بن ابی  
 قحاص خیلے آدمی تھے۔ ان سے نہ رہا گیا۔ کنکری مار کر بولے۔ یہ لوگ اس  
 لیے آئے ہیں کہ مدینہ میں مشہور کریں کہ ہم بھی اصحاب شوریٰ میں تھے۔  
 کنکری مانتے پر عمرو عاص اور مغیرہ بھی برہم ہوئے۔ اور بات بڑھنے  
 لگی۔ حضرت ابو طلحہ نے کہا مجھے خوف ہے کہ آپ لوگ ان جھگڑوں میں  
 الجھ کر اصل مسئلہ کو چھوڑ بیٹھیں اس ذات کی قسم جس نے عمر کو وفات دی میں  
 تین دن سے زیادہ کبھی ہمت نہ دوں گا۔ پھر گھر میں بیٹھ کر تماشا دیکھوں  
 گا کہ آپ لوگ کیا کرتے ہیں یہ۔

شوریٰ المکیہ کی کارروائی | شوریٰ المکیہ کی کارروائی اس طرح شروع ہوئی  
 کہ جب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے بیعت کے  
 لیے بیٹھے تو خدا کی حمد و صفت کرنے کے کہا کہ تمام سوا حضرت عثمانؓ کے

۱۔ شریعۃ الاسلام جلد ۱ ص ۱۴۹ و ۱۵۰

اور کسی سے بیعت کرنے میں انکار کرتے ہیں راہن عساکر نے منصور بن محرز سے یہ روایت کی ہے۔

۲۔ ایک روایت میں یوں ہے۔ انہوں نے بعد حمد و ثنا کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمام لوگ حضرت عثمان پر مائل ہوتے جاتے ہیں۔ اس لیے آپ اپنے لیے کوئی کاروائی نہ کریں۔ یہ ہے شوریٰ کے پریڈنٹ کا ووٹنگ سے پہلے اظہار خیال۔ جس میں ایک امیدوار کے لیے جوصلہ افزائی اور دوسرے کے لیے دل شکنی کا پورا سرمایہ موجود ہے۔ کیا جمہوریت میں الیکشن کے کسی صدر کو جس کا اسٹنگ ووٹ بھی ہو، قبل فیصلہ اظہار خیال کا حق ہے؟

جناب امیر علیہ السلام کا اتمام حجت | امار قطنی نے اپنے اسناد سے لکھا ہے کہ حضرت

علی نے یوم شوریٰ ان آدمیوں کے سامنے جن کو حضرت عمر نے فیصلہ کا اختیار دیا تھا۔ ایک طویل کلام کیا۔ اس میں کا ایک فقرہ یہ تھا۔ میں تم کو اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہارے درمیان میرے سوا کوئی اور ہے جس کو رسول اللہ نے فرمایا ہو کہ اے علی تم جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو سب نے کہا۔ بخدا ہمیں کچھ

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۰۱، اردو ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۱۰۱ صدیقی پریس لاہور

۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۰۱، اردو ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۱۰۱ صدیقی پریس لاہور

۳۔ مواہق المحرر لابن حجر کی الباب التاسع

۲۔ دارقطنی نے اپنے اسناد سے روایت کیا ہے کہ شوریٰ والے دن حضرت علیؑ نے اہل شورے پر حجت ختم کرنے کے لیے گفتگو کی اور فرمایا تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ تمہارے درمیان میرے سوا کوئی دوسرا ہے۔ جو جناب رسالتؐ سے رشتہ میں مجھ سے زیادہ قریب ہو اور جس کو رسول اللہؐ نے اپنا نفس فرمایا ہو اور جس کی اولاد کو آنحضرتؐ نے اپنی اولاد کہا ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے سوا اور کوئی ایسا نہیں ہے۔

۳۔ علامہ اخطب بخاریزم نے بھی جناب امیر کے اتمام حجت کا ذکر کیا ہے۔

حاضرین وائلہ کہتا ہے کہ میں بروز شوریٰ اس مکان کے دروازہ پر تھا پس اندر لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں میں نے حضرت علیؑ کو کہتے سنا۔ آپ فرما رہے تھے۔ لوگوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔ دریا خالی کہ قسم بخدا میں ابوبکرؓ کی نسبت خلافت کا زیادہ حقدار تھا مگر میں خاموش رہا، اس ڈر سے کہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں اور ایک دوسرے کو قتل نہ کرنے لگیں۔ پھر ابوبکرؓ نے عمرؓ کی بیعت کرائی اور قسم بخدا میں عمرؓ کی نسبت خلافت کا زیادہ حقدار اور اہل تھا، مگر پھر بھی اس ڈر سے خاموش رہا کہ لوگ پھر کافر ہو جائیں۔ اب تم عثمانؓ کی بیعت کرانے کا ارادہ رکھتے ہو اب میں تم کو حق کی باتیں سناتا ہوں۔

گاہ عمرؓ نے اس کام میں پانچ آدمیوں کو ڈال دیا ہے اور میں ان

۱۔ صواعق المحرقہ لابن حجر ص ۹۳

۲۔ اب مبارک علیؑ



کا چٹا ہوں، نہ عمر نے میرے شرف و بزرگی کو سمجھا اور نہ یہ لوگ سمجھتے ہیں اور قسم بخدا اگر میں اپنی فضیلتیں بیان کرنی شروع کر دوں تو ان میں سے ایک بھی خواہ غرب ہو یا عجم دشمن ہو یا کافر تو دیدہ نہیں کر سکتا پھر فرمایا ہے۔

اے پانچ لوگوں کی جماعت میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں سے کوئی میرے سوا رسول اللہ کا بھائی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر اسی طرح آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کی نسبت دریافت کرنے لگے۔ حمزہ، جعفر، فاطمہ، حسنین، وہ سب جواب دیتے گئے کہ آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں۔

پھر آپ نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے مجھ سے پہلے مشرکین کو قتل کیا ہو، یا مجھ سے پہلے اسلام لایا ہو۔ یا میری طرح دونوں قبلوں کی طرہ نماز پڑھی ہو۔ سب نے جواب دیا کہ ہم میں سے آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے میرے سوا کوئی ایسا ہے جس کی محبت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر واجب قرار دی ہو۔ یا جس نے رسول اللہ کو غسل دیا ہو۔ سب نے جواب دیا نہیں۔

پھر آپ نے سد باب، رد شمس، حدیث طیر کے حوالہ سے اپنی تشیلت بیان کی، سب نے جواب دیا ہم میں سے کوئی ایسا نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے میری

طرح رسول اللہ کو ہر جنگ اور شدت میں بچایا ہوا اور ان کی حفاظت کی ہو۔ سب نے جواب دیا ایسا کوئی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے میری طرح اپنی جان رسول اللہ پر قربان کی ہو اور ان کے فرشتے خواب پر سویا ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جن کی طہارت مطلق قرآن شریف سے ثابت ہو۔ سب نے کہا، کوئی ایسا نہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس سے رسول اللہ نے میری طرح راز کوئی اور راز داری کی ہو اور جو رسول اللہ کے ساتھ سب سے آخر تک رہا ہو اور ان کو قبر میں اتارا ہو، سب نے کہا کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں۔ (مناقب اہلبخوارزم)

حضرت عبدالرحمن ابن عوف  
کی شرائط اور فیصلہ

اس پر عبدالرحمن ابن عوف نے جنگی روٹ پر خلافت کا انحصار تھا حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر تین بار پوچھا کہ اگر تم کو وہی امر اور امام قرار دیں تو تم کتاب خدا اور سنت رسول پر اور سیرت ابوبکر و عمر پر عمل کرو گے۔ حضرت علی نے جواب دیا۔ قرآن اور سنت پر تو عمل کروں گا لیکن بجائے سیرت شیخین کے اپنی رائے کے مطابق اجتہاد کروں گا۔ یہ سن کر عبدالرحمن نے تین دفعہ حضرت عثمان سے پوچھا کہ اگر ہم تم کو امام مقرر کریں تو تم کتاب اللہ اور سنت رسول اور سیرت

شیخین پر عمل کرو گے۔ حضرت عثمان نے کہا کہ ہاں ضرور کروں گا۔ پس عبدالرحمن بن عوف نے تین بار پوچھنے کے بعد حضرت عثمان کی بیعت کی۔ اور ان کے بعد اور لوگوں نے کی یہ

**حضرت علیؑ اور اصول** | بندہ بیت اور استغنی امام نے سلطنت کے

اس موقعہ کو اپنے ہاتھ سے دے دیا۔ صرف اتنی سی بات پر کہ وہ کتاب اور سنت کے علاوہ کسی دوسری چیز پر بیعت لینے کے لیے تیار نہ تھے۔ یہ ایک بڑے اصول اور نظریہ ہما سنگ بنیاد تھا اور وہ یہ کہ وہ غیر معصوم سلاطین و حکام کی سیرت کو اس حد تک قابل قبول سمجھتے تھے جس حد تک وہ کتاب اور سنت کے مطابق ہو۔ کتاب اور سنت کے آگے کسی بادشاہ کی سنت پر عمل کی شرط کو وہ منظور نہیں کرتے تھے۔ اس طرح یہ سلطنت سے ایک طویل عرصہ تک کے لیے علیحدہ ہو گئے۔

**بیعت عثمان پر حضرت علیؑ کا احتجاج** | جب حضرت عثمان کی بیعت کی گئی تو حضرت

علیؑ نے یہ طرز عمل دیکھ کر فرمایا کہ آج یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم لوگوں نے مل کر ہم پر علیہ حاصل کیا۔ خیر صبر (جھیل) بہتر ہے۔ اے عبدالرحمن خدا کی قسم تم نے عثمان کی بیعت اس لیے کی ہے کہ امر خلافت تمہاری جانب پھیر جائے۔ عبدالرحمن ابن عوف بولے کہ اے علیؑ تم اس کا کچھ خیال نہ کرو۔ پس علیؑ یہ فرماتے ہوئے صبیح الکتاب اجلہ اس مکان سے

لے شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص ۱۳۵ تاریخ احمدی ص ۱۳۵ و ۱۳۵

بہر نکل آئے۔

علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ جب عبدالرحمن ابن عوف نے حضرت عثمان کو ہاتھ پکڑ لیا۔ تو حضرت علی نے صبر جمیل کہا اور تن بہ تقدیر راضی ہو گئے۔ یہ صبر جمیل اس صبر کو کہتے ہیں جو شدید ظلم پر مظلوم اختیار کرتا ہے۔

**حضرت مقداد اور حضرت عمار کے احتجاجات** | مقداد نے کہا

تم نے علی کو ترک کیا حالانکہ واللہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو حق کے ساتھ حکم اور عدل کرتے ہیں۔

پھر مقداد نے کہا کہ میں نے ایسا برتاؤ کہیں نہیں دیکھا جیسا اہل بیت نبوت کے ساتھ ان کے نبی کے بعد کیا گیا۔ مجھے تعجب ہے کہ قریش نے ایسے شخص کو ترک کیا جس سے بڑھ کر نہ میں کسی کو اعلم جانتا ہوں نہ انصاف بالعدل کہہ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر میں ناصرو مددگار پاتا۔ مقداد اتنا ہی کہتا پائے تھے کہ عبدالرحمن نے کہا اے مقداد خدا سے ڈرو۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر فتنہ برپا نہ ہو سکے۔

اس پر عمار یا سر نے مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر کہا کہ اے کردہ قریش۔ جبکہ تم امر خلافت کو اپنے نبی کے اہل بیت سے پھیر کر کہیں یہاں لے گئے۔

۱۔ تاریخ طبری جلد ۵ ص ۲۱ مطبوعہ مصر تاریخ کامل تاریخ ابوالفداء تاریخ احمدی ص ۱۳۵  
۲۔ الامامون ص ۹۰ ۳۔ تاریخ طبری جلد ۵ ص ۲۱ تاریخ ابوالفداء تاریخ کامل تاریخ احمدی ص ۱۳۵  
۴۔ تاریخ کامل تاریخ ابن جریر طبری، تاریخ احمدی ص ۱۳۵ و ص ۱۳۶



اور کبھی دہاں تو ہم کو اس بات سے بھی بے خوف ہونا چاہیئے کہ خدا اس امر کو تم سے  
لے کر تمہارے غیر کو دیدے جیسا کہ تم نے اس کو اس کے اہل سے لے کر اور اس  
کے غیر اہل کو دے دیا۔

پھر مقداد نے کھڑے ہو کر کہا رسول مقبول کے بعد جیسی انبیا اہل بیت  
رسول کو پہنچائی گئی ہے ایسی تو میں نے کبھی نہیں دیکھی۔  
عبدالرحمن نے کہا اے مقداد تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔

مقداد بولے کیوں نہ کہوں کہ میں اہل بیت رسالت کو محبت رسول کی وجہ سے  
دوست رکھتا ہوں اور بے شک حق ان ہی کے ساتھ ہے اور ان ہی میں ہے  
اے عبدالرحمن میں تعجب کرتا ہوں۔ قریش سے جنہیں تم غلبہ دلانے کی کوشش  
کرتے ہو اور جو اس بات پر مجتمع ہوئے ہیں کہ رسول کی حجت اور عظمت کو  
انحضرت کے بعد ان کے اہل بیت سے پھینکیں۔ اے عبدالرحمن آگاہ ہو کہ  
اگر میں انصار و مددگار پاتا تو قسم خدا کی قریش کے ساتھ اسی طرح قتال کرتا جس  
طرح میں نے جنگ بدر میں کی ہے۔

عمار یاسر نے کہا۔ ایتھا الناس خذلے عزوجل نے اپنے دین کے ساتھ ہم  
کو عزت دی اور اپنے نبی کے سبب سے ہم کو بزرگی عطا فرمائی پس تم  
امر خلافت کو اپنے نبی کے اہل بیت سے کہاں پھیر رہے ہو۔  
حضرت عثمان کی بیعت خلافت ۳۲ محرم ۳۵ھ کو ہوئی۔

وقت بیعت عثمان جناب امیر  
کا امن پرور اعلان

جب لوگوں نے حضرت عثمان کی  
بیعت کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا  
”تم جانتے ہو کہ مجھے اور اہل

سے زیادہ خلافت کا حق پہنچتا ہے، خدا کی قسم! جب تک مسلمانوں  
کے امور کا نظم و نسق برقرار رہے گا اور صرف میری ہی ذات ظلم و جور  
کا نشانہ بنتی رہے گی۔ میں خاموشی اختیار کرتا رہوں گا۔ تاکہ اللہ سے  
اجر و ثواب طلب کروں اور اس زیب و زینت اور آرائش کو  
ٹھکرا دوں جس پر تم مٹے ہوئے ہو۔“

الوسفیان کا حضرت عثمان کو مشورہ  
پر بنی امیہ کو بہت خوشی ہوئی

جب الوسفیان نے یہ خبر سنی تو الوسفیان حضرت عثمان کے پاس آیا۔ وہ اس وقت  
بہت بوڑھا تھا اور آنکھوں سے بھی معذور ہو چکا تھا اس نے کہا۔ بڑی مدت  
کے انتظار کے بعد اب یہ خلافت آپ تک پہنچی ہے۔ اب اس کو گیند کی طرح  
اپنی مرضی کے مطابق گردش دیجئے اور بنی امیہ کے ذریعہ سے اس کی بنیادوں  
مضبوط کیجئے۔ اس لیے کہ جو کچھ ہے وہ یہی دنیاوی سلطنت ہے۔ رہ گیا  
بہشت و دوزخ اس کو میں کچھ سمجھتا نہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کا مقولہ اپنی زبان میں یوں لکھا ہے  
”نہیست آل مگر ملک و من در نمی یابم جنت را و نہ نار را۔“ وہ صرف

لے نہج البلاغہ جلد اول خطبہ ۷۶۔ لے استیعاب

سلطنت ہے۔ دوزخ اور جنت کو تو میں نہیں پاتا۔

## سوالات

۱۔ ابو طلحہ انصاری کی نگرانی میں شوریٰ کے متعلق کیا کیا واقعات ہوئے؟

۲۔ شوریٰ کمیٹی کی کارروائی کس طرح شروع ہوئی۔ اس میں صدر کمیٹی عبدالرحمن نے ووٹنگ سے پہلے کس طرح اظہار خیال کیا۔ جمہوری قواعد کی بنا پر یہ کہاں تک درست تھا؟

۳۔ حضرت علی علیہ السلام نے شوریٰ کمیٹی کے سامنے اپنے حقوق کو کس طرح پیش کیا۔ شوریٰ کے ممبروں نے اس کی کس طرح تصدیق کی؟

۴۔ عبدالرحمن نے فیصلہ کے لیے کیا شرائط پیش کیں اور پھر کس طرح فیصلہ کیا؟

۵۔ حضرت علی نے کس عظیم الشان اصول کے لیے سلطنت کو ہاتھ سے دے دیا۔

۱۰۰ مارج النبوة

۶۔ خلافت حضرت عثمان پر حضرت علی نے کس طرح  
صدائے احتجاج بلند فرمائی۔ نیز "صبر جمیل" کی توفیح  
کیجئے۔

۷۔ حضرت مقداد نے عبدالرحمن بن عوف کے فیصلہ پر  
کس طرح احتجاج کیا ؟

۸۔ حضرت عمار نے حضرت علی کے خلافت فیصلہ  
پر کس طرح احتجاج کیا ؟

۹۔ اس سلسلہ میں حضرت مقداد اور عبدالرحمن ابن عوف  
کے درمیان کیا گفتگو ہوئی ؟

۱۰۔ ابوسفیان نے حضرت عثمان کو حکومت کے متعلق  
کیا مشورہ دیا اور اس مشورہ میں اس کے اسلام پر

کیا روشنی پڑتی ہے ؟

————— ❦ —————

————— ❦ —————

————— ❦ —————

————— ❦ —————

————— ❦ —————

————— ❦ —————

————— ❦ —————

————— ❦ —————



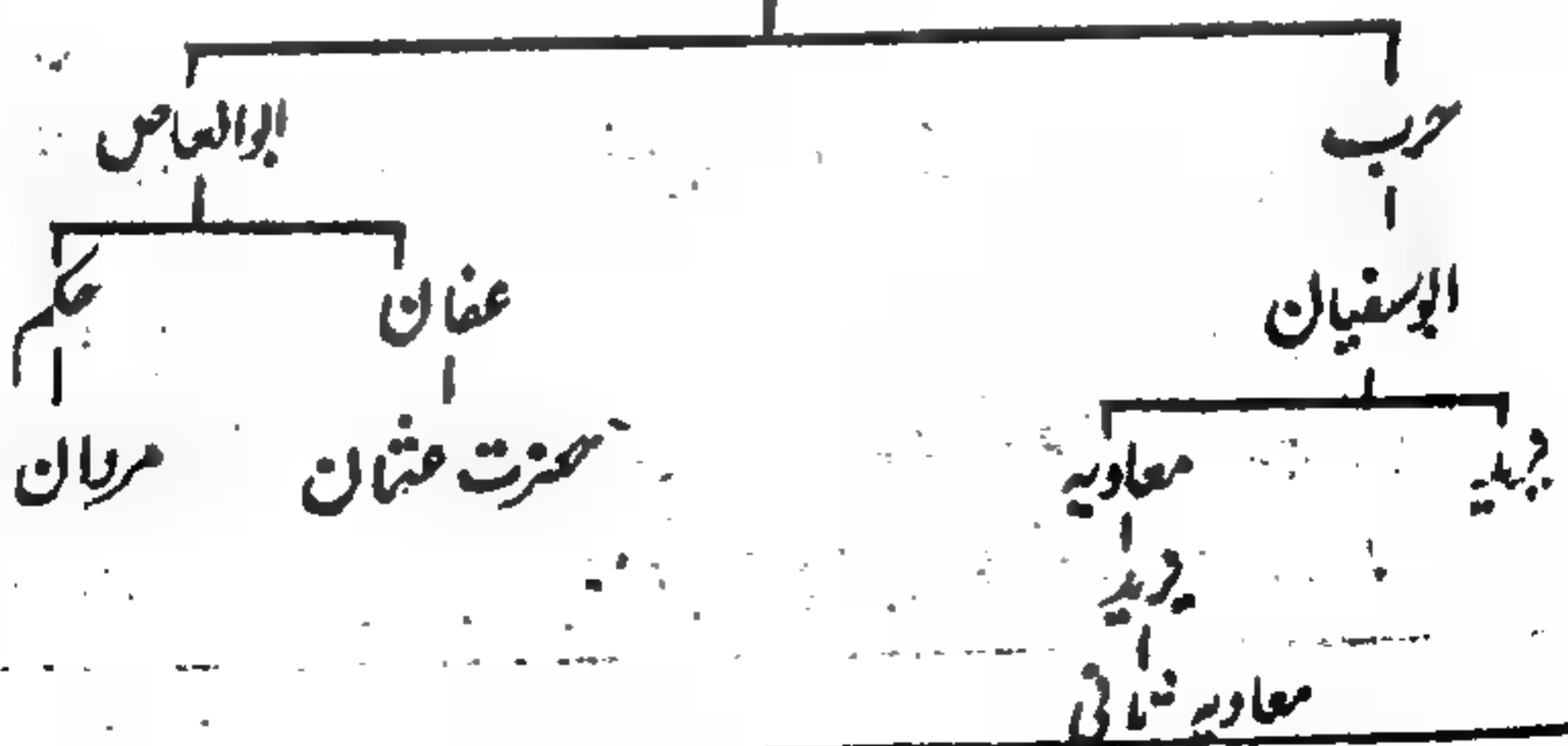
# پہلے سوال باب

حضرت عثمان غنیؓ حزب اقتدار کے نمائندے  
کی خصوصیات

۱۔ نام و خاندان | عثمان، والد کا نام عفان اور دادا کا نام ابوالعاص  
اور پردادا کا نام امیہ تھا۔

۲۔ شجرہ نسب - آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے:-  
عبدالشمس

امیہ



۳۔ مختصر خاندانی خصوصیت | عبد مناف کے فرزندوں میں ہاشم بڑے

کے بھائیوں میں عبد الشمس کا بھی شمار تھا۔ مگر اپنے باپ کے اوصاف و مراتب کی پوری شان ہاشم میں نظر آتی تھی۔ اس لیے وہ تمام امتیازات جو عبد مناف کو حاصل تھے وہ ان کے بعد ہاشم کے لیے تسلیم کیے گئے۔ امیہ جو اپنے کو عبد الشمس کا بیٹا کہتا تھا اس نے حضرت ہاشم کا مقابلہ کرنا چاہا۔ اور کوشش کی کہ عزت اور سرداری کا تاج حضرت ہاشم کے سر سے اتارے۔ مگر نتیجہ میں ناکامی اور رسوائی ہوئی۔ مخالفت کی آگ کے شعلے وقتی طور پر بجھ گئے۔ مگر دل میں حد اور صداقت کی چمکاریاں سلگنے کے لیے رہ گئیں۔ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے اختلاف کی ابتدا یہیں سے ہے۔

رسول اللہ کے خلاف جو لڑائیاں ہوئیں ان میں مخالفت جماعت کا سرگروہ ابوسفیان بن حرب بن امیہ تھا۔ جس میں اسے شکست ہوئی۔ اس خاندان ابوسفیان کی قوت بالکل ٹوٹ گئی۔ اب اپنی کمزوری کو چھپانے کے لیے انہوں نے بھی قبول اسلام کی نقاب ڈال لی اور وہ موقع کے منتظر رہنے لگے کہ کب اسلام کی طاقت دُرِ کمزور ہو اور کب انہیں اپنے کھوسے ہوئے اقتدار کو واپس لانے کا موقع ملے۔

حکم اسلام لانے کے بعد بھی رسول اللہ کا مخالفت رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سرکار رسالت نے اسے مدینہ سے دس کوس باہر نکال دیا۔ حضرت ابو بکر نے

اپنے زمانہ خلافت میں اس کو مدینہ سے اور دس کوس ہٹا دیا۔ حضرت عمرؓ نے اور دس کوس آگے چلتا کیا۔ غرضیکہ وہ تیس میل مدینہ سے دور ہٹا دیا گیا تھا اس سے ظاہر ہے کہ ایسی ہستیوں کو اسلام اور اہل اسلام کے اغراض و مقاصد کے لیے کٹ مفر سمجھا جاتا تھا، اور ان کا میل بول اور رسم و راہ بھی مسلمانوں کے ساتھ مناسب خیال نہیں کی جاتی تھی۔

حضرت عائشہؓ تو فرماتی ہیں میں اس امر پر گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہؐ نے تیرے باپ پر اس وقت لعنت (نفرین) فرمائی جب تو اس کے صلب میں تھا۔

۴۔ حلیہ | حضرت عثمانؓ متوسط القامت تھے۔ ان کا رنگ گندمی تھا۔ داڑھی لمبی اور گھنی تھی اور بالوں کی کثرت اور داڑھی کی مشابہت سے حضرت عثمانؓ کو ان کے مخالفین فحش کہا کرتے تھے۔ کیونکہ فحش ایک لمبی داڑھی والے آدمی کا نام تھا۔

۵۔ خاندانی مذہب | قبل از اسلام آپؐ کا خاندانی مذہب بت پرستی تھا۔ آپؐ بھی ایک عرصہ تک بت پرست رہے۔

۶۔ شرف اسلام | آپؐ اس وقت اسلام سے شرف ہوئے جبکہ بہت سے آدمی اسلام لا چکے تھے۔

۱۔ تذکرہ خواص الامہ ۱۱۱۱ استیعاب۔ تاریخ احمدی ص ۱۳۹

۲۔ تاریخ انجیل، ریاض النضرہ، تاریخ احمدی ص ۱۳۹

# آپ کے نکاح

آپ کا نکاح ام کلثوم اور رقیہ سے ہوا۔ جو پہلے عقیہ اور عقیبہ ابو جہل کے نکاح میں تھیں۔ ان

دونوں محترمہ بی بیوں کے متعلق اقوال مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت خدیجہ کی بھانجیاں تھیں اور انہیں حضرت خدیجہ نے پرورش کیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ان کی اپنی بیٹیاں ان کے پہلے شوہر سے تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ کی بیٹیاں تھیں۔ ان تین احتمالات مختلفہ کی وجہ سے ان کے متعلق استدلال کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ درایت کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہ رسول اللہ کی بیٹیاں ہوتیں تو ان کے نکاح عقیہ اور عقیبہ سے نہ ہوتے۔ چونکہ رسول اللہ نے قرآن کی کسی نہی کا ارتکاب قیل و ذل نہی بھی نہیں فرمایا اور مسلمہ عورت کا نکاح مشرک سے نہ کر دیا کی نہی قرآن میں موجود ہے۔ نیز ان کے متعلق خاص فضائل کی احادیث مناقب اہل بیت کے ابواب میں وارد نہیں ہوئیں۔ نیز یہ مصائب سرکار رسالت میں کہیں سہر روانہ خدمات انجام دیتی نظر نہیں آتیں۔

۸۔ بدر۔ غزوہ بدر میں شریک ہی نہیں ہوئے۔

۹۔ احد۔ جنگ احد میں ثابت قدم نہ تھے۔ ایسا بھلے کہ تیسرے دن واپس آئے۔

۱۰۔ جنگ خندق۔ غزوہ خندق میں آپ کا ذکر تک نہیں ملتا۔

۱۱۔ خیبر۔ غزوہ خیبر میں خدا معلوم شریک تھے یا نہیں۔ اس امر میں کتب تاریخ خاموش ہیں۔

۱۲۔ سفارت۔ صلح حدیبیہ کے سلسلے میں بطور سفیر اس لیے بھیجے



گئے تھے۔ چونکہ حضرت ابو بکر و عمر نے جانے سے انکار کر دیا تھا۔  
اور قریش مکہ میں رسول اللہ کی مخالفت میں سرگرم ابوسفیان سے  
ان کی قرابت تھی۔

۱۳۔ حنین۔ اسی جنگ میں بھی آپ ان لوگوں میں شامل تھے جن کے پاؤں  
اکھڑے کئے تھے۔

۱۴۔ آپ کو بھی سجد کے اندر دروازہ کھلا رکھنے کی اجازت نہیں ملی۔

۱۵۔ حضرت عثمان ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے قرآن کو جمع کیا۔  
اور ان سے رسول اللہ کی ایک سو چھیالیس حدیثیں مروی ہیں۔

(تاریخ الخلفاء۔ تاریخ احمدی ص ۱۱۱)



## سوالات

- ۱۔ حضرت عثمان کا شجرہ نسب بیان کیجئے۔
- ۲۔ حضرت عثمان کی خاندانی خصوصیات بیان کیجئے۔ اور  
ان کا خاندانی مذہب کیا تھا؟
- ۳۔ آپ کب مشرت بالاسلام ہوئے۔ اور آپ کے  
نکاح جو ہوئے ان پر روشنی ڈالیے۔
- ۴۔ حضرت عثمان نے غزوات میں کس طرح حصہ لیا؟

۵۔ حضرت عثمان کی سفارت کو بیان کیجئے۔ نیز بتلایئے  
 کہ قرآن کے متعلق انہیں کیا خصوصیت حاصل ہے  
 اور ان سے کس قدر احادیث روایت ہوئی ہیں؛



مشالہ

# سایہ سوال باب

## فتوحات حضرت عثمان

آذربائیجان اور آرمینیا کی بغاوت اور ان پر دوبارہ قبضہ اور گرجستان وغیرہ کی فتح

آذربائیجان اور آرمینیا دلایت کو ذ میں شامل تھے۔ حضرت عثمان نے مغیرہ بن شعبہ کو یہاں کی گورنری سے معزول کر کے سعد بن ابی وقاص کو جو شوریٰ کمیٹی کے ممبر تھے۔ گورنر مقرر کیا۔

کیا مگر دو سال بعد سعد کو بھی برطرف کر دیا۔ اور آذربائیجان کے عامل عقبہ بن فرقہ کو بھی برطرف کر دیا۔ اس پر اہل آذربائیجان نے بغاوت کر دی۔ ولید بن عقبہ لشکر لے کر گیا اور اس نے اس بغاوت کو فرو کیا۔ سراقہ اور عبدالرحمن کی مدد سے آرمینیا کے فتنہ کو فرو کیا۔ اس نے جو انصاف کے ساتھ ساتھ باب تک کامل علاقہ فتح کر لیا۔ اور باب کو اس علاقہ کا صدر مقام بنا کر اس علاقہ کے نظم و نسق کو درست کیا۔ اور فتوحات کو جاری رکھا ان ہی حملوں میں وہ لڑائی میں کام آیا۔ اس پر حضرت عثمان نے سلمان

بن رسیہ کو آرمینیا بھیجا۔ اس نے آرمینیا اور قفقاز کے علاقے فتح کر کے دوبارہ عربی سلطنت میں شامل کیے۔ حبیب بن مسلمہ نے رومیوں سے لڑ کر اران اور گرجستان کے علاقے فتح کیے۔

**اناطولیہ اور عموریہ** معاویہ بن ابی سفیان نے ۲۶ھ میں اناطولیہ پر حملہ کر کے اسے فتح کیا۔ یہ علاقہ رومی سلطنت کا ایک حصہ تھا اور شام کی سرحد پر واقع تھا۔ اس کے بعد معاویہ نے شہر عموریہ کو فتح کیا۔

**بحری بیڑے** مصر کے گورنر عبداللہ بن سعد نے سکندریہ کی حفاظت کے لیے ایک بحری بیڑا تیار کیا۔ حضرت عثمان کی اجازت سے معاویہ نے ایک بحری بیڑا تیار کیا۔ اس طرح مسلمانوں کے یہ بیڑے بننے کے بعد سمندر میں بحری تجارت کا کام بھی شروع ہو گیا مسلمانوں کے پہلے امیر البحر عبداللہ بن قیس مقرر ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد سفیان بن عوف امیر البحر مقرر ہوئے۔

**بحری فتوحات جزائر قبرص** معاویہ بن ابی سفیان نے ۲۸ھ میں عبداللہ بن قیس کی سرکردگی میں ایک بحری بیڑا قبرص کو فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ جب حملہ ہوا، تو یہاں کے باشندوں نے گھبرا کر صلح کر لی۔ شرائط صلح یہ تھے کہ وہ رومیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد کریں گے۔ اور سات ہزار دینار ادا کرتے رہیں گے۔ ۳۰ھ میں قبرص کے باشندوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی



ر کے مسلمانوں کے خلاف رومیوں کی مدد کی۔ چنانچہ اس جزیرہ پر دوبارہ فوج کشی  
 ہوئی اور اسے فتح کر کے مسلمانوں کی نو آبادی قرار دیا گیا۔ قبرص بحیرہ روم کا  
 نہایت سرسبز و شاداب جزیرہ ہے۔ قبرص پر حملہ مسلمانوں کی پہلی بحری یلغار تھی  
 اس کے بعد بحیرہ روم کے کئی اور جزیرے پر بھی قبضہ کیا گیا۔ جن میں سے ارادوس  
 ۱۵۶ء میں اور رودس ۱۵۷ء میں فتح ہوئے۔ اس طرح شام کی سرحدیں  
 اس بحری بیڑے اور جزائر کی فتوحات سے مضبوط ہو گئیں۔

۱۵۵ء میں رومیوں نے **رومیوں کا اسکندریہ پر حملہ اور شکست** | اسکندریہ پر بحری حملہ کیا۔

اس بیڑے کی قیصر روم کانسٹینٹائن (CONSTANS II) خود  
 سرکردگی کر رہا تھا۔ مسلمانوں کے بحری بیڑے نے مل کر مقابلہ کیا۔ عربی  
 بیڑے نے رومی بیڑے کو شکست دی۔ اس رومی بیڑے کی شہرت کا خاتمہ  
 ہو گیا اور مسلمان بحیرہ روم کے دیگر جزائر پر بھی قبضہ کرنے لگے۔ یہ بحری  
 لڑائی جنگ ذوالصواری ریاد بالوں کی جنگ کہلاتی ہے۔

عمر و عاص کی معزولی مصر کی بغاوت | مصر کے گورنر عمرو عاص  
 سے حضرت عثمان نے **اور طرابلس وغیرہ کی فتح** | خراج مصر میں اضافہ

چاہا۔ اس نے خراج بڑھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت عثمان نے عمرو عاص  
 کو معزول کر کے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا۔ عمرو عاص  
 کی معزولی پر اہل اسکندریہ نے بغاوت کر دی۔ عبداللہ نے اس بغاوت کو

فرو کیا اور خراج میں کافی اضافہ کیا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مصر کا فوجی  
نگران بھی تھا اس نے شکستہ میں طرابلس پر حملہ کیا یہاں کا حاکم جریر بن  
(GREGORY) ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر مقابلہ میں آیا  
حضرت عثمان بن عبداللہ بن زبیر کی قیادت میں تازہ دم فوج روانہ کی  
مقابلہ میں جریر (گریگوری) قتل ہوا اور طرابلس فتح ہو گیا۔

فارس، خراسان اور طبرستان | علاقے لبرہ کے صوبہ میں تھے  
ابو موسیٰ اشعری وہاں کے گورنر تھے

حضرت عثمان نے انہیں معزول کر کے عبداللہ بن عامر کو گورنر مقرر کر دیا اس  
پر اہل فارس نے بغاوت کر دی۔ عبداللہ بن عامر نے بغاوت کو فرو کرنے  
نیز شکستہ میں جرجان اور طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ پھر خراسان کے علاقے  
میں نیشاپور، طوس اور ہرات پر قبضہ کیا۔

ترکستان و سیستان | عبداللہ بن عامر نے شرقی ترکستان کے صدر  
مقام بلخ کو فتح کیا۔ پھر خوارزم پر حملہ کیا۔ مگر

اسے فتح نہ کر سکا۔ ان دنوں شاہ ایران یزدجرد ترکستان میں قیام پذیر تھا  
اس نے چین اور ترکستان کی فوجیں جمع کر کے سیستان پر حملہ کر دیا۔ لیکن  
دوران جنگ میں وہ خود مارا گیا۔

فتح سجستان، غزنی و کابل | عبداللہ بن عامر نے ربیع بن زیاد کو  
سجستان پر حملہ کے لیے مامور کیا۔ اس

نے سجستان کے صدر مقام زرنج کو فتح کر لیا۔ مگر ایک سال کے بعد وہاں

کے باشندوں نے بغاوت کر دی۔ عبداللہ بن عامر نے عبدالرحمن بن سمرہ کو ان کے خلاف بھیجا جس نے محاصرہ کے بعد شہر کو فتح کیا۔ پھر عبدالرحمن بن سمرہ نے فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا اور اس نے بلوچستان کا مغربی حصہ اور غزنی اور کابل کے علاقے فتح کیے اور عربی سلطنت کی حدود پر صغیر پاک و ہند سے آگئیں۔



## سوالات

- ۱۔ آذر بایجان کی بغاوت کی کیا وجہ تھی۔ اور اس بغاوت کو کس طرح فرو کیا گیا۔
- ۲۔ آرمینیا کی بغاوت کس طرح ختم کی گئی۔ اور پھر وہاں کا نظم و نسق کس طرح قائم کیا گیا؟ اور گرجستان کو کس طرح فتح کیا؟
- ۳۔ اناطولیہ اور عموریہ کو کس نے فتح کیا اور اناطولیہ کی سیاسی پوزیشن کیا تھی؟
- ۴۔ مسلمانوں کے بحری بیڑے کس طرح تیار کیے گئے اور ان سے کیا کیا فائدے پہنچے؟
- ۵۔ مسلمانوں کی بحری فتوحات اور ان کے جزائر پر قبضوں

کوتہ بیان کیجئے۔

۷۔ رومیوں کا سکندریہ پر حملہ بیان کر کے ان کی

شکست کو بیان کیجئے۔

۸۔ عمرو عامر کی مغزولی پر جو مصر میں بغاوت

ہوئی۔ اسے کس طرح فرو کیا گیا۔ نیز طرابلس کی

فتح کو بیان کیجئے۔

۹۔ فارس، خراسان اور طبرستان کس طرح فتح ہوئے

۱۰۔ ترکستان اور سیستان کس طرح فتح ہوئے

۱۱۔ بھجستان، غزنی اور کابل کی فتوحات کس

طرح ہوئیں؟

————— ❦ —————

۱۲۔ ہندوستان کی فتح کیجئے۔

۱۳۔ چین کی فتح کیجئے۔

۱۴۔ جاپان کی فتح کیجئے۔

۱۵۔ مغربی ہندوستان کی فتح کیجئے۔

۱۶۔ مشرقی ہندوستان کی فتح کیجئے۔

۱۷۔ بنگال کی فتح کیجئے۔

۱۸۔ آسام کی فتح کیجئے۔

۱۹۔ سری لنکا کی فتح کیجئے۔



# اٹھائیویں باب

حضرت عثمان کی اپنے خاندان پر نوازشیں  
تقسیم دولت اور تقسیم اقتدار میں خاص مراعات اور

اس کا سیاسی پس منظر

ڈاؤنسی موزخ مسٹر ڈوڑی (DOZY) کی رائے  
یہ کبیر السن خلیفہ اپنے اقربا سے بہت  
زیادہ محبت رکھتا تھا اور یہ لوگ  
جو مکہ کے امیر کہلاتے تھے اور میں

میں تک ہمارا حضرت (رسول اللہ) کو ایذا پہنچاتے رہے تھے ان پر ظلم کرتے  
اور ان سے لڑتے رہے اب وہ کامل طور پر حضرت عثمان پر قابو پا گئے تھے۔ ان کا  
پا حکم اور خاص کر اس کا بیٹا مردان اس سلطنت کے اصل فرماں روا تھے  
خلیفہ کا لقب برائے نام حضرت عثمان کے لیے رہ گیا تھا اور ان کی جوابدہی  
حضرت عثمان کے متعلق تھی۔ جس کی اصلاح مردان سے ناممکن تھی، بنی امیہ عام طور  
پر ملک پر بھوک کی جو کھول کی طرح چھٹے ہوئے تھے۔ مال دنیا سبب زوری سے جمع

کر رہے تھے۔ مدینہ میں چاروں طرف سے شکایتیں آ رہی تھیں لیکن یہ شکایتیں سخت کلامی کر کے ہٹا دی جاتی تھیں۔  
حضرت عثمان اقربا کی بہت پرورش کرتے تھے۔ انہوں نے خزانہ کاروان اپنے اور اپنے اقربا پر کھل دیا تھا۔ اور انہیں عطایا اور جاگیروں سے مالا مال کر دیا تھا۔ حضرت عثمان کے خلیفہ ہوتے ہی اموی نسل پوری حکومت پر مسلط ہو گئی تھی۔ انہوں نے پبلک مفاد کی چیزیں چرا گاہیں وغیرہ بھی امویوں کے لیے مخصوص کر دی تھیں۔

**چرا گاہیں** جب حضرت عثمان مسند خلافت پر بیٹھے تو انہوں نے ان سرسبز زمینوں کو موشیوں کے لیے چرا گاہیں مخصوص کر لیں۔ ان سرسبز زمینوں پر صرف ان ہی کے جانور چر سکتے تھے۔ باسراکاری تحویل میں زکوٰۃ کے اونٹ جو موجود ہوتے تھے وہ چر سکتے تھے۔

حضرت عثمان نے مدینہ کے ارد گرد کی تمام چرا گاہیں اپنے لیے مخصوص کر لیں کسی مسلمان کو اجازت نہیں تھی کہ اپنے جانور چرا سکے۔ سوائے بنی امیہ کے۔ حضرت عثمان نے ربذہ، شرف، بقیع یہ سب مقامات حکومت کے لیے مخصوص کر لیے تھے۔ ان زمینوں میں نہ ان کے گھوڑے چر سکتے تھے نہ بنی امیہ کے۔ کچھ دنوں کے بعد انہوں نے شرف کی زمین اپنے اونٹوں کے لیے جو ہزار کی تعداد میں تھے اور حکم بن العاص کے اونٹوں کے لیے مخصوص کر لی اور ربذہ کی زمین زکوٰۃ کے اونٹوں کے لیے اور بقیع کی زمین

لشکر اسلام کے گھوڑوں اور نبی امیہ کے گھوڑوں کے لیے۔ حالانکہ رسول اللہؐ نے اس کی ممانعت فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ کوئی شخص زمین کے کسی حصہ کو اپنے لیے مخصوص نہیں کر سکتا۔ جس طرح جاہلیت والے کرتے تھے۔ زمینیں صرف اللہ اور رسول کے لیے مخصوص ہو سکتی ہیں۔ یعنی جہاد کے گھوڑوں وغیرہ کے لیے کچھ زمینیں مخصوص ہوں گی۔ باقی مفاد عامہ کیلئے عام چراگاہیں ہوں گی۔ رسول اللہؐ نے سبزہ وگھاس میں تمام مسلمانوں کو برابر کا حصہ دار قرار دیا تھا۔ جو سبزہ وگھاس بارش سے سیراب ہوا اور کسی کی ملکیت نہ ہو اس میں تمام لوگ برابر کے شریک تھے۔ حضرت عثمانؓ نے زمانہ جاہلیت کی رسوم کو زندہ کر دیا۔ اور چراگاہیں اپنے قبیلہ کے لیے مخصوص کر دیں۔ حضرت عثمانؓ نے اقتدار اور دولت کو کس طرح اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کیا اس کے لیے ہم ان کے رشتہ داروں کا فرداً فرداً تذکرہ کرتے ہیں اور انہیں جو مراعات دی گئیں ان کا بھی تذکرہ کریں گے۔

## حکم بن العاص

حکم بن العاص رسالتکاتب کا پڑوسی تھا۔ رسول اللہؐ کے جانی دشمنوں ابوہل اور ابواسیب کی پارٹی سے تعلق رکھتا تھا۔ اور حضورؐ کی عداوت میں ہر وقت

۱۔ دائمی صفحہ ۲۳۵۔ ۲۔ کتاب الدم ج ۳ صفحہ ۲۰۸۔ معجم البلدان ج ۳ صفحہ ۲۴۴۔ نہایہ ابن اثیر

جلد ۲۹۴ لسان العرب ج ۱۸ صفحہ ۲۱۶، تاج العروس ج ۱۰ صفحہ ۹۹۔

سرگرم جدوجہد تھا اور سخت سے سخت اذیتیں پہنچایا کرتا تھا۔

حکم رسالت کے پاس آکر بیٹھا کرتا تھا۔ جب آپ کلام فرماتے، تو نقلیں اتارتا، منہ بتاتا تھا۔ ایک دن سرکار رسالت کی نظر پڑ گئی۔ آپ نے فرمایا۔ ایسا ہی ہو جا۔ چنانچہ وہ ویسا ہی ہو گیا اور مرتے دم تک ویسا ہی رہا۔ ایک دفعہ سرکار رسالت ایک جگہ سے گزر رہے تھے۔ حکم بن عاں اپنی انگلی سے اشارے کر کے رسول اللہ کی تضحیک کرنے لگا۔ حضور کی نظر پڑ گئی اور بدعا فرمائی: بار الہا! اسے رعشہ میں مبتلا کر دے۔ اسی وقت اسے رعشہ کا مرض ہو گیا اور یہ مرتے دم تک اسی میں مبتلا رہا۔

۸۔ میں کہ فتح ہوا تو اس نے مجبوراً اسلام قبول کر لیا۔ ایک دفعہ رسول اللہ اپنی کسی زوجہ کے حجرہ میں تشریف فرما تھے حکم جھانک کر دیکھنے لگا۔ رسول اللہ نے پہچان لیا۔ باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ اس ملعون مرد مرعش سے کون مجھے بچاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جہاں میں رہوں نہ یہ حکم رہ سکتا ہے اور نہ اس کی اولاد۔ چنانچہ آپ نے اسے اہل و عیال سمیت طائف کی طرف نکال باہر کیا۔ آنحضرت کے ارتحال پر طلال پر حضرت عثمان نے حضرت ابوبکر سے اس کی سفارش کی کہ حکم کو مدینہ واپس بلا لیا جائے۔ حضرت ابوبکر نے انکار کر دیا اور کہا کہ رسول اللہ جسے باہر کر چکے ہیں میں اسے پناہ نہیں دے سکتا۔ جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو حضرت عثمان

۱۔ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۵۔ ۲۔ اصحابہ ج ۱ ص ۳۲۵، ۳۲۶، سیرت حلبیہ ج ۱

ص ۳۳، فائق زخمشری ج ۲ ص ۲۰۵، تاج العروس ج ۶ ص ۳۵



نے ان سے بھی یہی درخواست کی انہوں نے بھی حضرت ابو بکر کی طرح جواب دیا جب حضرت عثمان خود خلیفہ ہوئے تو اب کون روکنے والا تھا۔ اسے اہل و عیال سمیت مدینہ واپس بلا لیا اور لوگوں سے یہ کہا کہ میں نے سرکار رسالت سے اس کی سفارش کی تھی اور انہوں نے وعدہ فرمایا تھا کہ میں اسے مدینہ میں واپس آنے کی اجازت دے دوں گا مگر حضور کا انتقال ہو گیا۔ مسلمانوں نے حضرت عثمان کی بات پر یقین نہیں کیا اور لوگوں کو یہ نہایت ناگوار گزارا۔

مولف استیعاب نے یہ بھی لکھا ہے کہ حکم اور اس کے بیٹے مردان کی طائف کی طرف جلا وطنی کا سبب یہ تھا کہ حکم رسالت کی باتیں چھپ چھپ کر سنتا اور مشرکین و کفار و منافقین کو جا کر بتا دیتا تھا۔

### حضرت عثمان کی حکم بن عاص پر نوازشیں | حکم بن عاص جسے ہول خدا نے مدینہ سے نکال

باہر کیا تھا۔ حضرت عثمان نے نہ صرف یہ کہ اسے مدینہ میں بلا لیا۔ بلکہ اپنا مقرب خاص بنایا بلکہ قبیلہ قضاعہ سے جتنی زمینیں اور مال و اسباب وصول ہوئے وہ سب اسے بخش دیے حکم جس وقت مدینہ میں داخل ہوا تو کیفیت یہ تھی کہ بدن پر چلتی پھرتے تھے۔ تمام لوگ اس کے افلاس اور اس بری حالت کو دیکھ رہے تھے۔ آگے آگے ایک بڑا مقدار جسے وہ ہنکاتا تھا۔ اسی حالت میں دوبار عثمانی میں داخل ہوا جب وہاں سے پلٹا تو خزانہ کی بیش بہا دنیا اور قیمتی روایں اپنے ہاتھ میں لے کر آیا۔

۱۔ کتاب الانساب ج ۵ صفحہ ۲۴۰ سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۳۳۰ اسد الغابہ جلد ۲ ص ۳۴۰ بالاختصار  
۲۔ استیعاب جلد ۱ ص ۱۱۸ ۳۔ تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۴۱

حضرت عثمان نے حکم بن عاص کو بنی قضاہ سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور فرمایا جس کی مقدار تین لاکھ درہم تھی۔ جب حکم بن عاص وصول کر کے حضرت عثمان کے پاس آیا تو آپ نے سب کا سب اسے بخش دیا۔

حضرت عثمان نے حکم بن عاص کو ایک لاکھ درہم بخشے۔

عبدالرحمن بن لیسا کا بیان ہے کہ بنو امیہ کے مسلمانوں سے زکوٰۃ و صدقات کی وصولی پر جو شخص مقرر تھا ایک دن میں نے دیکھا کہ جب شام ہوئی تو حضرت عثمان اس کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ آج کی جتنی آمدنی آئی ہے وہ سب حکم بن عاص کو دے دو۔ حضرت عثمان کا قاعدہ تھا کہ جب

انہیں اپنے اعزہ کو کچھ دنیا دلانا ہوتا تھا تو اپنے پاس سے نہیں دیتے تھے بلکہ مسلمانوں کے بیت المال سے ہی دلا دیتے تھے۔ خزاہی ملنے لگا۔ اور

کہا کہ جب روپیہ وصول ہو جائیگا تو میں دے دوں گا۔ حضرت عثمان کا اصرار زیادہ ہوا۔ آپ نے فرمایا تم ہمارے خزاہی ہو۔ ہم جلیا حکم دیں ولیسا کرو۔ خزاہی نے کہا یہ غلط ہے۔ بخدا نہ میں آپ کا خزاہی ہوں نہ آپ کے گھر والوں کا۔

میں تو مسلمانوں کا خزاہی ہوں۔ جمعہ کے دن نماز کے وقت حضرت عثمان خطبہ پڑھ رہے تھے۔ وہ خزاہی آیا اور کہنے لگا۔ لوگو! حضرت عثمان مدعی ہیں کہ

میں ان کا اور ان کے گھر والوں کا خزاہی ہوں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میں مسلمانوں کا خزاہی ہوں۔ یہ تمہارے بیت المال کی کجیاں ہیں۔ یہ کہہ کر

۱ تاریخ الانساب بلاذری ج ۵ ص ۷۸ ۲ معارف ابن قتیبة ص ۸۷ عقد الفرید ج ۱

ص ۲۶۱ مرآة الجنان یا فنی جلد ۱

اس نے۔ کنجیاں پھینک دیں۔ حضرت عثمان نے اٹھا کر زید بن ثابت کے حوالے  
کر دیں۔

## مروان بن الحکم

مروان حکم کا بیٹا اور حضرت عثمان کا داماد تھا۔ یعنی ان کی بیٹی ام ابان کا  
شوہر تھا اور ان کا ابن عم، چچا زاد بھی تھا۔

مروان کو وزیر اعظم کا منصب | حضرت عثمان نے مروان کو اپنا  
وزیر اعظم بنا کر سلطنت کا سارا

انتظام اس کے حوالے کر دیا۔ وہ مملکت کے کل بیاہ و سفید کا مالک تھا، جو  
چاہتا تھا کرتا تھا، جسے چاہتا تھا مال دیتا تھا، جسے چاہتا تھا محروم کرتا تھا۔ حضرت  
عثمان کی مہراس کے پاس رہتی تھی۔ جو چاہتا تھا حکم جاری کرتا تھا اور اس پر  
حضرت عثمان کی مہر ثبت کر دیتا تھا۔

ملازمین شاہی سے جو کام چاہتا تھا لیتا تھا۔ جو وہ رائے دیتا تھا حضرت  
عثمان اسی پر عمل کرتے تھے۔

مروان پر حضرت عثمان کی خاص غنایات | حضرت عثمان نے  
افریقہ کے جنگ میں

جو مال غنیمت لایا اس کا خمس جس کی تعداد پانچ لاکھ اشرفیاں ہوتی تھیں۔

لے تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۲۵

مروان کو بخش دیا۔ علامہ بلاذری نے عبداللہ ابن زبیر سے روایت کی ہے کہ کربلا میں حضرت عثمان نے ہم لوگوں کو افریقہ کی لڑائی کے لیے بھیجا۔ عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح جو فوج کا سپہ سالار تھا اسے بے شمار مال غنیمت ہاتھ لگا۔ چنانچہ اسے اس مال غنیمت کے تو فوج میں تقسیم ہوئے۔ پانچواں حصہ دھنس، حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر کیا گیا وہ سب کا سب آپ نے اٹھا کر مروان کو دے دیا۔

منجملہ ان باتوں کے جو حضرت عثمان سے لوگوں کی ناراضگی کا سبب ہوئیں یہ بات بھی تھی کہ انہوں نے اپنے چچا زاد بھائی مروان کو ایک لاکھ پچاس اوقیہ غنایت کیا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ یعنی چالیس لاکھ دو ہزار درہم مروان کو غنایت فرمائے۔ جن باتوں سے لوگ ناراض ہوئے ان میں سے یہ بھی تھا کہ انہوں نے فک مروان کو بطور جاگیر دے دیا۔

## حادثہ ابن الحکم

۱۔ حضرت عثمان نے اپنے دوہرے داماد اپنی بیٹی عائشہ کے شوہر حادثہ ابن حکم کو تین لاکھ درہم غنایت کیے۔

۲۔ کتاب الانساب ج ۵ صفحہ ۲۰۸۔ سیرت حلبیہ ج ۳ صفحہ ۳۳۵۔ معارف ابن قتیبہ صفحہ ۳۷۶۔

۳۔ کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صفحہ ۳۷۶۔



۲۔ زکوٰۃ میں وصول شدہ اونٹ حضرت عثمان کے پاس لائے گئے آپ نے وہ سب کے سب حارث بن حکم کو دے دیے۔

علامہ ابن قتیبہ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے محضول جو مدینہ کا بازار تھا تمام سلاخوں کے لیے وقف کر دیا تھا حضرت عثمان نے حارث بن حکم کو اسے بطور جاگیر عنایت فرما دیا۔

حضرت عثمان نے بازار مدینہ میں جو مال فروخت ہوتا تھا اس کا دسواں حصہ حارث کو عطا فرما دیا تھا۔

## سعيد بن عاص

**سعيد کا باپ** | سعيد کا باپ عاص سرکار رسالت کے ان مہسایوں میں سے تھا جو حضور کی ایثار سانی کے درپے رہتے تھے۔ سرکار ولایت علی ابن ابی طالب نے بروز جنگ بدر اسے قتل کیا تھا۔

**سعيد کا باپ** | سعيد سی دشمن اسلام باپ کا بیٹا تھا اور خود مشہور اوباش شخص تھا۔ حضرت عثمان نے اسے اپنی قراقراری کی وجہ سے کسی خصوصی تفضیلت و شرف کے بغیر انداز میں حصہ دیا۔ نظام حکومت میں لیا اور کوفہ کا گورنر بنایا۔ کوفہ کی وہ ولایت جس میں اس زمانہ میں ایران جنت نشان

۱۔ کتاب الانساب بلاذری جلد ۴ ص ۸۷ معاصت ص ۸۷ عقد الفرید ج ۲ ص ۲۶۱

شرح تہج البلاغہ جلد ۲ ص ۸۳ سیرۃ الجلیلہ ج ۲ ص ۸۷

کا ایک حصہ بھی شامل تھا۔ اس جنت ارضی میں بنی امیہ کے ان نوجوانوں کو حصول حکومت سے کیا غرض تھی۔ اس کو سعید کے ایک مقولہ نے خود بیان کیا ہے وہ اکثر کہا کرتا تھا۔

”ان هذا السواد بستان الاغيلة القریش“ یہ سرزمین قریش (بنی امیہ) کے پھوکروں کے لیے باغ ہے۔ اس سے آپ اس ذہنیت کا اندازہ کر سکتے ہیں جو بنی امیہ کے ان نوجوانوں کی استعمال اقتدار میں تھی چنانچہ اسی ذہنیت کے پیش نظر سعید بن عاص ولایت کوفہ پر حکومت کر رہا تھا۔

جناب ہاشم مرقال جو رسول اللہ کے جلیل القدر صحابی تھے، ان کی آنکھ جنگ یرموک میں ضائع ہو گئی تھی، ان کا واقعہ مشہور ہے۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ سعید نے جبکہ وہ کوفہ کا حاکم تھا پوچھا کہ تم لوگوں میں سے چاند کس نے دیکھا ہے لوگوں نے کہا ہم نے تو نہیں دیکھا۔ ہاشم نے کہا میں نے دیکھا ہے۔ سعید نے کہا اپنی اس کافی آنکھ سے تم نے چاند دیکھ لیا اور اتنے مجمع میں سے کسی نے نہیں دیکھا۔ ہاشم نے کہا تم مجھے ایک چشم ہونے کا عیب لگاتے ہو خالانکہ یہ راہ خدا میں ضائع ہوئی ہے۔

چونکہ رسول اللہ کا حکم ہے۔ اذ اراہتم الہلال فصوموا واذ اراہتموہ فافطروا (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن نسائی)۔

جب رمضان مبارک کا چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب عید کا چاند دیکھو تو روزہ کھول دو۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق ہاشم نے دوسرے دن روزہ نہیں

رکھا۔ سعید کو خبر مل گئی آدمی بھیج کر اسے بلوایا۔ خوب پوچھا اور اس کا گھر جلوایا  
اہل کوفہ کے ایک وفد نے حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہو کر سعید  
کی شکایت کی مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی اور کہا کہ جب تم لوگ اپنے کسی حاکم  
میں درشتی دیکھتے ہو تو تمہاری خواہش ہوتی ہے کہ اسے معزول کر دیا جائے سعید  
دوبارہ کوفہ پلٹ آیا۔ ادب جی کھول کر اس نے اہل کوفہ پر سختی کی۔

(کتاب الانساب لما ذری)

حضرت عثمان نے سعید بن عاص کو ایک لاکھ درہم عنایت کیے  
**الی عنایت** یہ بات لوگوں کو ناگوار گزری چنانچہ اس معاملہ میں حضرت

علیؑ، زبیرؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ یعنی اصحاب  
شوریٰ نے حضرت عثمان سے گفتگو کی۔ اس پر آپؓ نے فرمایا سعید میرا  
رشتہ دار ہے۔ ذوی الارحام میں سے ہے۔ میں نے صلہ رحمی کیا ہے۔ ان لوگوں  
نے کہا۔ کیا حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے قرائب دار نہیں تھے۔ کیا انہوں نے ان کو اتنی  
گراں قدر نہیں دیں۔ حضرت عثمان نے کہا ابوبکرؓ و عمرؓ اپنے قرائب داروں کو محروم  
رکھ کر خدا کی خوشنودی چاہتے تھے۔ اور میں صلہ رحمی میں خدا کی خوشنودی کا  
طلبگار ہوں۔ لوگوں نے کہا آپؓ کے طرز عمل سے وہ طرز عمل ہمیں پسند تھا۔  
آپؓ نے فرمایا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ (کتاب الانساب جلد ۵ ص ۱۷۸)

حضرت عثمان کے اس جواب میں غالباً خطائے اجتہادی ہے۔ اس لیے  
کہ صدر رحم اس وقت قابل تفریغ ہوتا ہے جب انسان خاص اپنے مال سے  
دے نہ کہ ایسا مال جس میں تمام مسلمانوں کا حق ہو جو سبھی مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہو

ولید بن عقبہ

## حضرت عثمان سے رشتہ

ایک حق۔

ولید کا باپ عقیقہ

ولید کا باپ عقیقہ

نے لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ مکہ میں  
الواسط اور عقیقہ بن ابی معیط یہ دونوں جبالوں  
پر ڈال دیتے تھے۔ اسی پر اکتفا نہیں بلکہ ط  
کر کے میرے دروازے پر چھوڑ جاتے یہ

کر کے میرے دروازے پر چھوڑ جاتے یہ

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں، پیغمبر اور  
ہر وقت جھگڑے پر تیار اور کشت  
عقبتہ بن ابی معیط اور حکم بن عاصؓ

عقبتہ بن ابی معیط اور حکم بن عاصؓ

اقتدار میں حصّہ اور کردار

اقتدار میں حصّہ اور کردار

ولید بن عقیقہ بھی تھا۔ جس کے

ولید بن عقیقہ بھی تھا۔ جس کے

له طبقات ابن سعد جلد ۸۶ طبع مصر ۱۸۵۰ طبقات ابن سعد جلد ۱۸۵

له طبقات ابن سعد جلد ۸۶ طبع مصر ۱۸۵۰ طبقات ابن سعد جلد ۱۸۵



ولید بن عقبہ تمام رات اپنے مصاحبین اور اربابِ نشاط کے ساتھ شراب نوشی میں مصروف رہتا تھا۔ اور جب مؤذن نماز کے لیے ولید کو خبردار کرتے تھے تو وہ (اسی طرح مخمور) مسجد میں جا کر لوگوں کو نماز پڑھاتا تھا اور بجائے دو رکعت کے چار رکعت پڑھا کر کہتا تھا۔ اگر کوئی رکعتوں کو اور زیادہ کر دے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ولید مذکور جب سجدہ میں جاتا تھا تو دیر تک پڑا رہتا تھا اور کہتا تھا۔ "پی اور مجھے بھی پلا۔" چنانچہ ایک بار جو لوگ اس کے پیچھے پہلی صف میں تھے ان میں سے کسی نے کہا کہ تم بھڑ پڑو تعجب نہیں کرتے لیکن اس پر تعجب میں جس نے بیٹھے ہمارا والی اور میر کر کے یہاں بھیجا ہے نبی ولید بن عقبہ کے فسق اور مداومت شرابخوری کی خبر مشہور ہوئی تو مسلمانوں کے ایک گروہ نے جس میں ابو جندب اور ابو زینب بھی تھے۔ مسجد میں اکر ولید پر ہجوم کیا۔ دیکھا کہ ولید تخت حکومت پر نشہ شراب سے بے ہوش پڑا ہے۔ انہوں نے اس کی انگلی سے انگشتی جس میں اس کی ہر ہمتی۔ اتار لی۔ اور فوراً مدینہ آئے۔ حضرت عثمان سے ولید کی شراب نوشی کا ماجرا بیان کیا۔ حضرت عثمان نے ابو جندب اور ابو زینب سے پوچھا کہ تم نے کیونکر جانا کہ ولید نے شراب پی۔ انہوں نے ولید کی مخموری کے ثبوت میں اس کی انگشتی پیش کر کے کہا کہ اس نے وہی شراب پی جو ہم زمانہ جاہلیت میں پیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان نے ان کو ڈانٹا۔ اور ان کے سینہ پر دھکا دیکر فرمایا۔ میرے پاں سے مہٹ جاؤ۔ یہ سن کر وہ دونوں اسٹے پاؤں باہر نکل آئے یہ

علامہ ابن حجر کی ستر روٹی | ولید کا صحابی رسول اللہ ہونا ثابت ہے  
اس سے کچھ گناہ بھی سرزد ہوئے۔ جس کا

معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ لب کثافی  
نہ کریں۔

تقسیم دولت میں ولید بن عقبہ کا حصہ | حضرت عثمان سے  
بیت المال کی ایک

رقم خطیر ولید بن عقبہ کو مہر کر دی۔

جب ولید حاکم کوفہ ہو کر آیا تو اس وقت کوفہ کے بیت المال کے  
نگران حضرت عبداللہ بن مسعود تھے، ولید نے عبداللہ بن مسعود سے  
ایک رقم کثیر قرض کے طور پر مانگی۔ حکام اکثر قرض لیتے۔ اور جب انہیں  
وظیفے ملتے تو ادا کر دیتے تھے۔ عبداللہ بن مسعود نے ولید کو بھی  
قرضہ دے دیا۔ کچھ دنوں کے بعد واپسی کا تقاضا کیا۔ ولید نے  
ان کی شکایت حضرت عثمان کو لکھ بھیجی۔ حضرت عثمان نے عبداللہ  
بن مسعود کو لکھا کہ تم فقط خزاہی ہو۔ ولید نے جو کچھ قرضہ لیا ہے۔ اس  
کا تقاضا نہ کرو۔ اس سے تعرض کرنا مناسب نہیں، عبداللہ بن مسعود  
نے کنجیاں پھینک دیں۔ اور کہا کہ میں اب تک یہی سمجھا تھا کہ میں مسلمانوں  
کا خزاہی ہوں۔ تمہارا ہی خزاہی ہونا ہے تو مجھے ملازمت کی حاجت  
نہیں۔ کنجیاں حوالہ کرنے کے بعد وہ کوفہ میں ہی مقیم رہے۔

۱۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۱۱۔ ۲۔ کتاب الانساب ج ۵ ص ۳

عبداللہ بن سنان بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عبداللہ بن مسعود ادمر سے گزرے۔ ان دنوں وہ کوفہ کے بیت المال کے نگران تھے اور حاکم کوفہ ولید بن عقبہ تھے۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا کوفہ والو! رات کو بیت المال کے ایک لاکھ درہم کم نکلے۔ نہ تو اس کے متعلق خلیفہ وقت کا کوئی فرمان پہنچا۔ نہ مجھے اس سے بری قرار دیا۔ ولید نے یہ واقعہ حضرت عثمان کو لکھ بھیجا۔ انہوں نے عبداللہ بن مسعود کو بیت المال سے معزول کر دیا۔

## عبداللہ بن خالد

عبداللہ بن خالد بن اسید بن ابی العاص بن امیہ حضرت عثمان کے داماد تھے۔ علامہ ابن عبد ربہ قرطبی، علامہ ابن قتیبہ اور علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے عبداللہ بن خالد بن اسید بن ابی العاص ابن امیہ کو چار لاکھ درہم دیے۔

حضرت عثمان کے زمانے میں بیت المال کے انچارج عبداللہ بن ارقم تھے۔ حضرت عثمان نے ایک لاکھ درہم قرض لیے عبداللہ نے اس کے متعلق ایک یادداشت لکھی کہ یہ سامانوں کا مال ہے اور حضرت علی و طلحہ و

زبیر سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ ابن عمر سے اس پر گواہیاں لکھوائیں جب  
 مدت پوری ہوئی تو حضرت عثمان نے وہ ایک لاکھ درہم واپس کر دیے۔ کچھ  
 ہی دنوں کے بعد عبداللہ ابن خالد بن انسید مکہ سے آیا اور اس کے ساتھ کچھ  
 اور لوگ بھی تھے۔ حضرت عثمان عبداللہ کو تین لاکھ درہم دیے اور پھر انہوں  
 سے ہر ایک ایک ایک لاکھ درہم عنایت کیے اور ابن ارقم کو ایک تحریر لکھی  
 کہ اتنا روپیہ بیت المال سے ادا کر دو۔ ابن ارقم کے نزدیک یہ رقمیں  
 بہت زیادہ تھیں۔ بیت المال منتحل نہیں ہو سکتا تھا۔ انہوں نے حضرت  
 عثمان کا حکم نامہ واپس کر دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت  
 عثمان سے خواہش کی کہ سابق کی طرح پھر ایک تحریر لکھ دیں کہ یہ مسلمانوں  
 کا مال ہے۔ حضرت عثمان نے ایسی تحریر دینے سے انکار کر دیا۔ ابن ارقم  
 بھی اٹھ گئے کہ بغیر ایسی تحریر لکھے ہوئے ہم ان لوگوں کو روپیہ کسی صورت  
 سے نہ دیں گے۔ حضرت عثمان نے کہا۔ تم ہمارے خزانچی ہو۔ تم کو ایسا  
 کرنے کا کیا حق ہے۔ ابن ارقم نے کہا میں تو یہ سمجھتا تھا کہ میں مسلمانوں کا خزانچی  
 ہوں۔ آپ کا خزانچی آپ کا علام ہو گا۔ خدا کی قسم آپ کی طرف سے  
 اب کبھی بیت المال کی نگرانی کا فرض انجام نہیں دیا گا۔ اس کے  
 بعد بیت المال کی کبنیاں لائے۔ اور منبر سے لڑکا دیں۔ حضرت عثمان  
 نے پھر زبیر بن ثابت کو خزانہ کا انچارج مقرر کیا۔ اور کبنیاں ان کے حوالہ  
 کر دیں۔



حضرت عثمان نے جب عبداللہ بن خالد بن اسید سے اپنی بیٹی کی شادی کی تو اسے چھ لاکھ درہم دیے جانے کا حکم دیا اور عبداللہ بن عامر کو لکھا کہ بصرہ کے بیت المال سے یہ رقم ادا کر دو رسلہ

ابوسفیان پر عنایت | جس دن حضرت عثمان نے مردان بن حکم کو ایک لاکھ درہم بیت المال سے دلوائے تھے۔ اسی دن آپ نے ابوسفیان بن حرب کو دو لاکھ درہم دلوائے۔

مورخ کے لیے سرمایہ حیرت یہ امر ہے کہ کس سے پوچھا جائے اور کون بتا سکتا ہے کہ بیت المال کے لیے کوئی حساب کتاب بھی مقرر ہے یا نہیں کو پہاڑ اور جتنا چاہا اٹھا کر حوائج کر دیا۔

تقسیم اقتدار | حضرت عثمان نے حکومت کے عہدوں کی اپنے خاندان اور پارٹی میں اس طرح تقسیم فرمائی تھی:-

مصر۔ گورنر۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ یہ وہ شخص تھا

جو رسول اللہ کے زمانہ میں ہی مشرکوں سے مل گیا تھا۔ اور جس کا خون رسول اللہ نے سلال فرما دیا تھا۔

کوفہ۔ گورنر۔ حضرت عمار بن یاسر کو معزول کر کے اپنے بھائی ولید بن عقیقہ کو مقرر کیا۔ جس کا حال آپ پڑھ چکے ہیں۔

بصرہ - گونز

ابو موسیٰ اشعری کو معزول کر کے اپنے خالہ

بھائی عبد اللہ ابن عامر کو مقرر کیا۔

شام - گونز

معاویہ - جو ان کا چچا زاد بھائی تھا۔

فلسطین - گونز

عمرو عاص -

## حضرت عثمان کے زمانے کے

لکھتی اور کروڑ پتی

زبیر بن العوام | مکان بصرہ میں، ایک کوفہ میں، ایک مصر میں

ان کی چار بیویاں تھیں۔ ان کے ترکہ سے آٹھواں حصہ پایا اور ہر

کو ۱۲ لاکھ ملے۔ اس طرح ان کا کل ترکہ ۵ کروڑ ۸ لاکھ تھا۔

وغیرہ میں صرف تعداد لکھی ہے۔ درہم و دینار کی صراحت نہیں۔

تاریخ ابن کثیر میں درہم کی تصریح ہے۔

زبیر کی مصر میں بھی جاگیریں تھیں۔ سکندریہ میں بھی کوفہ میں بھی

میں بھی کئی مکانات تھے۔ اطراف مدینہ سے ان کو آمدنی آتی تھی۔

زبیر نے مرسلہ پر ہزار گھوڑے، ہزار غلام کنیزیں اور بہت سے

وجاگیریں چھوڑیں۔

۱۔ صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۱۱ ۲۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۱۱ طبع لندن

زبیر بن العوام نے ایک عالیشان محل بصرہ میں ایسا مضبوط بنایا تھا کہ جو مورخ  
مسعودی کے زمانہ (۳۳۸ھ) میں موجود تھا اور اس میں تجارت اور اہل محل ٹہرتے  
تھے (ہوٹل کے طور پر استعمال ہوتا تھا) ایسے ہی محل انہوں نے مصر، کوفہ اور  
سکندریہ میں بنوائے تھے۔ اپنی وفات پر انہوں نے پچاس ہزار دینار چھوڑے  
اور ایک ہزار اونٹ چھوڑے تھے۔ ان کے ایک ہزار غلام تھے جو ان کو  
خراج دیتے تھے۔

**طلحہ بن عبید اللہ بن عقیل** | کوفہ میں انہوں نے ایک عالیشان محل بنوایا۔ انہیں  
لغزانہ ایک ہزار دینار کی آمدنی فقط عراق سے آتی

تھی۔ بعض لوگوں نے اس سے بھی زیادہ لکھا ہے۔ سراقہ کے اطراف کی آمدنی  
ایک ہزار دینار سے بھی زیادہ تھی۔ ایک محل انہوں نے مدینہ میں بنوایا تھا جو پکی  
اینٹ، چونہ اور نہایت عمدہ ساگوان کی لکڑی سے بنا تھا۔ محمد بن ابراہیم کا  
بیان ہے کہ طلحہ کی آمدنی عراق سے چار لاکھ سے ۵ لاکھ تک تھی اور سراقہ کے

اطراف سے کم و بیش دس ہزار دینار تھی۔ سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ ان  
کی روزانہ آمدنی ہزار وانی تھی۔ یعنی ہزار دینار تھی۔ موسیٰ بن طلحہ کہتے تھے

کہ انہوں نے مرنے پر بائیس لاکھ درہم دو لاکھ دینار چھوڑے۔ ابراہیم بن محمد  
بن طلحہ کا بیان ہے کہ طلحہ نے مال و اسباب، زمین و جائداد، سونا اور چاندی

بدلتا چھوڑا اس کی مجموعی قیمت تین کروڑ درہم تھی۔ جس میں نقد ۲۲ لاکھ درہم  
اور دو لاکھ دینار تھے۔ اور باقی جائداد و اسباب تھے۔ عمرو عاص کہتے تھے

کہ طلحہ نے مرتے پر سو بھار چھوڑے جس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ بھاریل کی کھال کو کہتے ہیں۔ علامہ ابن عبد ربہ نے خشنی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے تیس ہزار بھار سونے چاندی کے چھوڑے۔ سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ تین سو اونٹوں کا بار سونا چھوڑا۔

طلحہ بن عبید اللہ سے ایک نہایت عالیشان محل کوفہ میں بنوایا تھا۔ جو مسعودی مورخ کے زمانے تک بہت مشہور تھا۔ اور موجود تھا۔ مدینہ میں بھی ایک ایسا ہی محل بنوایا تھا۔ عراق سے ان کی روزانہ آمدنی ایک ہزار دینار تھا۔

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ عبدالرحمن نے **عبدالرحمن ابن عوف** مرنے پر ہزار اونٹ تین ہزار بکریاں اور سو

گھوڑے چھوڑے۔ مقام جوف پران کی کاشتکاری ہوتی تھی جس میں بیس اونٹ کام کرتے تھے۔ اور انہوں نے اپنے مرنے پر اتنا سونا چھوڑا کہ ورثہ میں کٹھاڑیوں سے کاٹ کر تقسیم کیا گیا۔ چار بیویاں۔ ہر ایک بیوی نے اسی ہزار پائے۔ علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ عبدالرحمن نے ایک بہت عالیشان وسیع و عریض محل تعمیر کیا تھا جس کے اسطبل میں سو گھوڑے ہزار اونٹ اور دس ہزار بکریاں بندھتی تھیں اور مرنے پر ان کے ترک

۱۔ طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۱۵۸ مروج الذهب جلد ۲ ص ۲۳۴ عقد الفرید جلد ۲ ص ۲۷۹  
بیاض المنصرہ جلد ۲ ص ۲۵۸، دول اسلام فہرست عبد الصمد جلد ۱ ص ۱۵۲ خلاصہ خزرجی ص ۱۵۲  
۲۔ مروج الذهب مسعودی جلد ۲



کا اٹھواں حصہ ۸۴ ہزار تھا۔ جب مرنے لگے تو بہت روتے تھے۔ لوگوں نے  
 دھڑپو چھی تو بتایا کہ صعیب بن عمر مجھ سے بہتر تھے۔ ان کا انتقال رسول اللہ  
 کے زمانہ میں ہوا تھا اور اتنا بھی نہ چھوڑا کہ ایک کفن کے لیے کافی ہوتا۔ حمزہ  
 بن عبدالمطلب مجھ سے بہتر تھے اور انہوں نے اتنا نہ بھی چھوڑا کہ کفن کو مو  
 جاتا۔

**سعد بن ابی وقاص** | سعد نے مرنے پر دو لاکھ پچاس ہزار درہم چھوڑے  
 اپنے قصہ عقیق میں وفات پائی۔ علامہ سعودی  
 لکھتے ہیں کہ انہوں نے مقام عقیق میں عالیشان محل بہت بلند طویل و عریض  
 تعمیر کیا تھا اور بلندی پر کنگرے بھی بنوائے تھے۔

**حضرت عثمان** | حضرت عثمان جو ردا اور صے تھے وہ ایک سواشرنی  
 کی ہوتی تھی۔ علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ مدینہ کے  
 اندر جو بیت المال تھا اس میں ایک چھوٹا سا ڈبہ تھا۔ جس میں ایک زیور اور  
 ایک جوہر تھا۔ حضرت عثمان نے وہ ڈبہ بیت المال سے نکال کر اپنی کسی  
 بیوی کو دے دیا۔ اس پر لوگوں نے ان پر اعتراض کیے اور سخت ہنس  
 باتیں کیں۔ جس پر حضرت عثمان کو غصہ آگیا اور آپ نے فرمایا۔ یہ خدا کا

۱۔ طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۹ طبع لیڈن مروج الذهب جلد ۲ ص ۱۲ تاریخ یعقوبی ج ۲  
 صفحہ الصفوہ ابن جوزی ج ۱ ص ۳۱۱ ریاض نفوح ج ۲ ص ۲۹۱ ص ۲۹۱ الاستیعاب ج ۲ ص ۲۰۳  
 ۲۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۰۱ مروج الذهب ج ۲ ص ۱۲۱ ص ۱۲۱ الاستیعاب ج ۲ ص ۲۰۳  
 حالات حضرت عثمان، طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۰۱ طبع لیڈن کتاب الانساب بلاذری

مال ہے۔ میں جسے چاہوں دوں۔ جسے نہ چاہوں نہ دوں۔ بونٹھا ہوتا ہے  
ہٹا کرے۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت عثمان نے فرمایا، مال غنیمت  
سے جتنا ہمیں ضرورت ہوگی لیں گے چاہے لوگوں کو برا ہی کیوں نہ معلوم ہو۔  
اس پر حضرت علیؓ نے کہا اس صورت میں آپ روک دیے جائیں گے اور آپ  
کے اور بیت المال کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی۔ ابو موسیٰ اشعری بہت  
سامنا اور چاندی لے کر آئے۔ حضرت عثمان نے سب کا سب اپنی بیویوں  
اور لڑکیوں میں تقسیم کر دیا اور بیت المال کا اکثر و بیشتر حصہ اپنے کھیتوں کی  
آبادی اور اپنے مکانات کی تعمیر میں صرف کیا یہ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ  
حضرت عثمان جس دن دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس دن ان کے خزانچی کے  
پاس تین کروڑ پچاس لاکھ درہم ایک لاکھ پچاس ہزار دینار تھے۔ وہ سب کے  
سب لوٹ لیے گئے۔ مرنے پر مقام ربہ میں تین ہزار اونٹ بھوڑے اور  
متفرق مقامات پر اتنی جائداد چھوڑی جس کی قیمت دو لاکھ دینار تھی یہ  
علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان نے مدینہ میں ایک عالی شان  
محل چھوڑا اور پھر سے تعمیر کیا۔ اس کے دروازے ساگوان و عرعر کے بنوائے  
اور اموال و جائداد، باغات، چشے مدینہ میں حاصل کیے۔ حضرت عبداللہ  
ابن عتبہ کہتے ہیں کہ جس دن حضرت عثمان اس دنیا سے رخصت ہوئے ان  
کے خزانچی کے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار دینار اور ایک کروڑ درہم تھے اور

اتنی جائداد چھوڑی جس کی قیمت ایک لاکھ دینار ہوتی تھی۔ اور بے شمار گھوڑے اور اونٹ چھوڑے۔ اسے علامہ ذہبی لکھتے ہیں، بے حد و حساب دولت ان کے پاس تھی اور ہزار غلام تھے۔ حضرت عثمان جس دن دنیا سے رخصت ہوئے اس دن ان کے خزانہ میں ایک صد پچاس ہزار دینار دس لاکھ درہم تھے اور دادی القریٰ و حنین میں جو ان کی جاگیریں تھیں ان کی قیمت ایک صد ہزار دینار تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے بے شمار گھوڑے اور اونٹ چھوڑے۔ یہ ہے شوریٰ کیدی کے پانچ بیروں کا متول اور علی کے گھر میں وہی فقر و فاقہ وہی مزدورانہ زندگی جس پر دنیا کے مزدور ہمیشہ فخر کریں گے۔ اور انہیں مزدور تاجدار کے لقب سے یاد کرتے رہیں گے۔ حضرت عمرؓ نے پانچ متول سرمایہ داروں کو اور ایک مزدور کو حکومت کا امیدوار قرار دیا تھا۔

مرنے پر ۵ لاکھ دینار نقد چھوڑے۔ دوسروں کو جو **یعلیٰ بن امیہ** قرضے دیے تھے وہ علیؓ دے تھے۔ اس کے علاوہ بہت سی زمینیں چھوڑیں جن کی قیمت ایک لاکھ دینار کے قریب تھی۔

**منیر بن شعبہ** ابن نافع کہتے ہیں کہ منیر بن شعبہ نے اسلام میں داخل ہونے کے بعد تین سو عورتوں سے نکاح کیا۔ ابن دضاح کہتے ہیں کہ ابن نافع نے کم بیان کیا۔ اس نے ایک ہزار عورتوں سے نکاح کیا۔

۱۔ مروج الذهب جلد ۳ ص ۱۳۳ ۲۔ دول اسلام جلد ۳ ص ۱۳۳ مروج الذهب معنوی الجزء  
الثانی ص ۲۲۲۔ ۳۔ مروج الذهب جلد ۳ ص ۱۳۳ ۴۔ الاستیعاب الجزء الاول  
ص ۲۵۱ ترجمہ منیر بن شعبہ

## زید بن ثابت | خاندان انصاریہ کے مشہور سیاسی فرد حضرت زید بن ثابت

ثابت تھے جو سفیہ بنی ساعدہ میں اپنے قبیلہ کے غلات حضرت ابوبکر سے مل گئے تھے اور انہوں نے انصار میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کی حوصلہ افزائی اس طرح کی گئی کہ باوجود کم سن ہونے کے جمع قرآن کی خدمت انہیں تفویض ہوئی اور وہ جامع القرآن کمیٹی کے صدر بنائے گئے۔ حالانکہ ہجرت کے وقت ان کی عمر صرف گیارہ برس کی تھی۔ نزول قرآن ان کی ولادت سے پہلے شروع ہو چکا تھا۔ اور ابھی وہ بچہ تھے کہ تین چوتھائی قرآن نازل ہو چکا تھا۔ جمع قرآن کی خدمت ان کے سپرد کی جاتی ہے اور حضرت علی کے جمع کیے ہوئے قرآن کو محل التفات نہیں سمجھا جاتا، عبداللہ ابن مسعود، ابی بن کعب جیسے تجربہ کار صحابیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

جب جامع قرآن کمیٹی مقرر ہوئی تو زید بن ثابت اس کے صدر تھے۔ یہ حضرت عثمان کو زید بن ثابت سے بہت محبت تھی اور زید حضرت عثمان کی پارٹی میں تھے اور حضرت علی کے ساتھ ایک لطافت میں بھی شامل نہیں ہوئے۔ جب دوسرے صحابہ حضرت عثمان کی جود و عطا پر خزاں کی کنجیاں پھینک دیتے تھے تو یہ کنجیاں حضرت عثمان ان ہی کے سپرد فرماتے ہیں۔

زید بن ثابت بہت غریب خاندان سے تھے لیکن جب ان کا انتقال

۱۔ صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن الجزرہ الثالث منہ القرآن  
الجزرہ الاول ۵۶۔ ۲۔ استیعاب الجزرہ الاول ۱۹۷۔ ترجمہ زید بن ثابت



ہم ان کو ان کی دولت و ثروت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وقت تقسیم ترکہ ان کے پاس اتنی سوتے اور مادی کی اینٹیں تھیں کہ وارثوں میں کلہاڑیوں سے توڑ کر تقسیم کی گئیں۔ اس کے علاوہ بہت کچھ انہوں نے بصورت نقد و جاگیر چھوڑا یہ سب کچھ ملا کر ایک صد دینار ہوتا تھا۔

## حضرت عثمان کے عطایا سے سرمایہ داروں کے متول کا مختصر اندازہ

نام	تعداد دینار
مردان	۵ لاکھ دینار
عبداللہ بن سعد بن ابی سرح	ایک لاکھ دینار
طلحہ	دو لاکھ دینار
عبدالرحمن	۲۵ لاکھ ساٹھ ہزار دینار
یعلیٰ بن ابیہ	۵ لاکھ دینار
زید بن ثابت	ایک لاکھ دینار
نور حضرت عثمان کے لیے	ایک لاکھ پچاس ہزار دینار
دوبارہ لیے	دو لاکھ دینار
میزان	۴۳ لاکھ دس ہزار دینار

نام  
حکم بن العاص

آل حکم

حات بن حکم

سعید بن عاص

ولید

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

ابوسفیان

مردان

طلحہ

طلحہ

نذیر

سعد بن ابی وقاص

حضرت عثمان

تعداد درہم

۳ لاکھ درہم

۲۰ لاکھ درہم

۳۰ لاکھ درہم

ایک لاکھ درہم

ایک لاکھ درہم

۳ لاکھ درہم

۲ لاکھ درہم

۱ لاکھ درہم

۲۲ لاکھ درہم

۳ کروڑ درہم

۵ کروڑ ۸ لاکھ درہم

۲ لاکھ پچاس ہزار درہم

۳ کروڑ پچاس ہزار درہم

میزان

۱۲ کروڑ ۶ لاکھ ۷۰ ہزار درہم

اس کثرت دولت کے تمدنی اثرات

کہ اہل ثروت کی ایک جماعت بن گئی۔ جنہوں نے بہت جلد حکومت کو

اپنے زیر اثر کر لیا۔

۲۔ مسلمانوں میں تعلیش اور استعمال دولت کے ایسے طریقے ایجاد ہوئے جو خلافت شریعت اسلام تھے، مکہ مدینہ میں رقص و سرود عام ہو گیا۔ رجم اور شام سے شراب اچھوٹ ہوئے لگی اور ایران سے رقاصہ عورتوں کی دکان شروع ہو گئی۔ سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ کے مکان بننے لگے۔ مسلمانوں میں جو سرمایہ صد ناز و نخر سادگی تھی رخصت ہو گئی۔

۳۔ سلطنت ایران و روم کے جغرافیائی فاتح اس تہذیب و تمدن کا نشانہ ہوئے جو ان سلطنتوں کے زمانہ انحطاط کی پیداوار تھی یعنی عیش و عشرت و لہو و لعب مسلمانوں میں عام ہو گئے۔

سٹرٹلپ کے ہٹی (Mr PHILIP-K-HITTI) حضرت عمر کے زمانہ کے خراج کی آمدنی بیان کر کے لکھتے ہیں:-

اردو ترجمہ | اس قدر دولت کی فراوانی کی وجہ سے دونوں مقدس شہروں یعنی مکہ و مدینہ کا تقدس بہت کم ہو گیا۔ وہ دنیاوی عیش و عشرت کے مرکز اور عرب کی عشقیہ شاعری کے گھر بن گئے۔ مکہ میں ایک قسم کے کلب گھر بن گئے جہاں شہر کے عمائد ان کر شطرنج جو کھیل کرتے تھے اور کتا میں پڑھتے تھے۔ مدینہ میں ایرانی اور رومی لونڈیاں زیادہ سے زیادہ تعداد میں آنے لگیں، عشقیہ شاعری ان مشاغل کے ساتھ ترقی کرتی گئی، قحبہ خانے کثرت سے قائم ہو گئے جہاں عمائد شہر جاکرتے تھے، ہاں یہ حسین اور نوجوان عورتیں ذرق برق کے دلا دیز لباس پہن کر اپنے مہمانوں کو گانا سنا

کر اور رقص دکھا کر محظوظ کرتی تھیں اور وہ وہاں مختلف رنگ کے ریشمی کپڑے پہنتے ہوئے گاؤں تک پہنچنے سے لگ کر عیش و عشرت کی مسخورتضا میں (دوزخ کو بھولے ہوئے جنت سے بے پرواہ) ان کے حسن و جمال و سرلی آواز کا مزا لیتے تھے اور شام کی شراب جام و مینا میں چھلکتی ہوئی ان کے آگے آتی تھی اور وہ اس کو پیتے جلتے تھے اور اس کے سرور میں ان کی خوشی کا پیمانہ بہت لبریز ہو جاتا تھا، مگر مدینہ اور طائف میں اس قسم کی عورتوں کے بے شمار مکانات تھے۔

حبش امیر علی لکھتے ہیں :-

مدینہ کی عورتیں بہت اچھا گاتی تھیں، مورخین کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر شہر کا گشت کرنے نکلے تھے اور اکثر ان عورتوں کا گانہ سننے کے لیے ٹھہر جاتے تھے۔

امیر علی صاحب لکھتے ہیں :-

حضرت عثمان کے تخت پر بیٹھتے ہی مکہ میں شرابخوری، جوا بازی اور زنا عام ہو گئے۔ خود ان کے پیچھے مکہ میں ایک قمار خانہ جاری کیا تھا اور اب عورتوں کی محفلیں آراستہ کر کے ان کو عشقیہ گانہ سنانا عام ہو گیا تھا۔

HITTI:- HISTORY OF THE ARABS (4th EDITION)

CHAPTER XX. PAGE 237.

اردو ترجمہ از سلطان القلم آغا محمد سلطان مرزا دہلوی مدظلہ العالی سیرۃ فاطمہ الزہراء ص ۸۳

AMIR ALI - HISTORY OF THE

SARACEN CHAPTER VI PAGE 67.



رعایا میں معاشی توازن قائم نہیں رہا تھا۔ ساری رعایا و عظیم الشان طبقوں میں تقسیم ہو گئی تھی امرا و مہتمول افراد کا طبقہ اور مفلس اور زبوں حال لوگوں کا طبقہ اس معاشی صورت حال کا نتیجہ انقلاب ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ ملک کو انقلاب سے دوچار ہونا پڑا، سواد اعظم کے مؤرخ اس کی ذمہ داری ایک سو سو شخصیت عبداللہ ابن سبا کے سر تھوپ کر ارباب اقتدار کی ستر پوشی کرنا چاہتے ہیں اور ان کی سیاست پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں عبداللہ ابن سبا ایک یہودی تھا۔ جنس نے اپنے غلام پراسپیڈہ سے داخلی فتنہ برپا کر دیا۔

**عبداللہ ابن سبا** ہمیں ان الزامات میں شبہ ہے جو عبداللہ ابن سبا کی طرف منسوب کیے جلتے ہیں، اس کے متعلق صرف طبری کی ایک روایت ہے افدہ یزید الففغنی کی ہے۔ کہ وہ یہودی تھا حضرت عثمان کے زمانہ میں مسلمان ہوا اور حضرت عثمان کے خلافت پر دیکھ کر ناگوار ہوا۔ پہلے حجاز گیا، پھر بصرہ اور کوفہ پھر ناکام شام گیا جب کہیں کامیابی نہ ہوئی تو مصر چلا گیا اور وہیں مقیم تھا۔ اور حضرت عثمان کے خلاف پراسپیڈہ کرتا تھا جب حضرت عثمان کو تپہ چلا تو انہوں نے غار بایسر کو مصر بھیجا اور انہوں نے "سب کچھ ٹھیک" کی رپورٹ بھیج دی۔

جدید ترین تحقیق یہ ہے کہ عبداللہ ابن سبا ایک افسانوی کردار ہے عبداللہ ابن سبا کے متعلق یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کب اور کہاں فوت ہوا جس زمانہ میں عبداللہ ابن سبا کا ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ اس زمانہ کی ایک یہ بھی

خصوصیت تھی کہ اگر کسی مصلحت سے کسی شخص کا نام لینا مناسب نہ سمجھا جاتا تو اس کے افعال و اقوال کو دوسرے کے نام سے بیان کر کے بیان کیا جاتا تھا۔ مثلاً بنو امیہ کے زمانے میں حضرت علیؑ کا نام لینا خطرناک تھا۔ تو اس کے اقوال و افعال کو "رحیل من قریش" و قریش کا ایک آدمی یا بوزنہ کی طرف منسوب کر کے بیان کیا جاتا تھا۔ عبداللہ بن سبا کی اس نامعلوم نہ سی کیفیت کو دیکھ کر سہارا خیال ہے کہ عبداللہ بن سبا کا نام لے کر کسی مشہور صحابی رسول کے یہ اقوال و افعال بیان کیے جا رہے ہیں اور اس پر وہ زیادہ گرا کرنے کے لیے ان میں ایسے اقوال کی آمیزش کر دی گئی۔ جو لوگوں کی نفرت کا باعث ہو۔ یہ کوئی صحابی رسول تھا جو بڑے ملا لوگوں پر یہ عقیدہ پھیلاتا تھا کہ خلافت حضرت علی کا حق تھا۔ پہلے خلفائے نامہ اس پر قہر کر لیا۔ اس صحابی کی عظمت کی وجہ سے اس کا نام لینا مناسب سمجھا گیا۔ اگر اس کا نام لیتے تو اس عظمت کی وجہ سے جو دربار رسول میں حاصل تھی اس دعوت کو بہت تقویت پہنچتی۔ لہذا اس کو عبداللہ بن سبا کا نام دیا گیا۔ اور یہ کہا گیا کہ یہ عبداللہ یہودی تھا۔ ممکن ہے کہ وہ صحابی ابن یاسر ہوں۔ وہ بھی یمنی تھے۔ عبداللہ کو بھی یمنی نہایا گیا۔ اور وہیں اس عقیدہ کی تبلیغ کی۔ (مانخوذاً مسلمانوں کے مذہب پر غیر اسلامی ثقافت کے اثرات)

ایک خبر احادیث پر ہم ان حقائق سے کس طرح چشم پوشی کر سکتے ہیں۔ مورخوں نے لکھے ہیں۔ ایسے سیاسی حالات میں انقلاب قدرت کا آل

تھا۔ جسے روکا نہیں جاسکتا تھا۔

## سوالات

۱۔ حضرت عثمان نے کس طرح اقربا پروری کی ابتدا کی۔ اس سلسلہ میں فرانسیسی مؤرخ مسٹر ڈوزی کی رائے بیان کیجئے۔

۲۔ حضرت عثمان نے عوامی چراگاہوں کو اپنے اور اپنے رشتہ داروں کے لیے کس طرح مخصوص کیا۔ تفصیل سے بیان کیجئے۔

۳۔ حکم بن عاص کے حالات ذکر کر کے اس پر حضرت عثمان کی نوازشوں کو بیان کیجئے۔

۴۔ مروان بن الحکم کے حالات بیان کیجئے۔ نیز بتائیے کہ حضرت عثمان نے اسے کس طرح نوازا؟

۵۔ عمارت بن حکم کے حالات بیان کر کے بتائیے کہ حضرت عثمان نے اس پر کس طرح عنایتوں کی بارش فرمائی؟

۶۔ سعید بن عاص کے حالات بیان کر کے اس پر حضرت عثمان کی مالی نوازشوں کا تذکرہ کیجئے۔

۷۔ ولید بن عقیبہ کے حالات بیان کیجئے۔ اس کے برسرِ اقتدار لانے سے حضرت عثمان کو کیا نقصان پہنچا

اس کے کردار کو بیان کیجئے۔

۸۔ عبداللہ بن خالد اور ابوسفیان پر حضرت عثمان کی نوازشوں کو بیان کیجئے۔

۹۔ حضرت عثمان نے اقتدار کو کس طرح تقسیم کیا؛

۱۰۔ زبیر بن العوام کے قتل کو بیان کیجئے۔

۱۱۔ بتلائیے کہ طلحہ بن عبید اللہ کس قدر دولت مند تھے؛

۱۲۔ عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص کی دولت و ثروت کو بیان کیجئے۔

۱۳۔ حضرت عثمان کے قتل کو تفصیل سے بیان کیجئے۔

۱۴۔ اصحاب شوری کے مقابلہ میں حضرت علی کی قابلِ فخر مزدورانہ زندگی کو بیان کیجئے۔

۱۵۔ یعلیٰ بن امیہ اور مغیرہ بن شعبہ کی دولت کو بیان کیجئے۔

۱۶۔ بتلائیے کہ زید بن ثابت باوجود انصافی ہونے کے حکومت کے کیوں منظور نظر تھے۔ انکی پہلی حالت کیا تھی اور پھر ان کی مالداری کہاں تک پہنچی؛

۱۷۔ حضرت عثمان کے عطایا کو دیناروں کے لحاظ سے بیان کیجئے۔

۱۸۔ حضرت عثمان کی بخششوں کو درہموں کے لحاظ سے بیان کیجئے۔

۱۹۔ کثرتِ دولت کے مسلمانوں پر تمدنی اثرات کیا پڑے۔ اس سلسلہ میں

فلپ کے ہٹی کی کیا رائے ہے اور حبش سید امیر علی کیا فرماتے ہیں

۲۰۔ عبداللہ بن سبا پر روشنی ڈالیے۔



# اتنیسوال باب

واقعات مختلفہ

حضرت عثمان اور اسے عامہ

شدید مخالفت

حضرت عثمان کی وفات | ۳۵ھ میں حضرت عثمان نے وفات پائی۔ جو حضرت عثمان کی خلافت کا

آخری زمانہ تھا۔ اور جناب رسالت کی حدیث ہے کہ اگر دین ثریا کے قریب ہوتا تب بھی مسلمان اس کو پا جاتے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مسلمان ہم اہل بیت سے ہیں اور ان کی مثال حکیم لقمان کی ہے۔ اہل علم کا قول ہے کہ حضرت مسلمان کی عمر تین سو برس کی ہوئی۔ دو سو پچاس سال کی عمر ہونے میں تو کسی کو شک ہی نہیں ہے۔

۱۔ استیعاب، تاریخ احمدی ص ۱۵۸ و ص ۱۵۹

۲۔ اصحابہ ابن حجر عسقلانی تاریخ احمدی ص ۱۵۹

۳۳ھ میں امام زین العابدین علی ابن  
الحسین علیہ السلام پیدا ہوئے یہ

## ولادت امام زین العابدین

اولیات حضرت عثمان  
۱۔ سب سے پہلے آپ نے لوگوں کی

چاکا میں چھوڑیں یہ

۲۔ آپ نے تکبیر میں آواز دھیمی کی مسجد میں خوشبو جلوائی یہ

۳۔ آپ نے جمعہ میں اذان اول کا حکم دیا یہ

۴۔ آپ نے موزنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ جب آپ نے بعد از بیعت

تقریر کرنی چاہی تو آپ سے نہ ہو سکی اور فرمایا کہ تم جانتے ہو، کہ

سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اگر میں آج

کے بعد زندہ رہا تو تمہیں خطبہ سناؤں گا۔ تم جانتے ہو کہ ہمارا خاندان

کبھی خطیب نہیں رہا اور میں جیسا کچھ ہوں وہ خدا تم پر ظاہر کرنے کے

راہنہ ہے

۵۔ آپ نے سب سے پہلے نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھا یہ

۶۔ لوگوں کو خود زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا یہ

۷۔ پولیس مقرر کی اور حضرت عمر کی حالت دیکھ کر مسجد میں اپنے لیے گوش

۱۵ تاریخ خمیس تاریخ احمدی ۱۵۲ھ اردو ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱ اردو ترجمہ

تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱ اردو ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱ اردو ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱

۱۶ اردو ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱ اردو ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱ اردو ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱

۸۔ سب سے پہلے آپ ہی کے عہدِ خلافت میں امانوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوا اور آپ کے زمانہ میں اموراتِ جدیدہ واقعہ شدہ کے احکام کے متعلق ایک نے دوسرے کی رائے کو غلط کہا۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی ان کا اختلاف احکامِ شریعت میں تھا۔ مگر وہ غلطی پر نہ تھے۔

۹۔ آپ ہی کے زمانہ میں سب سے پہلے دنیاوی مال و اموال کی کثرت ہوئی اور یہاں تک لوگ مالا مال اور بے غم ہو گئے کہ اموراتِ ممنوعہ کیے۔ کبوتر بازی اور غلبیں بازی شروع کی۔ آخر آپ کو ان کے انسداد کے لیے ایک حاکم بنی لیث سے دورانِ ایام خلافت خود مقرر کرنا پڑا۔ اس نے کبوتروں کے پر قینچ کر دیے اور غلبیں توڑ ڈالیں۔

۱۰۔ حضرت عثمان ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے قرآن کو جمع کیا اور ان سے رسول اللہ کی ایک سو چھیالیس حدیثیں مروی ہیں۔

**حج اور اختلاف** | مروان بن الحکم سے مروی ہے کہ میں نے رجب کے مہینہ پر عثمان اور علی کو دیکھا۔ عثمان لوگوں کو متعہ الحج سے منع کر رہے تھے۔ جب یہ حال علیؑ نے مشاہدہ کیا تو

لے تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ ص ۱۱۱ اردو ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱ اردو ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱ اردو ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱

جج اور عمرہ کی تہلیل ایک ساتھ ادا کی اور فرمایا۔ لبیک بحجۃ و عمرۃ معا  
عثمان نے کہا کہ میں لوگوں کو جس بات سے منع کرتا ہوں تم وہی کرتے ہو  
علیؑ نے جواب دیا کہ میں کسی کے کہنے سے سنت رسولؐ کو ترک نہ  
کروں گا۔

۳۱ھ میں یزدجرد بن شہر بار بن یزدجرد اور ابوسفیان کی موت  
ہو فارس کا آخری بادشاہ تھا فوت

ہوا۔ اور اسی سال معاویہ کے باپ ابوسفیان مرے۔

عام طور پر  
رائے عامہ اور حضرت عثمان کی مخالفت  
تقسیم دولت و

تقسیم اقتدار میں اپنے قبیلہ کو خاص مراعات دینے پر لوگ حضرت عثمان  
کے بہت مخالفت ہو گئے تھے۔ ہم مخالفین حضرت عثمان میں  
سے بعض کا ذکر کرتے ہیں :-

## حضرت ام المومنین عائشہ

حضرت عثمانؓ نے حضرت ام المومنین عائشہ کی تنخواہ کم کر دی تھی علامہ  
ابن عبدہ شارح نہج البلاغہ امیر المومنین کے ایک نامہ کی شرح میں

۱۲۲ھ مسند ابوداؤد طیالسی و تاریخ احمدی  
۱۲۳ھ تاریخ ابوالفدا و تاریخ احمدی



لکھتے ہیں :-

”حضرت عائشہ نے جبکہ حضرت عثمان منبر پر تھے رسول کی تعلیم اور قمیص نکالی اور پکار کے کہا کہ یہ دونوں رسول کی جوتیاں اور انکی قمیص ہے جو ابھی پرانی نہیں ہوئی اور تم نے اسے عثمان رسول کے دین کو بدل دیا اور ان کی سنت کو متغیر کر دیا۔ حضرت عثمان اور حضرت عائشہ میں اس وقت بہت سخت کلامی ہوئی۔ آخر حضرت عائشہ نے کہا اس نعل کو قتل بھی کر ڈالو“ نعل کہ حضرت عائشہ نے حضرت عثمان کو ایک معروف شخص سے تشبیہ دی ہے۔“

نہایتہ میں ابن اثیر نے اس کی توضیح کی ہے۔ نہایتہ باب النون مع العین میں ہے۔ کان اعداء عثمان لیمونہ نعلًا تشبیہًا برجل من مصر کان طویل اللحیة اسمہ نعل . . . ومنہ حدیث عائشہ افتلوا نعلًا قتل اللہ نعلًا تعنی عثمان وھذا لما کان منها غاضبہ وذہبت الی مکہ۔

نعل مصر میں ایک لمبی دائرہ والے شخص کا نام تھا۔ اس سے تشبیہ دے کر حضرت عثمان کے دشمن انہیں نعل کہا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ام المومنین بی بی عائشہ نے فرمایا تھا کہ اس نعل کو قتل کرو اسے اللہ قتل کرے۔ یعنی حضرت عثمان کو اور وہ غصہ ہو کہ مکہ چلی گئی تھیں۔

# عبداللہ ابن مسعود صحابی رسول

حضرت عثمان نے قرآن کو جمع کیا اور تالیف کیا اور اس کی ترتیب اس طرح رکھی کہ بڑی سورتوں کو بڑی سورتوں کے ساتھ اور چھوٹی سورتوں کو چھوٹی سورتوں کے ساتھ مرتب کیا۔ اور ہر طرف سے مصاحف طلب کر کے گرم پانی اور سر سے دھوا ڈالے اور بقول بعض ان سب کو جلا دیا۔ چنانچہ سوا مصحف ابن مسعود کے جو ان کے پاس کوفہ میں تھا اور کوئی مصحف باقی نہ رہا۔ عبداللہ ابن عامر عامل کوفہ نے ابن مسعود سے ان کا مصحف مانگا۔ تو انہوں نے دینے سے انکار کیا یہ خیر پاکر حضرت عثمان نے عامل کوفہ کو لکھا کہ ابن مسعود کو گرفتار کر کے یہاں بھیج دے۔ جب عبداللہ ابن مسعود سمانہ ہو کر مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت عثمان خطبہ میں مصروف تھے۔ ابن مسعود کو دیکھ کر کہنے لگے، اگر جو ان زشت آگیا۔ ابن مسعود نے بھی اس کے جواب میں کچھ سخت کلامی کی۔ حضرت عثمان کے حکم سے لوگوں نے ابن مسعود کی ٹانگ پکڑ کر ایسا گھسیٹا کہ ان کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

۳۲ھ میں عبداللہ ابن مسعود نے مدینہ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ حضرت عثمان نے ان پر نماز پڑھی اور بعض روایتوں میں ہے کہ عمار بن یاسر نے نماز پڑھی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ زبیر نے ان پر نماز پڑھی۔

ادان کی وصیت کے موافق مات ہی کو انہیں دفن کر دیا۔ حضرت عثمان کو ان کے دفن کی اطلاع نہیں دی جس پر مورد عتاب ہوئے۔

اس طرح بھی منقول ہے کہ ابن مسعود حضرت عثمان سے رنجیدہ

مدینہ میں مقیم رہے۔ حتیٰ کہ وہیں ان کا انتقال ہوا اور عمار یا سر نے ان پر

نماز پڑھی۔ حضرت عثمان سے یہ حال پوشیدہ رہا۔ اتفاقاً انہوں نے قبر

دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے۔ لوگوں نے کہا کہ عبداللہ ابن مسعود کی۔

حضرت عثمان نے کہا کہ ابو میری اطلاع کے ان کو کیوں دفن کیا گیا۔ سب

نے بتلایا کہ ان کی تجبیر و تکفین کے منو لی عمار بن یاسر تھے۔ جن سے

ابن مسعود نے وصیت کی تھی کہ وہ کسی کو اطلاع نہ دیں۔ پھر بعد

چند روز کے مفاد نے وفات پائی۔ تو ان کی وصیت کے موافق عمار یا سر

نے ان کی تجبیر و تکفین کی اور حضرت عثمان کو اطلاع نہیں دی۔ جب

حضرت عثمان کو یہ معلوم ہوا تو وہ عمار سے بہت ناخوش ہوئے۔

## جبلہ بن عمرو ساعدی

ایک روز حضرت عثمان جبہ بن عمرو ساعدی کی طرف سے ہو کر

گزرے جو اپنے صحن میں مع ایک جماعت کے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے

لے اسد الغابہ لابن اثیر، تاریخ احمدی ص ۱۵۱

لے تاریخ ابن واضح، تاریخ احمدی ص ۱۵۱

حضرت عثمان کو دیکھ کر کہا اے نعل و اند میں مجھے قتل کروں گا یہ

## حضرت عبدالرحمن ابن عوف

صدر بنزم شوری

جب حضرت عثمان سے اس قسم کے ناشدنی امور سرزد ہوئے تو لوگوں نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا کہ یہ سب تمہارا کیا کرایا ہے۔ عبدالرحمن بوسے کہ میں ایسا لگان نہ کرتا تھا۔ لیکن اب خدا کو درمیان دے کر کہتا ہوں کہ زندگی بھر عثمان سے بات نہ کروں گا یہ

جب عبدالرحمن ابن عوف نے حضرت عثمان کی شکایتیں حضرت علی سے کیں اور تلوار اٹھانے کے لیے کہا اڑتی ہوئی خبر جب حضرت عثمان تک پہنچی تو انہیں منافی کہایا

## عمار بن یاسر

جب زیاد تبیاں حد سے بڑھ گئیں تو صحابہ نے مل کر ایک محضر نامہ تیار کیا۔ اس میں تمام شکایتیں درج کیں۔ اور حضرت عمار یاسر کے ہاتھ چند

۱۔ تاریخ ابن جریر طبری و تاریخ احمدی ۱۵۴ ۲۔ عقد الفرید تاریخ احمدی ۱۵۴  
۳۔ اسلامی سیاست کا ابتدائی مطالعہ ۹۱



غلاموں کے ساتھ حضرت عثمان کے پاس روانہ کیا۔ عمار پہنچے اور کہا کہ ایک  
 خیر اصحاب رسول کی طرف سے لایا ہوا۔ جس میں وہ افعال درج ہیں۔ جو  
 شریعت محمدیہ کے خلاف ہیں اس پر حضرت عثمان مگھڑے اور مع غلاموں  
 کے ان کو زود و کوب کرنے کا حکم دیا۔ اتنا مارا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ غش لگا  
 کر زمین پر گر پڑے۔ نئی میجر یہ حال سن کر بہت غضبناک ہوئے کہ اگر  
 عمار فوت ہو گئے تو عثمان کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

## عمرو بن عاص

عبداللہ بن ابی سرح نے عمرو بن عاص گورنر مصر کی نسبت یہ فقرہ  
 تماشاکہ اس نے رقم خراج گھا دی۔ حضرت عثمان نے فوراً عمرو کو  
 معزول کر کے عبداللہ بن ابی سرح کو ان کی جگہ بھیج دیا۔ عبداللہ نے دکھانے  
 کو جس طرح بنا خوب خراج حاصل کیا۔ حضرت عثمان نے تعریفاً عمرو سے  
 کہا۔ دیکھو اب وہ اذنی خوب دودھ دینے لگی ہے۔ عمرو نے جہتہ  
 کہا کہ جی ہاں اس کا بچہ بھی تو مر گیا۔ یعنی خراج زیادہ وصول ہوا تو کیا  
 رہا یا تباہ اور ملک کی سرسبزیاں بھی رخصت ہو گئی۔

حضرت عثمان نے ۲۴ھ میں عمرو بن عاص کو حکومت مصر سے  
 معزول کیا تھا اس وقت سے وہ حبش مروج اور محل پاتے حضرت عثمان

۱۰ تاریخ خمیس دیار بکری جلد ۲ ص ۲۹۲ اسلامی سیاست کا ابتدائی مطالعہ ص ۹۱

پر طعن و تشنیع کرتے رہتے تھے اور مدینہ چھوڑ کر فلسطین جا بیٹھے اور حضرت خلیفہ ثالث کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ممالک محروسہ کی رعایا بگڑ کھڑی ہوئی اور حضرت عثمان پر چڑھائی کر دی جب آپ کے قتل کی خبر عمرو بن عاص کو پہنچی تو بفر کھامیں ابو عبد اللہ ہوں۔ جو عثمان لیتا ہوں بغیر کر گزے نہیں رہتا۔

مسلمانوں کی شکایتیں سن کر عمرو بن عاص نے حضرت عثمان سے جا کر کہا کہ مسلمان جو عیوب آپ میں تجویز کرتے ہیں ان سے تو یہ کیجئے۔ انہوں نے بگڑ کر کہا میں نے کوئی خطا نہیں کی ہے۔ اس پر عمرو عاص نے کہا کہ آپ نے مجھے مقبول رسول و ابو بکر و عمر ہوتے ہوئے معزول کیا۔ کافی دیر بحث رہی۔ عمرو عاص یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ عثمان کو قتل کر ڈالو۔ ان کا خون مباح ہے۔

## حضرت ابوذر غفاری

لوگوں نے حضرت عثمان کو اطلاع دی کہ حضرت ابوذر غفاری مسجد نبوی میں بیٹھ کر آپ پر طعن کیا کرتے ہیں۔ نیراتوں نے باب مسجد پر توقف کر کے یہ تقریر کی ہے۔

۱۔ شہیدانہ نیت ص ۱۴۷ ۲۔ روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۴۳۳ اسلامی ریاست کا ابتدائی مطالعہ ص ۹۔

”ایہا الناس جو شخص مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہ جانتا ہو وہ جانتے کہ میں ابو ذر غفاری ہوں۔ میرا ہی نام جنید بن جنادہ رندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو اہل عالم پر برگزیدہ کیا ہے۔ جناب محمد مصطفیٰ علم حضرت آدم اور ان تمام فضائل کے وارث ہیں جن سے انبیاء کو فضیلت حاصل ہوئی ہے اور علی ابن ابی طالب رسول مقبول کے وصی اور وارث علم ہیں۔ اسے امت جہان اگر تم اپنے نبی کے بعد اس کو مقدم کرتے جسے خدا نے مقدم کیا ہے۔ اور اس کو موخر کرتے جسے خدا نے موخر کیا ہے اور حکومت اور وراثت کو اپنے نبی کے اہل بیت میں قرار دیتے تو تم کو اپنے رسول کے اوپر اور اپنے قدموں کے نیچے سے بے شمار نعمتیں حاصل ہوتیں اور کوئی خدا کا دوست فقیر و محتاج نہ ہوتا۔ اور کوئی حصہ فرائض خدا کا بیکار نہ جاتا اور کبھی دو شخص حکم خدا میں اس وجہ سے اختلاف نہ کرتے۔ کہ اس حکم کا علم اپنے نبی کے اہل بیت کے پاس مطابق کتاب خدا و سنت رسول موجود پاتے۔ لیکن جب کہ تم نے کیا جو کچھ کیا سواب اپنے کردار کے وبال کا مزا چکھو اور قریب ہے کہ جن لوگوں نے ظلم کیا وہ جہان لیں گے کہ ان کی جائے بازگشت کس طرف ہے۔“

نیز حضرت عثمان کو یہ خبر بھی پہنچائی گئی کہ انہوں نے سنت رسول اور سنت ابوبکر و عمر میں جو تغیر و تبدل کیا ہے۔ ابوذر اس کا شکایت آمیز ذکر لوگوں سے کیا کرتے ہیں۔ ان اخبار کو سن کر حضرت عثمان نے ابوذر کو شام میں معادیہ کے پاس بھیج دیا۔

شام میں حضرت ابوذر کی زندگی | سلطنت دمشق نے اتنے عرصہ میں پوری قوت حاصل

کر لی تھی اور انہوں نے جس نیت سے بھی ہو اسلامی تمدن کی بجائے دنیا دارانہ تمدن کی بنیادیں قائم کر دی تھیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد اپنی کتاب "الحریّت والاسلام" ص ۱۱ میں لکھتے ہیں:-

"خلافت راشدہ کے بعد بنی امیہ کا دور فتن و بدعات شروع

ہوتا ہے جنہوں نے نظام حکومت اسلامی کی بنیادیں متزلزل کر دیں۔"

اسی تمدن کا نتیجہ تھا کہ اسلامی قدر و قیمت کے معیار نظر انداز ہو گئے اور وہ امتیازات ختم ہو گئے جو اسلام کے سادہ اور عریض پروردگار مصلحت نے قائم کیے تھے۔ اس کا ایک نمونہ ہے حضرت ابوذر غفاری کا جلاوطن کیا جانا۔ ان کا قصور یہ تھا کہ وہ اس سرمایہ پرستی کی مذمت کرتے تھے جو انہیں اس وقت اسلامی ملک میں نظر آرہی تھی۔ حالت یہ تھی کہ قبرص اور صقلیہ کی دولت قصر دمشق کی زمینت بنی ہوئی تھی۔ افریقہ کی لوٹ مار

سہ تاریخ یعقوبی مؤرخ ابن واضح، تاریخ احمدی ص ۱۲۳ و ص ۱۲۴



کا سامان نذر تعیش ہو رہا تھا۔ اور بنی امیہ میں سے غیر ذمہ دار افراد خدا کے  
 ال کو (حضرت علیؑ کے لفظوں میں) اس طرح کھا رہے تھے جیسے اونٹ  
 فصل بہار کی گھاس کھاتا ہے۔ رسول کا بڑھا صحابی ابو ذر غریب مسلمانوں  
 کو بھوکا مارتا دیکھتا تو کیا کرتا۔ دمشق کی گلیوں میں وہ آیتیں قرآن  
 کی پڑھتا پھرتا تھا جو سرمایہ پرستی کے خلاف ہیں۔ والذین یکفرون  
 الذہب والفضہ ولا ینفقوا منها فی سبیل اللہ فبشر ہم  
 لعذاب الیم۔ لوگ جو سونے چاندی کو خزانوں میں سمیٹ کر  
 رکھتے ہیں اور راہِ خدا میں صرف نہیں کرتے انہیں عذابِ دردناک  
 کی مبارکباد دو۔ ولا یحسبن الذین ینجلون بما اتاہم اللہ  
 من فضلہ ہو خیراً لہم بل ہو شر لہم سیطون صا  
 یجلوا بہ یوم القیامت۔ نہ خیال کریں وہ لوگ جو خدا کی عطا کی  
 ہوئی دولت کے ساتھ بخل کرتے ہیں کہ وہ ان کے لیے کچھ اچھی  
 بات ہی نہیں بلکہ وہ ان کے لیے بہت بُرا ہے بہت جلد وہ وقت  
 آئے گا۔ کہ اس بخل کی ہوئی دولت کے طوق ان کے گلوں میں ڈالے  
 جائیں گے۔

یہ بھی تھا کہ حضرت ابو ذر حکومت کی خوشامد نہیں کرتے تھے۔ بلکہ  
 موقع پر سچی بات کہہ گزرتے تھے، چنانچہ جب امیر معاویہ نے نصر بن  
 حنفیہ کی تعمیر کی تو ابو ذر سے پوچھا کہوں اسے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

۱۔ شہید السانیت ص ۱۲۸ و ۱۲۸

ابوذر نے فرمایا اگر تم نے اسے خدا کے مال سے بنوایا ہے تو تم نے خیانت کی اور اگر خود اپنے ذاتی مال سے بنایا ہے تو اسراف کیا ہے یہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مزاج قیصریت اس کا کہاں تحمل کر سکتا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ ابوذر شام سے مدینہ بھیج دیے گئے اور وہاں سے جلاوطن کر دیے گئے۔

معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا کہ ابوذر کے یہاں اکثر لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ ابوذر ان لوگوں کو آپ کی مخالفت پر برا شکیختہ کریں گے۔ لہذا اگر آپ کو قوم کا انقیاد مطلوب ہو تو ابوذر کو وہیں بلا لیجئے حضرت عثمان نے معاویہ کو لکھا کہ بہتر ہے کہ ابوذر کو یہاں پہنچا دے۔ معاویہ نے حضرت ابوذر کو ایک ایسے اونٹ پر سوار کر کے روانہ کیا جس کا پالان بالکل کھرا اور تکلیف دہ نہ تھا۔

حضرت ابوذر مدینہ میں اس حالت سے پہنچے کہ ان کی دونوں پاؤں کا گوشت نکل گیا تھا۔ جب ابوذر حضرت عثمان کے دربار میں حاضر کیے گئے۔ تو حضرت عثمان نے ان سے کہا کہ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ تم نے لوگوں سے رسول اللہ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ جس وقت بنی امیہ کے مردوں کی تعداد تیس پوری ہوگئی۔ اس وقت وہ خدا کے

دین کو مکاری کے طور پر اختیار کریں گے۔ ابوذر نے جواب دیا کہ ہاں میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے حضرت عثمان سے حضور دربار سے پوچھا کہ آیا تم نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا ہے؟ اس کے بعد حضرت علیؑ کو بلا کر ان سے دریافت کیا کہ اسے ابو الحسن تم اس حدیث کی تصدیق کرتے ہو؟ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہاں حضرت عثمان نے کہا کہ اس کی شہادت کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے کہا رسول اللہ کا یہ قول "کہ یرفک" اور بالائے زمین ایسا کوئی ذی نطق نہیں ہے جو ابوذر سے زیادہ صادق القول اور حق گو ہو۔" اس واقعہ کے بعد ابوذر چند روز ہی مدینہ میں رہتے رہتے تھے کہ حضرت عثمان نے انہیں کلا بھيجا کہ خدا کی قسم تم مدینہ سے نکال دئیے جاؤ گے انہوں نے کہا کہ کیا تم مجھے حرم رسول سے خارج کر دو گے۔ حضرت عثمان نے جواب دیا کہ ہاں ابوذر نے دریافت کیا کہ کیا مجھے مکہ بھیجو گے؟ کہا نہیں پوچھا لبرہ بھیجو گے۔ کہا نہیں۔ پوچھا کہ کوفہ بھیجو گے؟ کہا نہیں بلکہ تم کو صحرا سے رندہ بھیجواں گے جہاں سے تم مر کر نکلو گے۔ پھر مروان کو ابوذر کے نکالنے کا حکم دیا۔ اور تاکید کی کہ کوئی شخص ان کے قریب نہ آئے۔ اور ان سے کلام نہ کرے۔ پس مروان نے ابوذر اور ان کی لڑکی کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مدینہ سے باہر کیا۔

تب ابوذر اس حالت سے مروان کی پردگی میں مدینہ سے نکالے گئے تو ان کے پاس علی معہ فرزند ان وعقیل وعبد اللہ بن جعفر

تشریف لائے مروان نے ان کو روکا اور کہا اے علی! اگر تم نادانگہ ہو تو میں واقف کرتا ہوں۔ کہ حضرت عثمان نے لوگوں کو ابوذر کی مصاحبت اور مشایعت سے منع کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے مروان کی سواری کے حیانور کو ایک چابک رسید کیا۔ اور مروان سے کہا دور ہو۔ خدا سے تمہارے بچے جہنم کی طرف لے جائے۔ یہ کہہ کر حضرت علیؓ حضرت ابوذر کے ساتھ ہو لیے۔

وہ حسرتناک منظر تھا۔ جب علیؓ اپنے برسوں کے مصاحب اور جان نثار کو ہمیشہ کے لیے رخصت کر رہے تھے۔ گریہ گلوگیر ہو رہا تھا۔ آواز ہمیشہ کی نکلتی تھی، پھر بھی حضرت نے اپنے آپ کو سنبھالا اور فرمایا:۔

”اے ابوذر! تم ان لوگوں سے خدا کے لیے ناراض ہوئے تھے۔ پس اسی سے معاوضہ کی امید رکھو۔ یہ لوگ تم سے اس لیے ڈرتے تھے کہ کہیں تمہاری باتوں کی وجہ سے دنیا ان کے ہاتھوں سے نہ نکل جائے۔ اور تم اپنے دین کے بچانے کی خاطر ان سے خائف تھے۔ پس تم اس پتیر کو جس کی وجہ سے یہ تم سے خائف تھے (یعنی دنیا) انہی کے ہاتھ میں چھوڑ دو۔ اور دین لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ اگر تم بھی ان کی طرح دنیا دار ہو جاتے تو وہ بھی تمہارے دوست

لے مروج الذہب، تاریخ احمدی ص ۱۷۱۔



بن جاتے اور اگر تم بھی ان کے ساتھ اس دنیا کے حصہ دار ہو جاتے  
تو وہ تم سے مطمئن ہو جاتے۔

اس کے بعد دھڑکتے ہوئے دل اور ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کے  
ساتھ امام حسین علیہ السلام بڑے اور آپ نے ان سے فرمایا :-  
”پچھا جان! خداوندِ عالم ان حالات کو جتنیں آپ جھیل رہے  
ہیں، بدسلطے پر قاعد ہے۔ ہر دن اس کی نت نئی شان ہے  
لنگھنے اپنی دنیا کو آپ کے ہاتھ سے بچایا ہے اور آپ نے  
ان سے اپنے دین کو بچایا۔ جسے ان لوگوں نے آپ سے  
بچایا اس سے آپ کی بے نیازی ظاہر ہے۔ لیکن آپ نے  
جس چیز سے انہیں محروم کیا وہ اس کے بہت ہی محتاج ہیں۔  
آپ خدا سے صبر و کامیابی کی دعا کیجئے اور فریاد و اوپلا کرنے  
سے پناہ مانگیجئے۔ کیونکہ صبر دین کا رکن اور بزرگی کی علامت  
ہے اور طمع رزق کو آگے نہیں لاسکتی۔ اور نہ فریاد موت کو  
ٹال سکتی ہے۔“

یہ فرما کر علی اور حسین علیہم السلام ابوذر کے ساتھ ہو لیے اور جس وقت  
ان کو دواغ کے کوسے کو انہوں نے روک رکھا۔

”اے اہل بیت نبوت! خدا تم پر رحمتِ کاملہ نازل فرمائے

۱۔ غنہ و انسانیات ص ۱۴۸ و ۱۴۹

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، بلاغتِ حسین ص ۱۸ و ۱۹

اے ابوالحسن! میں جب تم کو اور تمہارے فرزندوں کو دیکھتا ہوں  
 تو مجھے جناب رسول مقبول یاد آ جاتے ہیں۔  
 جب مروان ابوذر کو نکال کر واپس آیا تو اس نے حضرت عثمان سے  
 حضرت علی کی شکایت کی۔ حضرت عثمان نے اس پر فرمایا:  
 "اے گروہ سلیمین! کون شخص علی کی جانب سے اس کے متعلق مروت  
 کرتے گا کہ انہوں نے مروان کو میرے حکم سے ہار رکھا۔ اور ایسا برتاؤ  
 کیا جیسا مروان بیان کرتا ہے؟ قسم خدا کی میں سمجھی علی کے ساتھ وہی کر دوں گا  
 جس کے وہ مستحق ہیں۔"

جب علی ابوذر کو حضرت عثمان کے مکان واپس آتے تو لوگوں نے ان سے  
 کہا کہ حضرت عثمان آپ پر غضبناک ہیں کہ آپ نے ابوذر کی مشایعت کی  
 حضرت علی نے کہا: ان کا غضبناک ہونا "غضب الخیل علی الجب" کا  
 مسداق ہے۔ جب شب کو حضرت علی کی حضرت عثمان سے ملاقات  
 ہوئی تو حضرت عثمان نے ان سے کہا کہ آپ نے کس وجہ سے مروان  
 شکایت کا موقعہ دیا اور اس بات کی حراست کی کہ میرے قاصد اور حکم  
 روکا۔ حضرت علی نے کہا کہ جب مروان نے میرے روکنے کا ارادہ کیا تو  
 نے بھی اس کو اس کے ارادہ سے روکا۔ تمہارے حکم کو نہیں روکا حضرت عثمان  
 نے کہا کہ کیا تمہیں یہ خبر نہ تھی کہ میں نے لوگوں کو ابوذر کی ملاقات اور شہر  
 سے ممانعت کی ہے۔ حضرت علی نے کہا کہ اگر تمہارا حکم اطاعت نہ  
 اور امر حق کے خلاف ہو تو کیا میں اس کا بھی اتباع کروں؟ واللہ

ہرگز نہیں کر دے گا۔ حضرت عثمان نے کہا کہ تم نے مروان کے ادب کے سر پر  
 چابک مارا حضرت علی بولے کہ یہ میرا ادب موجود ہے۔ اگر مروان چاہے  
 تو اس کے سر پر چابک لگائے۔ لیکن دیکھو والد میری نسبت کوئی نیک  
 کلمہ زبان سے نکالے گا تو میں ویسا ہی کلمہ تمہاری نسبت استعمال کر دے گا  
 اور وہ جھوٹ بھی نہ ہوگا بلکہ حق ہوگا۔ حضرت عثمان بولے کہ جب تم مروان  
 کو برا کہو گے تو وہ بھی تم کو برا کہے گا۔ میرے نزدیک تم اس سے افضل  
 نہیں ہو۔ یہ سن کر حضرت علی نے غیظ میں آ کر فرمایا کہ تم مجھے ایسا کہتے ہو۔ اور  
 میرا مقابلہ مروان سے کرتے ہو، خدا کی قسم میں تم سے افضل ہوں اور میرے  
 باپ تمہارے باپ سے افضل ہیں اور میری ماں تمہاری ماں سے افضل  
 ہے۔ اس بات پر حضرت عثمان خشکیں اور لال ہو کر گھر کے اندر چلے گئے  
 اور حضرت علی واپس آئے۔ دوسرے دن جب لوگ حضرت عثمان کے  
 پاس جمع ہوئے تو حضرت عثمان نے ان سے حضرت علی کی شکایت کی  
 کہ میری عیب گیری کرتے ہیں، اور میرے عیب گیر دل یعنی ابوذر و عمار و غیرہ  
 کے بدکار ہیں۔

## حضرت ابوذر کی حسرتناک موت

جب حضرت ابوذر صحرا سے  
 رندہ میں بھیجے گئے وہیں ہے

اور وہیں انہوں نے وفات پائی۔ جب وقت وفات قریب ہوا تو ان  
 کی لڑکی نے کہا، اے باپ میں اس مقام پر اکیلی ہوں اور دورتی ہوں کہ

۱۔ تاریخ مروج المذہب و تاریخ احمدی ص ۱۸۸

مہاری حفاظت درندوں سے نہ کر سکوں گی۔ ابوذر نے کہا، خوف نہ کرو  
 عنقریب چند مرد دیندار یہاں آیا ہوا ہوتے ہیں۔ ذرا دیکھ تو کوئی آدمی آ رہا  
 ہے۔ لڑکی نے کہا کہ نہیں، ابوذر بوسے کہ شاید ابھی میرا وقت نہیں آیا۔  
 تھوڑی دیر کے بعد پھر پوچھا کہ کوئی دکھائی دیا۔ لڑکی نے کہا کہ ہاں کچھ  
 سوار آ رہے ہیں۔ ابوذر نے فرمایا۔ اللہ اکبر۔ خدا اور اس کا رسول  
 سچا ہے۔ اب میرا منہ قبیلہ کی جانب پھیر دے اور جب سوار  
 یہاں پہنچیں اور ان سے میرا سلام کہنا اور جس وقت وہ میری تہنیت و  
 دُفن سے فارغ ہوں تو ان کے لیے یہ بکری ذبح کرنا اور انہیں میری  
 جانب سے قسم دے کر کہتا کہ بغیر کھانا کھائے ہوئے تم لوگ یہاں سے  
 نہ جاؤ۔ اتنا کہہ کر ابوذر راہی خلیج یوں ہوئے یہ

ربذہ کی ویران بستی میں ایک لاش پڑی تھی جس کے سر ہاتھ ایک  
 عورت اور ایک لڑکی بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ اشکبار بیوی کفن کی فکر  
 میں اپنی جھونپڑی سے اٹھی اور سر راہ آ کر بیٹھ گئی۔ مالک اشتر ایک قافلہ  
 کے ہمراہ اتفاقاً اُدھر سے گزر رہے تھے، روتی ہوئی عورت کو دیکھ کر ٹھہر  
 گئے اور دریافت حال کیا۔ مصیبت زدہ عورت نے کہا:-

"لوگو! رسولؐ کے صحابی ابوذرؓ نے غربت کے عالم میں وفات  
 کی۔ وہ دیکھو ان کا لاشہ بے گور و کفن پڑا ہے۔"  
 مالک اشتر اور ان کے ساتھی چچنیں مار مار کر رونے لگے۔ ان کی نگاہ

سے تاریخ ابن واضح و تاریخ احمدی ص ۱۱۱ و ص ۱۱۲



کے سامنے ابوذر کی مظلومی کا نقشہ بھر گیا۔ کفن و دفن کے بعد مالک اشتر نے یہ دعا مانگی :-

خدایا! ابوذر تیرے رسولؐ کا صحابی تھا۔ اور تیری کتاب اور تیرے رسولؐ پر ایمان لایا تھا۔ اس نے تیری راہ میں جہاد کیا اور مرتے دم تک جہاد اسلام سے نہ ہٹا۔ یہ اس قافلہ میں سلفین بن الیمان صحابی رسولؐ بھی تھے۔ جب یہ لوگ تھیز و یغین سے فارغ ہوئے تو لڑکی لے کر میرے باپ نے آپ کو شتم دلائی ہے کہ بغیر کھانا کھائے یہاں سے بخارا ان لوگوں نے بکری ذبح کی اور کھانا کھانے کے بعد اس لڑکی اور عورت کو ساتھ لے کر مدینہ کی جانب کوچ کیا۔ یہ مدینہ سے تھوڑی دور پر رنبہ کے کھنڈرات میں اب تک ابوذر کی قبر موجود ہے۔ جس پر حسرت و یاس تو صخرہ خوانی کرتی ہے۔ اور خلوت و تنہائی پسبانی۔ کوئی بھولا بھٹکا مسافر یا تھکا ماندہ زائر جب ادھر سے نکلتا ہے تو بدو عربوں کے بچے اپنی چھوٹی چھوٹی انگلیوں سے مٹی کے اس حیر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ بھال دیتے اسلام کا وہ سادات پسند و حریت کا علمبردار آرام کی میٹھی نیند سوراہا ہے۔ یہ سیاست طوکاتہ کے خلافت پہلی قربانی تھی جو رسولؐ کے مفقود صحابی حضرت ابوذر غفاری نے پیش کی تھی۔

۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

الحمد لله

بسم الله الرحمن الرحيم

بیان کیجئے کہ سب سے پہلے وہ کیا فرمایا۔

بیان کیجئے کہ یہ سچا یا جھوٹا ہے؟

کون سی باتیں ہیں جو حضرت عثمان نے سب سے

۴ - حج کے متعلق حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ

۵۔ ابو سفیان کی نئی مورتی کو چھپانے کی کوشش

کے خلاف ہے۔ پہلے کہی میں تھی یہ

سے مخالفت کو اعلان کیجیے

نی مخالفت کا مدبرہ بیجئے سے ہے

۹۔ جبہ بن عمرو ماعدی اور عبدالرحمن ابن عوف کی  
حضرت عثمان سے مخالفت بیان کیجیے۔  
۱۰۔ حضرت عمار یا سر کو حضرت عثمان نے کس طرح  
پٹوایا؟

۱۱۔ عمرو عاص سے حضرت عثمان کی مخالفت کو  
بیان کیجیے۔

۱۲۔ حضرت ابوذر غفاری نے مسجد کے دروازہ پر  
کیا تقریر کی اور اس کا کیا نتیجہ ہوا؟  
۱۳۔ حضرت ابوذر غفاری کی شام کی زندگی کو  
بیان کیجیے۔ اور بتلائیے کہ وہ اموی سربراہ  
دارانہ نظام کی کس طرح مخالفت کر رہے  
تھے اور اس کا اثر کیا ہوا؟

۱۴۔ حضرت ابوذر کس حال میں مدینہ واپس آئے  
ان کی اور حضرت عثمان کی گفتگو مکہ کر  
بتلائیے۔ کہ انہیں کس طرح مدینہ سے حلا وطن  
کیا گیا؟

۱۵۔ حضرت ابوذر کو حضرت علیؓ اور حضرت امام  
حسینؓ نے کس طرح رخصت کیا اور اس پر  
حضرت علیؓ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت

الود کے مخاطبات کو بیان کیجیے۔

۱۶۔ حضرت الود کی حسرتناک موت، ان کی  
 تہنیر و تکفین کو بیان کر کے ربذہ میں ان  
 کی قبر مطہر کی تصویر کشی کیجیے۔





# سوال باب

حضرت عثمان اور انکے قتل کے اسباب

ان کے مکان کا محاصرہ اور ان کی افسوسناک موت

حضرت عثمان کی مخالفت کے اسباب | ۱۔ ملکی فتوحات کی وجہ سے

غیر اسلامی تہذیب و تمدن مسلمانوں میں سرایت کر گیا۔ مسلمان رعیانہ زندگی اور عیش و طرب کے دلدادہ ہو گئے۔ حضرت عثمان کی خود اپنی زندگی رعیانہ نہ تھا حد کی حدی۔ اس لیے وہ اس نوزائیدہ جذبہ کو کنٹرول نہ کر سکے۔ اسلذا مسلمانوں میں رعیانہ شان و شوکت کو برقرار رکھنے کے لیے جنگ اقتدار شروع ہو گئی۔

۲۔ ملکی فتوحات کی وجہ سے مسلمانوں میں تمول آ گیا۔ انہوں نے بڑی بڑی بجا بجاویں بنالیں۔ ان میں غرور و نخوت آ گیا۔

۳۔ دولت کی غلط تقسیم سے ملک میں بدانتظامی پھیل گئی۔

۴۔ بنی امیہ کی بے جا حرکات اور بیت المال پر بے جا تصرف نے عوام کو مشتعل کر دیا۔ چاروں طرف مخالفتیں شروع ہو گئیں۔

۵۔ حضرت عثمان نے تخت حکومت پر بیٹھ کر جو تغیرات کیے وہ لوگوں کو بے حد ناگوار گزرے۔ اس لیے اسی وقت عمال کو بطرف کر کے بنی امیہ کو مقرر کیا۔

۶۔ عثمانی زمانے کے عمال کی عملی حالت اچھی نہیں تھی۔ ان کی بد اعمالیوں سے مسلمان تنگ آ گئے۔ اور ان کی آہ و فراد کی شنوائی بھی نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے وہ مشتعل ہو گئے۔

۷۔ مروان کو وزیر اعظم کے منصب پر مقرر کیا گیا۔ وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ اس سے کوئی باز پرس نہیں تھی۔ لوگ اس کی زیادتیوں سے تنگ آ گئے۔ قوم مروان کو حضرت عثمان سے طلب کرتی تھی۔ انہوں نے اپنا قتل ہونا گوارا کیا۔ مگر مروان کو قوم کے جواب سے نہ کیا۔

۸۔ اصحاب رسول پر اور ملک کے بڑے بڑے آدمیوں پر تشدد کیا گیا۔ اس نے عوام کو بھڑکا دیا۔ ابوہریرہ کی توہین اور حبلا وطنی کی وجہ سے بنو عقیل اور ان کے حلیف قبیلہ مخاضہ ہو گئے۔ عبداللہ بن مسعود کو پٹوانے کی وجہ سے بنی ہذیل اور ان کے حلیف بنی زہرہ نے مخالفت شروع کر دی۔ عمار ابن یاسر کی پسایاں توڑنے کے باعث بنی مخزوم اور ان کے حلیفوں

نے حکم مخالفت بلند کر دیا۔ محمد بن ابی بکر کے قتل کا سر دسماں کرنے کی وجہ سے بنی تیم بھڑک اٹھے۔

۹۔ مسلمانوں میں بعض ممتاز شخصیتوں سے برا سلوک کیا گیا۔ اور انہوں نے حکم کھلا مخالفت شروع کر دی۔ اور ان مخالفت کرنے والوں میں حضرت عائشہؓ، ابوذرؓ، عمارؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ، ابی ابن کعب وغیرہ بھی تھے۔

۱۰۔ قرآن مجید کے وہ نسخے جو حضرت عثمان کے علاوہ دوسرے مشاہیر صحابہ نے مرتب کیے تھے جلا دیے گئے۔ جس سے وہ مسلمان جن کے دل میں قرآن کا وقار تھا بگڑ گئے۔

۱۱۔ کوفہ کے مسلمانوں کی ایک جماعت کو حضرت عثمان کے اس طرز عمل پر نکتہ چینی اور شکایت کا موقع ملا کہ انہوں نے اپنے خاندانی لوگوں کو جو کسی طرح حکومت کی قابلیت اور صلاحیت نہیں رکھتے تھے حاکم مقرر کیا ہے۔ چنانچہ حاکم کوفہ کے اطلاع دینے پر حضرت عثمان نے حکم دیا کہ جو لوگ ایسی نکتہ چینی کرتے ہیں ان کو معاویہ کے پاس شام بھیج دے۔ پس والی کوفہ نے اس گروہ کو جس میں اشتر نخعی اور ثابت بن قیس اور جمیل بن زیاد اور زید ابن صوحان اور صعبہ بن صوحان اور خدیج بن زہیر اور عروہ بن الجعد اور عمرو بن العاص بھی تھے معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ جب یہ انخاص و مال پہنچے تو

ان میں اور معاویہ میں ایسی بات بڑھی کہ یہ لوگ حملہ کر کے معاویہ پر ٹوٹ پڑے۔ اور ان کی وارٹھی ٹکڑی کی۔ معاویہ نے یہ حال حضرت عثمان کو لکھا۔ حضرت عثمان نے تحریر کیا کہ ان لوگوں کو سعید بن العاص کے پاس بھیج دے۔ چنانچہ وہ سب ان کے پاس بھیج دیے گئے۔ وہاں پہنچ کر وہ حضرت عثمان کے حق میں اور زیادہ تیز بیانی کرنے لگے۔ دیگر اشخاص بھی ان کے پاس جمع ہونے لگے۔

۱۲۔ عقد الفریذ میں لکھا ہے کہ جن باتوں نے مسلمانوں کے دلوں میں حضرت عثمان کی جانب سے کینہ اور کدورت پیدا کر دی ان میں سے بعض یہ ہیں کہ حضرت عثمان نے حکم بن العاص مردود بارگاہ نبوی کو پناہ دی۔ حالانکہ اس شخص کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی اپنے عہد میں پناہ نہیں دی تھی اور ابو ذر غفاری کو صحرائے رندہ میں نظر بند کیا۔ تیز باتار مزون (جسے رسول اللہؐ نے مسلمانوں پر صدقہ کیا تھا) عمارت بن حکم برادر مروان کو بخشا اور مروان کو نیک عطا کیا۔

تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ جن باتوں نے لوگوں کو حضرت عثمان پر برا نگینہ کیا یہ ہیں کہ انہوں نے حکم بن العاص کو بلوا لیا۔

۱۔ تاریخ ابوالفدا، تاریخ احمدی ص ۱۵۱ و ۱۵۲

۲۔ عقد الفریذ، تاریخ احمدی ص ۱۵۲ و ۱۵۳



جسے رسول اللہ ﷺ نے مردود کر کے نکلوا دیا تھا۔ اور حضرت ابو بکر  
 اور حضرت عمر کے زمانہ میں بھی یہ مردود رہا۔ نیز یہ کہ حضرت  
 عثمان نے مروان کو خمس غنایم افریقیہ عطا کیا۔ جس کی آمدنی  
 پانچ لاکھ دینار تھی اور اسی کو فدک بھی عنایت کیا۔ ۳۵  
 میں حضرت عثمان پر کثرت سے اعتراض ہونے لگے جو نا پسند  
 امور حضرت عثمان کی طرف منسوب کیے جاتے تھے وہ علی الاعلان  
 بیان ہونے لگے۔ ازاں بعد وہ واقعہ نامرضیہ ہے جو حضرت عثمان  
 اور عبداللہ ابن مسعود میں پیش آیا۔ جس کی وجہ سے بنی ہذیل  
 منحرف ہو گئے اور وہ تکلیف سلوک جو عمار بن یاسر سے  
 کیا گیا اور وہ فصل ناشائستہ جو ولید بن عقبہ سے مسجد کوفہ میں  
 وقوع پذیر ہوا اور وہ ناگوار برتاؤ جو ابوذر سے کیا گیا۔ ۳۶  
 مورخ ابوالفدا لکھتا ہے کہ ۳۵ھ میں ایک گروہ ہزار  
 یا سات سو آدمیوں کا مصر سے اور ایسا ہی ایک گروہ کوفہ سے  
 اور ایک بصرہ سے مدینہ میں وارد ہوا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو حضرت  
 عثمان نے مسجد میں تشریف لے لاکر نماز پڑھائی اور منبر پر جا کر  
 متذکرہ بالا گروہوں سے فرمایا کہ خدا جانتا ہے اور مدینہ واسطے  
 بھی واقف ہیں کہ تم لوگوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے۔

۳۷ تاریخ ابوالفدا تاریخ احمدی ۱۵۱

۳۸ تاریخ مردج الذہب مسعودی و تاریخ احمدی ۱۵۲

محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر اس کی گواہی دی۔ حضرت عثمان کی تقریر سن کر وہ تینوں گروہ اہل مسجد پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے شکر یزید کی بوجھاڑ کر کے لوگوں کو مسجد سے نکال دیا۔ نیز ایک شکر یزید حضرت عثمان کو الیسا مارا کہ وہ بے ہوش ہو کر منبر پر گر پڑے، اور لوگ ان کے گھراٹھا کر کے منگے پر لے کر آگے لے گئے۔

تاریخ ابن اوردی میں ہے کہ بلوایتوں کے وارد مدینہ ہونے کے بعد حضرت عثمان نے تیس دن مسجد میں نماز پڑھی۔ پھر ان لوگوں نے حضرت عثمان کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا۔ اور غافقی نے امیر جماعت مصر کو امام نماز مقرر کیا۔ مدینے والوں نے گھر سے نکلنا بند کر دیا اور حضرت عثمان چالیس دن تک اپنے گھر میں محصور رہے۔ بعد ازاں اس جماعت کی خواہش کے موافق حضرت علیؑ نے حضرت عثمان سے کہا کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مروان کو عہدہ کتابت لے لیں اور عبداللہ ابن ابی مرہج کو حکومت مصر سے معزول کر دو۔ حضرت عثمان نے اس درخواست کو منظور کیا اور ان کے منظور کر لینے پر حضرت علیؑ نے بلوایتوں کو اسی وقت متفرق کر دیا۔ لیکن مروان حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہو کر ایسی باتیں کہیں کہ حضرت عثمان نے مروان کی معزولی کا حکم مسترد کر دیا۔ البتہ عبداللہ ابن ابی مرہج کو مصر سے معزول کر کے انکی

بلکہ محمد بن ابی بکر کو مقرر کیا۔

تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ جب حضرت عثمان نے محمد بن ابی بکر کو عامل مصر معین کیا تو وہ مع ایک جماعت مہاجرین و انصار کے مصر کی جانب روانہ ہوئے۔ مہوزیہ لوگ راہ میں تھے، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شہر سوار اونٹ کو تیز ہانکتا ہوا آ رہا ہے۔ محمد بن ابی بکر کے قافلہ والوں نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ عامل مصر کے پاس۔ لوگوں نے کہا کہ عامل مصر (محمد بن ابی بکر) تو یہیں ہیں۔ اس غلام شہر سوار نے کہا کہ میں دوسرے عامل (ابن ابی مرہ) کے پاس جاتا ہوں۔ یہ سنکر لوگوں نے اسے پکڑا اور لٹا دیا تو اس کے پاس سے ایک نامہ نکلا، جس پر حضرت عثمان کی حُر مکتوبی اور اس میں لکھا تھا کہ "جس وقت محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھی والے وہاں پہنچ کر تیری معزولی کا حکم دیں تو قبول نہ کرنا، بلکہ محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھی والوں کو کسی جیلے سے قتل کرنا۔ ان کے پاس جو نامہ ہے اس کو باطل سمجھنا اور اپنے منصب پر پستور قائم رہنا۔" یہ حکم دیکھتے ہی محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھی والے مدینہ واپس آئے۔

یہ لوگ حضرت علیؑ کے پاس پہنچے کہ یہ خط ہے۔ اور آپ حضرت عثمانؓ کے پاس چلیے۔ حضرت علیؑ گئے۔ کافی دیر بحث رہی۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ یہ میرا خط نہیں ہے۔ اس وقت کہا گیا کہ غلام آپ کا، ناتہ آپ کا اور پھر اس پر آپ کی جہر۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ خط آپ کا نہیں۔ اس وقت انہوں نے مروان کی سازش بتلائی۔ مروان کو مانگا گیا۔ لیکن انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ تو کہا گیا کہ خلافت چھوڑ دیجئے۔ اس سے بھی انکار ہوا تو اہل مصر، اہل بصرہ اور اہل کوفہ نے مروان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حضرت علیؑ نے جو بگڑی حالت دیکھی شہر سے باہر سکونت اختیار کی۔ جب واپس آئے تو معلوم ہوا کہ شورش اور بڑھ گئی۔ اس کے بعد حضرت پھر مہاجرین کی جماعت کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے۔ اور بہت نصیحت کی، لیکن بے کار۔ جب محاصرہ بہت سخت ہو گیا تو حضرت علیؑ کو بلوایا۔ آپ نے یہ مشورہ دیا کہ توبہ اور استغفار کا اعلان کر دیں۔ اعلان کیا۔ لوگ جمع ہوئے۔ حضرت عثمانؓ بہت روئے۔ توبہ اور استغفار کر لی اور حضرت علیؑ نے اہل مصر کو سمجھایا۔ لیکن مروان نے کہا کہ اس طرح لوگ تمہیں کمزور خیال کرتے ہیں۔ تو



پھر حضرت عثمان نے سخت لہجہ میں لوگوں کو ڈانٹا۔ دو تین مرتبہ حضرت علیؑ نے سمجھایا اور مردان کے کہنے پر حضرت عثمان توبہ سے باز رہے۔ آخر حضرت علیؑ نے قسم کھائی کہ وہ اب کبھی نصیحت نہیں کریں گے اور نہ آئیں گے۔

ادھر حضرت عثمان نے حاکم شام معاویہ اور دیگر امرا کو نصرت کے لیے بلایا، کوئی نہ آیا۔ حضرت عثمان نے جو خط معاویہ کو لکھا تھا اس کے الفاظ یہ تھے:-  
 "وامنح ہو کہ اہل مدینہ کافر ہو گئے ہیں اور انعامتہ سے منہ پھیر لیا ہے۔ اور بیعت توڑ ڈالی ہے۔ تم شام کے لڑنے بھڑنے والوں کو تندہ پیر سوار یوں پر میری طرف بھیجو۔"

(طبری جلد ۳ ص ۲۰۲)

جب معاویہ کو یہ خط ملا تو اس نے تو قفت کیا اور اصحاب پیغمبرؐ کی کلمہ کھلا مخالفت کو برتا جانا۔ کیونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ان کی مخالفت پر یک جہتی سے متفق ہیں بلکہ معاویہ نے کہا۔ جس وقت تک حضرت عثمان شریعت

پہ عمل کرتے رہے ان کا کام درست رہا۔ اور جب خلافت  
کے نام شروع کیا خدا اپنی نعمتیں واپس لے رہا ہے۔  
ادھر محاصرہ سخت ہو گیا، پانی بند ہو گیا۔ حضرت علی  
کو یہ اطلاع ملی تو پانی بھجوا دیا۔ اور مقابلہ کو چالیسواں دن  
تھا کہ لوگ تنگ آ گئے تھے۔ اس وقت محمد بن ابی بکر  
اور ان کے دو عساتھی رومان وغیرہ پیچھے سے گھر  
میں داخل ہوئے اور حضرت عثمان قتل کر دیے گئے۔

**حضرت عثمان کی اولاد** | حضرت عثمان کے آٹھ بیٹے  
تھے۔ عبداللہ، عمرو، ابان،  
خالد، سعید، ولید، مغیرہ، عبدالملک رحمہ

**حضرت عثمان کی تجہیز و تکفین** | مدینہ النہد کے  
میں کہ حضرت عثمان  
۸۰ روزی الحجۃ ۳۵ھ کو مقتول ہوئے۔ ان کی مدت خلافت  
بارہ دن بارہ سال تھی۔ اور وہ تین دن تک بلا دفن و کفن پڑے  
رہے۔ کیونکہ ان کے دشمن ان کی تجہیز و تکفین سے مانع تھے۔

۱۔ اسلامی سیاست کا ابتدائی مطالعہ ۹۶ء و ۹۷ء۔ تاریخ طبری و  
تاریخ احمدی ۱۵۷ء و ۱۵۸ء

۲۔ تاریخ مروج الذهب و تاریخ احمدی ص ۱۳۹  
۳۔ تاریخ البوالفداء، تاریخ احمدی ص ۱۵۸



تاریخ کبیران جریہ میں ہے کہ حضرت عثمان قتل ہونے کے بعد  
 دودن پڑے رہے اور کسی شخص کو ان کے دفن کی قدرت نہ ہوئی  
 بالآخر حکیم بن حزام، جبیر بن مطعم اور ثیار بن کرم اور ابوہریرہ  
 بن حذیفہ حضرت عثمان کی نعش اٹھالے گئے۔ لیکن جریہ  
 انہوں نے چاہا کہ جنازہ کی نماز پڑھیں تو انصار کے چند  
 لوگ آکر مانع ہوئے۔ نیز بقیع میں دفن ہونے سے روکا۔ ابوہریرہ  
 نے کہا، ان کو اسی طرح دفن کر دو۔ ان پر اللہ اور اس کے  
 ملائکہ نے نماز پڑھی ہے۔ مخالفین نے کہا کہ خدا کی قسم  
 یہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے نہیں پائیں گے۔ مجبوراً  
 لوگوں نے حضرت عثمان کو حش کوکب میں دفن کیا۔ اور جب  
 بنی امیہ کی سلطنت ہوئی تو انہوں نے اس مقام کو بقیع میں  
 شامل کر لیا۔ جو آج تک بنی امیہ کا قبرستان ہے۔

————— ❦ —————

# سوالات

- ۱۔ حضرت عثمان کی خلافت کے اسباب بیان کیجئے۔
- ۲۔ مخالف گروہ کس طرح مدینہ میں آئے اور ان کا حضرت عثمان سے کس طرح جھگڑا ہوا؟
- ۳۔ مہرہ وفد کے حضرت عثمان سے کیا مطالبات تھے؟ حضرت عثمان نے ان مطالبات کو جب منظور کر لیا تو حضرت علیؓ نے انہیں کس طرح منتشر کر دیا؟
- ۴۔ حضرت عثمان نے ان شرائط میں سے کسے پھر مسترد کر دیا اور کسے بحال رکھا؟
- ۵۔ مردان نے محمد بن ابی بکر کے پیچھے قاصد روانہ کر کے کس طرح فتنہ و فساد کی آگ کو روشن کیا؟
- ۶۔ مسزونی نے کوٹ کر کیا کیا؟ حضرت علیؓ نے فتنہ کو فرو کرنے کے لیے کیا کوشش کی اور وہ کس طرح ناکام رہی؟
- ۷۔ کیا صوبائی گورنروں میں سے کسی نے حضرت عثمان کی مدد کیلئے ملک بھیجا؟
- ۸۔ کیا معاویہؓ سے حضرت عثمان نے مدد طلب کی تھی اور اس نے مدد کی؟
- ۹۔ حضرت عثمان کا قتل کس طرح ہوا؟
- ۱۰۔ حضرت عثمان کی تجسیر و تلفین کو بیان کیجئے۔
- ۱۱۔ حضرت عثمان کے کتنے بیٹے تھے؟ ان کے نام بتائیے۔



DATA ENTERED

تفط کن تاریخ را پائستد شو

از نفسہائے میسیدہ زندہ شو

آقبال ۲۵  
۱۳۵۶

# اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ

جلد دوم

خلفائے ثلاثہ

شیعہ نقطہ نظر سے

۱۳۵۶ھ / ۱۹۵۷ء

تالیف

پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری

ناشر

رضا کاربک ڈپو لاہور